تنویرِ ظفرؒ



سیرۃ

آقا ظفر علیؒ

۱۳۹۳ھ

تالیف: عطاء اللہ بُخاری

تنویرِ ظفر

سیرۃ

آقا ظفر علی

۱۳۹۳ھ

تالیف : عطاء اللہ بخاری

اشاعت دوم : ۱۹۹۵ء
اہتمام: صاحبزادہ غلام محی الدین شاہ صاحب سجادہ نشین
آستانہ سروریہ چکوڑی شریف
ضلع گجرات (پاکستان)

پریس: لاہور آرٹ پریس
طابع :
پبلشر: صاحبزادہ لال حسین شاہ۔ ریاض حسین شاہ
مقام اشاعت: آستانہ سروریہ۔ چکوڑی شریف
تحصیل کھاریاں (گجرات)

یہ کتاب اس پتہ پر بھی مل سکتی ہے: مکتبۂ ظفر، ناشر قرآنی قطعات۔
محلّہ فیض آباد۔ سرگودھا روڈ۔ بالمقابل جامع مسجد۔ گجرات

اِنتساب

ملّتِ اسلامیہ کے فرزندوں کے نام

جو

اپنی سیرت بنانا چاہیں۔

(بُخاری)

شجرۂ نسب

۱۔ عمِ رسولؐ حضرت عباس رضؓ
۲۔ حبرِ امت حضرت عبداللہ رضؓ
۳۔ امام علی سجاد رحؒ
۴۔ امام محمد رحؒ
۵۔ ابو جعفر منصور رحؒ
۶۔ محمد مہدی رحؒ
۷۔ ہارون رشید رحؒ
۸۔ امین الرشید رحؒ
۹۔ محمد موسیٰ رحؒ
۱۰۔ شیخ محمد تقی رحؒ
۱۱۔ محمد نقی رحؒ
۱۲۔ قطب الدین رحؒ
۱۳۔ پیر علاؤالدین رحؒ
۱۴۔ محمد باقر رحؒ
۱۵۔ محمد اسمٰعیل رحؒ
۱۶۔ پیر محمد اسحاق رحؒ
۱۷۔ پیر محمد حمزہ رحؒ
۱۸۔ پیر محمد یوسف رحؒ
۱۹۔ سید تاج الدین رحؒ
۲۰۔ شاہ معین الدین رحؒ
۲۱۔ شاہ شرف الدین رحؒ
۲۲۔ شاہ ابوالحسن رحؒ
۲۳۔ عبدالجلیل رحؒ
۲۴۔ عبدالباقی رحؒ
۲۵۔ شاہ نعیم الدین رحؒ
۲۶۔ پیر عبدالرحمٰن رحؒ
۲۷۔ فتح محمد عرف عبداللہ شاہ رحؒ
۲۸۔ شیخ امان اللہ شاہ رحؒ
۲۹۔ پیر محمد اکرم شاہ رحؒ
۳۰۔ پیر محمد اسلم شاہ رحؒ
۳۱۔ پیر محمد قاسم شاہ رحؒ
۳۲۔ پیر محمد علی شاہ رحؒ
۳۳۔ فیض احمد شاہ رحؒ
۳۴۔ پیر مولوی محمد عالم رحؒ
۳۵۔ حافظ محمد چراغ شاہ رحؒ
۳۶۔ سید ظفر علی شاہ رحؒ

سلسلہ چشتیہ نظامیہ

۱- رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

۲- حضرت علیؓ

۳- حسن بصریؒ

۴- شیخ واحدؒ

۵- حضرت فضیلؒ

۶- حضرت ابراہیم بن ادہم

۷- حضرت شاہ حذیفہؒ

۸- حضرت شاہ ہبیرہؒ

۹- حضرت ممشادؒ

۱۰- حضرت ابو اسحاقؒ

۱۱- حضرت شاہ ابی احمدؒ

۱۲- حضرت شاہ کمالؒ

۱۳- حضرت شاہ یوسفؒ

۱۴- حضرت شاہ مودودؒ

۱۵- حضرت مخدوم حاجی شریفؒ

۱۶- حضرت شاہ عثمانؒ ہارونی

۱۷- حضرت معین الدین اجمیریؒ

۱۸- حضرت قطب بختیار کاکیؒ

۱۹- حضرت فرید گنج شکرؒ

۲۰- حضرت شاہ نظام الدین دہلویؒ

۲۱- حضرت شاہ نصیر الدین چراغؒ "

۲۲- حضرت شاہ کمالؒ

۲۳- حضرت شاہ سراجؒ

۲۴- حضرت شیخ خواجہ علم الدینؒ

۲۵- حضرت محمود راجنؒ

۲۶- حضرت خواجہ شاہ جمالؒ

۲۷- حضرت شاہ یحییٰ نگینہؒ

۲۸- حضرت شاہ کلیم اللہؒ

۲۹- حضرت شاہ نظام الدینؒ

۳۰- حضرت خواجہ فخر الدینؒ

۳۱- حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ

۳۲- حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ

۳۳- حضرت خواجہ شمس الدینؒ

۳۴- حضرت پیر مہر علی شاہؒ

۳۵- حضرت خواجہ غلام سرور شاہ چکوڑوی

۳۶- حضرت خواجہ ظفر علی شاہ "

نعرہ زد عشق کہ خونیں جگرے پیدا شد

حسن لرزید کہ صاحب نظرے پیدا شد

اقبالؒ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ
نَذِیْرًا ۙ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَلَمْ
یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَخَلَقَ
كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ۔

بہت برکت والا ہے جس نے اتارا قرآن اوپر بندے اپنے کے
تاکہ ہووے واسطے عالموں کے ڈرانے والا۔ وہ جو واسطے اس
کے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور نہ پکڑی اولاد اور نہیں
ہے واسطے اس کے شریک بادشاہی میں اور پیدا کیا ہر چیز کو پس
اندازہ کیا اس کو اندازہ کرنا۔ (شاہ رفیع الدین)

والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم رحمۃ
للعالمین محمدن المصطفیٰ وصحبہ وآلہ الامجاد

اور درود و سلام نبی کریم پر جو جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔ محمد
مصطفیٰ اور ان کے اصحاب اور ان کی اولاد پر۔



تقریبِ ملاقات

کتاب کی تصنیف و تالیف میں عام دستور ہے - دیباچہ ضرور لکھا جائے اور اس میں کتاب کے مندرجات کا ملخص ہو۔ سیرت کی کتابوں میں ممدوح و مدّاح کا تعارف ہو۔ کتاب چھاپنے کی مشکلات کا بیان ہو اور اپنی "کم علمی" کا اعتراف، چند ایک احباب کا شکریہ وغیرہ لکھا جائے، یہ طریق بھی ٹھیک ہی ہے مگر میں صرف یہی کہوں گا :

"کتاب میں درج روایات صحیح ہیں اور راوی ثقہ"

اپریل ۱۹۶۵ء کی بات ہے۔ میں اپنے عزیزوں سے تجدیدِ اخوت کے لیے موضع کھٹڑ پڑ گیا۔ برادرم مولوی صوفی غلام رسول مرحوم نے مجھے کہا۔ چلو تمہیں ایک نامور شخصیت سے متعارف کراؤں۔ میں نے لبیک کہا۔ وہ مجھے ہمراہ لے کر چکوڑی شریف پہنچے۔ راستے میں اس عباسی خاندان کا مختصر تعارف بھی کرا دیا۔ جب ہم حضرتؒ کے حجرے میں داخل ہوئے اور سلام مسنون ادا کیا تو آپ نے اپنے معمول کے مطابق ہم سے مصافحہ اور معانقہ کیا۔ بھائی صاحب نے مختصر تعارف بھی کرا دیا۔ حضرت نے بکمال شفقت و محبت مجھے اپنے سامنے بٹھا لیا۔ بیس تیس آدمی اور بھی بیٹھے تھے۔ رسمائی پرسشِ احوال ہوئی۔ پھر آپ صاحب احتیاج حاضرین کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ان کے اصلاحِ احوال کے لیے دست بدعا ہوتے رہے۔

اور تعویذات بھی عنایت فرماتے رہے۔ اختتامِ مجلس پر دعا مانگی اور گھر تشریف لے گئے۔
حاضرینِ دربار مہمانوں کے لیے کھانا آ گیا اور ہمارے لیے چائے۔ ہم لوگ اکل و
شرب سے بھی کام و دہن کو کامیاب کرتے رہے اور آپ کے اخلاق اور علم و فضل
پر گفتگو بھی کرتے رہے۔ میری طبع آپ کے علو مرتبت سے متاثر ہوتی رہی اور کوئی
مقناطیسی قوت غیر محسوس طور پر ان کی جانب کھینچتی رہی۔ مگر ابھی تک تکلف اور حجاب
درمیان تھا۔ اسی ایک ہفتہ میں ہم دونوں بھائی پھر حضرت کے آستانہ پر حاضر ہوئے
تو دربار میں پانچ سات آدمی، مولوی عنایت اللہ صاحب ساکن سانگلہ کے وعظ
کی مدح سرائی کر رہے تھے۔ صاحب زادہ غلام محی الدین صاحب بھی تشریف فرما
تھے۔ میں خاموش بیٹھا رہا۔ صاحب زادہ صاحب نے مجھے اس مذاکرہ میں حصہ لینے
کے لیے فرمایا۔ میں نے عرض کیا۔ جناب! یہ ایک ایسے مولوی صاحب کی تعریف
کر رہے ہیں جو "برائے فصل کردن آمدی نہ کہ وصل"۔ جو مسلمانوں میں تفرقہ اور
فساد ڈالنے میں معروف ہیں۔ ان کے وعظ میں "اصلاحِ امت قسم" کا ایک لفظ
بھی نہیں ہوتا اور تمام کی تمام تقریر اہل حدیث اور دیوبندی حضرات کی تکفیر
دشنام طرازی تک محدود ہوتی ہے۔ میں ان دوستوں کی ہم نوائی نہیں کر سکتا۔
اور دوست تو خاموش ہو گئے مگر میرے بھائی صاحب نے کہا۔ پھر وہ
لوگ (اہل حدیث اور دیوبندی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "نور" کیوں نہیں کہتے۔
بشر کیوں کہتے ہیں۔ میں نے کہا۔ اگر صرف بحث مقصود ہو تو بات یہیں ختم کر
دی جائے۔ اور اگر تفہیم مسائل مقصود ہے تو عرض کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
بشر ہیں۔ حضور باپ بھی ہیں بیٹے بھی، خاوند بھی، جرنیل بھی۔ الغرض تمام بشری

ضروریات سے حضورؐ فارغ نہیں تھے - یہاں یہ بات عرض کر دوں - کہ بھائی صاحب مرحوم اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اور عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتَابَ سے پوری طرح واقف تھے - اس لیے میں نے آیاتِ قرآنی کے حوالے کو ضروری نہ سمجھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری حیثیت رسول اور نبی کی ہے اور نبوت و رسالت اور وحی علمی اور عقلی دلائل کی محتاج نہیں اور نہ عقل اور علم ان کا احاطہ کر سکتا ہے۔ گویا یہ مقام علم اور عقل سے یقیناً وراء الوراہے - اس مقام پر حضور صلی اللہ علیہ کے مراتب کا تعین قطعاً غیر ممکن ہے - اسی لیے غالبؔ نے کہا تھا۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
آں ذاتِ پاک مرتبہ داں محمدؐ است

ہمارے لیے یہی زیبا ہے کہ پورے خلوص و محبت سے ہم کہیں
" بعد از خدائے بزرگ توئی قصہ مختصر"

بحث ختم کرنے کے لیے میں نے یہ کہہ دیا - اگر ابھی آپ کے دل میں شک ہو - تو حضرت صاحبؒ کا فیصلہ قبول کیجیے - اس پر جملہ حاضرین خوش ہو گئے - اور کہہ اٹھے منظور! یہاں یہ لکھنا غیر مناسب نہیں - کہ اس مسئلہ پر میں حضرت صاحبؒ کے خیال اور عقیدے سے قطعاً بے خبر تھا۔

جب آپؒ دربار تشریف لے آئے - تو ہم سب آپ کے حجرے میں جا بیٹھے اتنے میں پچیس تیس آدمی اور بھی جمع ہو گئے - بھائی صاحب نے مسئلہ متنازعہ پیش کر دیا - آپؒ نے فرمایا - مولوی صاحب آپ نقشبندی ہیں - اس لیے آپ ہی کے مرشد کی بات کہتا ہوں - چنانچہ آپ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کا حوالہ دے

کر فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کی تین حیثیتیں ہیں۔ سب سے پہلے آپ بشر ہیں، پھر رسول۔ میں آپ کے تصرف پر قربان آپ نے میرے ہی الفاظ اور میرے ہی دلائل سے مجھے سچا ثابت کر دیا۔ جیسے ساتھ والے کمرے میں بیٹھے حضرتؒ ہماری گفت گو سن رہے ہیں۔ تیسری حیثیت کے متعلق فرمایا۔ "یہ کل کائنات "حقیقتِ محمّدیہ" کے طفیل ہے۔" اس وقت تک میں حقیقتِ محمّدیہ کے لفظ سے نا آشنا تھا۔ چہ جائیکہ تصوف کی اس اصطلاح سے واقف ہوتا اور اس کی حقیقت کو سمجھ سکتا۔

الغرض آپؒ کی میٹھی میٹھی محبت اور لگن لے کر لاہور چلا گیا۔ آپ کے علم و فضل اور اخلاق کا تعارف اپنے ادارے والے احباب سے کرایا۔ اور کیفیت یوں ہوتی چلی گئی ۔ ؎

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ
اک آگ سی ہے سینہ کے اندر لگی ہوئی

انہی مسرور کن ایام میں "کشمی" کا پھیرا پہلو بدل بدل کر ہونے لگا۔ آپ کے تصرفات بھی وارد ہونے لگے۔ میں نے درج ذیل قصیدہ مدحیہ لکھا۔ اور چکوڑی شریف پہنچ کر پیش کیا۔ آپ نے اشعار تو پسند فرمائے مگر اپنے حجرے میں قطعہ مذکور آویزاں نہ کرنے دیا۔

نذرِ عقیدت

اہلِ نظر ہیں صاحبِ کردار آپ ہیں
نور آفریں ہیں مخزنِ اسرار آپ ہیں

ہے آپ کا خیال کہ تاروں کی روشنی
ہر دم بسا ہوا دل پہ گھٹا آپ ہیں

ہیں منکشف حضور پہ اسرارِ زندگی
روشن ضمیر و دیدۂ بیدار آپ ہیں

سکھلایا آپ ہی نے قرینہ حیات کا
جس نے دیا شعور وہ سرکار آپ ہیں

موجِ نسیم سے بھی مقدس نفس نفس
کتنے لطیف کتنے سبک سار آپ ہیں

پھیلی ہیں آج مادہ پرستی کی ظلمتیں
ان ظلمتوں کے واسطے تلوار آپ ہیں

رہبر بنا ہے آپ کے نقشِ قدم کا نور
ہر رہگذر میں قافلہ سالار آپ ہیں

ہر زخمِ گمرہی کا مداوا ہے آپ سے
حق آشنا و حق کے پرستار آپ ہیں

جاری ہے آج فیضِ مکمل حضور کا
انساں کی بہتری کے طلبگار آپ ہیں

پاکیزگی و زہد تو ہیں آپ کے شعار
کتنے خدا پرست و دیندار آپ ہیں

میری نظر ہیں میرے خیال و شعور ہیں!
دنیا کی رہنمائی کا شاہکار آپ ہیں

ہیں آپ کی نگاہِ کرم کا ہوں منتظر
حامی ہر اک غریب کے سرکار آپ ہیں

ہوں اشکبار خوفِ معاصی سے رات دن
میرے ان آنسوؤں کے خریدار آپ ہیں

مقصودِ اسا التفات بخاری کے واسطے
ہر دم کرم کے واسطے تیار آپ ہیں

ایک دن علی الصبح غسل، نماز اور ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر لکھنے بیٹھ گیا۔ ابھی چار پانچ سطریں ہی لکھی تھیں۔ کہ طبیعت چکوڑی شریف میں حاضری کے لیے ابال کھانے لگی۔ مصلحت کا تقاضا تھا۔ کہ کتاب لکھو۔ مگر قلبی واردات کا حکم کچھ اور تھا۔ چند ہی منٹ بعد مصلحت شکست کھا گئی۔ سامانِ کتابت اور مسودہ محفوظ کیا اور اٹھ کھڑا ہُوا۔ اور قاضی ظہور الدین صاحب مرحوم کو متعجب چھوڑ کر ادارے سے نکل آیا۔ "بالِ جبریل" کو بغل میں دبایا۔ جوتی بدلنی بھول گیا۔ جب شاہدرہ سے بس نکلی۔ تو "بالِ جبریل" کا مطالعہ شروع کر دیا۔ حضرت علامہ مرحوم کا ایک ایک لفظ نشتر بن گیا۔ ایسی رقت پیدا ہوئی کہ امین آباد پہنچنے تک روتا ہی رہا۔ گویا حضرت علامہ کی روح مجھ میں سما گئی ہے۔

کنجاہ پہنچ کر نئی جوتی خریدی۔ میاں محمد بوٹا زرگر سے سائیکل لیا اور حاضرِ دربار ہو گیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حسبِ معمول تپاک سے ملے اور مسکرا کر فرمایا۔ "میں نے شام کو بہت یاد کیا تھا۔" میں نے کہا "جناب حاضر ہو گیا ہوں۔" پھر فرمایا: "بخاری جی!"

ع عجیب چیز ہے لذتِ آشنائی

میں نے کہا۔ جناب اس لذت آشنائی سے آشنا ہوں۔ مگر

ع ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں

ایسے ہی مدت ہو گئی۔ رُت بھی بدلنے کو ہوئی۔ عید بہاراں آ گئی یعنی حضور خواجہ غلام سرور صاحب کا عرس آ گیا۔ میں نے مندرجہ ذیل قطعۂ نذر گزارا۔ جو حضور نے بیحد پسند فرمایا:

"آؤ حُسنِ یار کی باتیں کریں
سرورِ سرکار کی باتیں کریں

آؤ یارانِ طریقت شوق سے
چشتیہ دربار کی باتیں کریں

"رشد قرآنی ہے اَلْفَ بَیْنَکُمْ
آؤ عشق و پیار کی باتیں کریں

گولڑہ کے تاجدارِ اولیاء
قاسمِ انوار کی باتیں کریں

کاملاں را جحتے عالی قدر
کُفر را تلوار کی باتیں کریں

شاہِ سرور سالک راہِ ھُدیٰ
کاشفِ اسرار کی باتیں کریں

آفتابِ چشت ہیں لاریب یہ
والئ دربار کی باتیں کریں

صالحین و اتقیا کی فوج کے
قافلہ سالار کی باتیں کریں

اک مجسّم آیۂ خلقِ عظیم
صاحبِ کردار کی باتیں کریں

اپنے رعنا و حَسیں دلدار کے
طرہ و دستار کی باتیں کریں

ذکر ہو حُسن و جمالِ یار کا
زلفِ عنبر بار کی باتیں کریں

گولڑہ کے پیر، مہرِ پُر ضیاء
مطلعِ انوار کی باتیں کریں

ہو مقاماتِ ولایت کا بیاں
منزلِ دشوار کی باتیں کریں

انتظار و اشتیاقِ یار میں
دیدۂ بیدار کی باتیں کریں

جلوۂ محراب و منبر چھوڑ کر
اب بُخاری دار کی باتیں کریں

پھر اگلے عرس مبارک پر حافظ شیراز کے ایک مصرع پر تضمین لکھی۔

وابستۂ عقیدت آں آستاں منم
لله حمد معترف غایة النعم

زیں بہ سعادتے چہ میسر شود مرا
ساقی ز جملہ دُرد کشانت یکے منم!

آگاہ راز عشق منازل شناس فقر
رمز آگہ حقیقت و عرفاں بہ کیف و کم

آں قبلہ گاہ عالم و آں مرجع انام
حضرت غلام سرورؒ ذی المجد والکرم

مستِ شراب ساقی میخانۂ حجاز
از نغمۂ الست ثنا سائے زیر و بم

ہستیش آفریدہ جہاں آفریدگار
للجھل والغوایة کالبدر فی الظلم

داتے کہ لمعہ ایست ز لمعات آں چراغ
رکش بر کمالِ فضل جہانے خورد قسم

جدش جنابِ فاضلِ یکتائے وقت خویش
علامہ محمد عالم مسیح دم

باہر چہ و با چراغ چو شاں راست انتساب
ایں خانہ آفتاب ہمہ گشت لاجرم

آں پیرِ دستگیر خلائق پناہِ دیں
بر فرقِ خواہشات گزارندۂ قدم

مسند نشینِ وقت جناب ظفر علیؒ
خوش خلق خندہ رُو۔ متواضع نکو شیم

در فقر آنکہ راہ لطافت گرفت باش
از جملہ بیش گشت چہ خود را شمرد کم

انعام وے عظیم فیوضش بسے عمیم
احباب وے سلیم عدو باد در عدم

در کوئے یارِ خویش بخاری چناں خوش ست
کالطیر فی الحدیقة واللیث فی الاجم

پھر اگلے سال :

بحضورِ خواجہ سید ظفر علی شاہ صاحب

خوش نصیبم از ازل عالی مکانے داشتم — بہرِ تسکین ارادت آشنانے داشتم
مسند آرائے چکوڑی حضرتِ سید ظفر — پیشوا و رہنمائے مہربانے داشتم
منبعِ جود و سخا آں مخزنِ صدق و صفا — از محاسن پُر بہارے گلستانے داشتم
از نگاہِ خویش دلہا را کند سرشارِ عشق — دستِ خود در دستِ آں پیرِ مغانے داشتم
چوں ز کوئے یار کردم جستجوئے راہِ شوق — از حریمِ لی مع اللہ رازدانے داشتم
از گلستانِ سخن گلدستۂ پرداختم — تشنگانِ ذوق را ایں ارمغانے داشتم

رعبِ حسنِ پُر جلالش مُہر بر لب زد مرا
ورنہ در دل اے بخاری داستانے داشتم



پھر اگلے سال ہدیۂ نیاز پیش کیا :

زہے قسمت بپائے ساقیٔ مہوش وطن دارم   مئے گلگون عرفاں نوش جانِ خویشتن دارم
بریز اے پیرِ میخانہ مئے تلخم بہ پیمانہ   کہ من در وضعِ مستانہ بسے شیریں سخن دارم
جنابِ سرورِ کونینؐ و دیگر ثانیٔ اثنینؓ   علیؓ و عمرؓ ذی النورینؓ اینک پنج تن دارم
جنابِ سید سرورؒ غلامِ ساقیٔ کوثر   ارادت باچنیں رہبر بہ فضلِ ذوالمنن دارم
ز مہرِ شاہِ جیلانی، طفیل شمس عرفانی   بعونِ شاہ ظفرؒ ثانی بہاراں در چمن دارم
بہ نعمت خانۂ عالمؒ ز تاریکی چہ دارم غم   فروزاں بر سرِ راہم چراغےؒ ضوفگن دارم
بہ فیضِ مہرؒ نورانی بہ حبِ شاہ سلیمانیؒ   جہانے یافت تابانی زہے مہرے کہ من دارم
دلِ پُر صفا مہرے بہ دلہائے ورا مہرے   ظلامِ جہل را مہرے چناں مہرِ زمن دارم
چہ باک موجۂ صرصر چہ دارم ناخدا سرورؒ   بہ ظلِ آں جہاں پرور امانے از فتن دارم
ظفرؒ پیرِ مغانِ ما مے الفت کشانِ ما   ز رنج و غم رہانِ ما فدائش جان و تن دارم
ز دو قتے کش بدادم دل مرا آساں شد منزل   نہ ہیچم خوف مستقبل نہ از ماضی حزن دارم

بخاری نسبتے دارد چو با آں پیر حقانی
بدعوائے مسلمانی دلیلِ مہبدہن دارم



پھر اگلے سال بحضور سید الکونین و رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

"تا سایۂ مبارکت افتاد بر سرم   دولت غلام من شد و اقبال چاکرم"
گر روزِ حشر جان گدازد مرا چہ غم   دارم بر سر چو سایۂ آں شافعِ اُمم
گردند کمترین غلامانِ درگہش   خواہش بجاں کنند سلاطین ذی حشم
ہیچ از مقربین باں پایہ کے رسد   در قرب لی مع اللہ گر دید محترم
اے آنکہ روز و شب برخ و گیسوت اسیر   خود حق ہمی خورد برُخ و گیسوت قسم
او جلوہ ریز بود بر تختِ نبوتش   آدم ہنوز ز آب و گلش بر نزد قدم

افتادہ ایں بخاریٔ مسکیں بر درت
یک نگۂ التفات براُو اَے شہِ اُمم



الغرض عجز و نیاز اور لطف و عنایت کی آمیزش ہوتی رہی اور چار سال کا عرصہ گزر گیا۔ تا آنکہ ۱۹۶۵ء میں میں بیعت سے مشرّف ہو گیا۔

آسودہ باد خاطرِ غالب کہ خوئے اوست

آمیختن بہ بادۂ صافی گلاب را

اس دوران میں نے کئی بار عرض کیا کہ بارگاہِ رب العزت کے سامنے پیشی لابدی ہے۔ اور یہاں حالت یہ ہے:

بے ویکھاں میں عملاں ولّوں کجھ نہیں میرے پلّے

آپ دعا فرمائیں۔ خدائے غفور الرحیم عاقبت بخیر کر دیں اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو جائے۔ ورنہ

مَر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

حضرت نے فرمایا: "بندے کے لیے یہی احسن ہے۔ حضور رحمۃ للعالمین فرماتے ہیں۔ اللہ کریم کا فرمان ہے: انا عند ظن عبدی۔ خدا کی رحمت پر ہی بھروسہ ہونا چاہیئے۔ انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اعترافِ گناہ اور اجتناب از گناہ ثبات سے ہو:

غلغلِ تسبیحِ شیخ ار چند مقبول است لیک

آہِ دردآلودہ رنداں را قبولِ دیگر است

ع بے ویکھاں میں رحمت اوہدی بلّے بلّے بلّے

عمر خیام کا رندانہ اعترافِ گناہ اور گزارشِ عفو و درگزر کے انداز دیکھیئے:

ناکردہ گناہ در جہاں کیست بگو | آں کس کہ نکردہ گناہ چوں زلیست بگو
من بد کنم و تو بد مکافات دہی | پس فرق میان من و تو چیست بگو

آپ کے ارشاداتِ عالیہ سے تسکینِ قلب ہو گئی۔ یونہی خوشبوؤں کے جھولے جھلاتے ہم ۱۳۹۳ھ تک پہنچ گئے۔

حضرت خواجہ غلام سرورؒ کے عرس مبارک کی تقریبات اور مصروفیات کے باعث آپ نے تکان محسوس کی، پھر بخار ہو گیا اور ہوتا ہی چلا گیا۔ مقامی و بیرونی اطباء اور ڈاکٹر علاج کرتے رہے۔ معمولی افاقہ بھی ہو جاتا۔ مگر کارکنانِ قضا و قدر کا منشا کچھ اور تھا حضرتؒ نے اپنے وصال سے تقریباً پندرہ دن قبل صاحبزادگان اور دیگر تیمارداروں پر رضائے مولیٰ واضح کر دی۔ ارشاد خداوندی کے مطابق عزیزانِ گرامی قدر کو وصیتیں فرمائیں اور ۶ رجب ۱۹۷۳ء صبح دس بجے واصل بحق ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

آپ کے سفر آخرت کی کیفیات بیان کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ جناب کے دم آخرین پر یک دم شور گریہ و زاری بلند ہوا۔ سینکڑوں ہزاروں نیاز مند "آناً فاناً" جمع ہو گئے۔ صرف ایک گھنٹہ کے بعد مضافات بلکہ گجرات، لالہ موسیٰ اور ڈنگہ سے ارادت مندوں اور نیاز مندوں کے قافلے اس "ماہتاب چشت" کو الوداع کہتے اور آخری رسوم میں شمولیت کے لیے جمع ہو گئے۔ تین بار نماز جنازہ پڑھی گئی۔ دیوبندی۔ اہل حدیث۔ بریلوی اثنا عشری غرضیکہ ہر مکتب خیال کے لوگوں کے محبوب اور دل نواز کو، رجب ۱۹۷۳ء کو آغوش لحد کے سپرد کر دیا گیا۔

قضا دگر نشود از ہزار نالہ و آہ | بشکر یا بہ شکایت بر آید از دہنے
فرشتہ کہ وکیل است بر خزائن باد | چہ غم خورد کہ بمیرد چراغ بیوہ زنے

قطعاتِ تاریخِ وصال

حضرت خواجہ سید ظفر علی شاہ صاحب عباسی رحمۃ اللہ علیہ

(۱)

شاہ ظفرؒ ہاشمی و عباسی — بُد ز خدامِ شاہِ عجم و عرب
شاہزادہ ز آلِ عباسی — او ندیداست ہیچ رنج و تعب
زاہد و عابد و فطین و خلیق — زندگی کرد بے ز لہو و لعب

گفتہ ام سالِ وصلِ او بہ ادب
"وَادْخُلِی جَنَّتِی بحکمِ رب"
۷ + ۶ ۸ ۱۳ = ۱۳۹۳

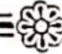


(۲)

ما باندوہ رنج درماندیم — چوں بپوشید چہرۂ انور
یک عدد را تو کم بہ شمر — شد لفردوس "روحِ ظفرؒ"
۱۳۹۴-۱ = ۱۳۹۳

(۳)

ولیٔ کاملے روشن ضمیرے　　باصنافِ فضائل ذو فنونے
ظفر شاہ ہاشمی رحلت سفر بست　　گرفتہ در جوارِ حق سکونے
سنِ فوتش چو پرسی از بخاری　　بگفتنا "بود خضرِ رہنمونے"
۱۹۷۳



(۴)

ز ہجری بر شمر "مغفور اللہ"
۱۳　۹۳
پدیدارت شود سالِ کنونے



(۵)

عاصیاں را مژدۂ رحمت کہ از فضل الٰہ
جنت مقام گشت "باسمِ ظفر علی"

۱۳۹۳ھ

منقبت

بحضور سید ظفر علی شاہ صاحب رح عباسی الہاشمی چشتی النظامی

اے کوثرِ عرفان کی موجوں کی روانی
اے شاہِ ظفر ہاشمی لمے سرورِ ثانی

اے صورتِ حسنین تو ہے مہرِ مجسم
ہم پر نگاہ لطف کی اے پیرِ حقانی

وہ پیرِ طریقت وہ شناسائے حقیقت
وہ مظہرِ عرفاں وہ غوثِ صمدانی

طے تو نے کیے جملہ مقاماتِ تصوف
تجھ پر ہیں کھلے فقر کے اسرارِ نہانی

حق تجھ پہ ہے راضی کہ تو راضی برضا ہے
پائی ہے بقا تو نے کہ حق میں ہوا فانی

ناسوت میں تو، سیر تیری جانبِ لاہوت
یہ قیدِ مکاں اور وہ آزاد مکانی؟

تو ایک چراغِ مصطفوی کی ضیا ہے
اک مہرِ منور کی تو ہے نور فشانی

ما اعظم اخلاقك ما احسن وجهك
گرویدہ ہوا تیرا اعالی و ادانی

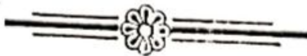
یہ خلق و مروت یہ تواضع یہ مدارا
افراد کے اس گھر کی روایت ہے پرانی

کھل جاتا ہے اک دفترِ اسرار و معارف
چھڑ جاتی ہے جس وقت تصوف کی کہانی

ہر جملہ ادا ہوتا ہے جو وقتِ تکلم
گویا ہے کھلا گلشنِ الفاظ و معانی

تحریر وہ دلکش ہے فدا جس پہ فصاحت
تقریر پہ قربان ہے اعجازِ بیانی

لے جائیں ساتھ اسے بھی بحضور جواد
اک بخاری ہے تیرے فقر کا نہانی



بیاد حضرت خواجہ ظفر علی شاہ صاحب

قطعہ تاریخ رحلت

نتیجہ فکر: حافظ عباد اللہ صاحب ہیڈ ماسٹر اورینٹل ٹیچر ہائی سکول

اُلُوفُ رَحْمَۃِ رَبِّ الْوَرٰی عَلٰی ظَفَرٍ | فَاِنَّہٗ کَانَ فِی الْفَیْضَانِ کَالنَّھَرِ
اللہ کی ہزاروں رحمتیں ہوں حضرت ظفر پر | بے شک وہ فیض رسانی میں دریا تھے

فَطِنٌ لَبِیْبٌ طَبِیْبٌ حَاذِقٌ نَدُسٌ | حُسْنُ الْمَقَالِ دَقِیْقُ الْفِکْرِ وَالنَّظَرِ
زیرک، عقلمند طبیب حاذق دانا | خوش گفتار فکر و نظر میں باریک بیں

مَثَلُ الْمَسِیْحِ طَبِیْبُ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ | دَاوَی الْمَرِیْضَ بِاَدْوِیَۃٍ وَبِالنَّظَرِ
حضرت مسیح کی طرح روح اور جسم کے معالج | جسم کا علاج دوا سے کرتے تھے روح کا نظر سے

شَابَ السِّنِیْنَ وَفِی تَدْبِیْرِہٖ ھَرِمٌ | نَالَ الْمَقَامَ مِنَ الْکُبَرَاءِ فِی الصِّغَرِ
جواں سال لیکن حسن تدبیر میں بوڑھے | انھوں نے چھوٹی عمر میں ہی بزرگوں کا مقام حاصل کر لیا

قد اُورِثَ اثنین مِن آباءِہ النُّجُب فہماً بلیغاً و مکرمۃً من السِّیَر

وہ اپنے بزرگ آباؤ اجداد سے دو چیزوں کے وارث ہوئے۔ فہم بلیغ اور مکارم اخلاق کے

صحبَ الشُّیوخ مدیداً یستفیض بہم فصار صاحبُ ارشادٍ و ذا اَثَر

وہ مدت تک شیوخ سے فیض حاصل کرتے رہے۔ حتیٰ کہ صاحبِ ارشاد اور ذی اثر بن گئے

حصل البقاء لہٗ بعد اذ فنا فی اللہ فانّہٗ دائمُ الحیوانِ کالخضرِ

انھیں بقا حاصل ہوئی فنا فی اللہ ہونے کے بعد چنانچہ آپ خضر کی طرح ہمیشہ زندہ ہیں

اَصاب دارَ بقاءٍ لا فناءَ لہٗ فما مات بل انّہٗ قد غاب عن بصرٍ

وہ ایک ایسے گھر میں پہنچ گئے، جسے فنا نہیں اس لیے آپ مرے نہیں بلکہ صرف نظر سے اوجھل ہوئے ہیں

انّ الخلائق قد وضعوا لہٗ رقباً و واضعٌ ھو رقبتہٗ لمقتدرٍ

تمام مخلوق نے ان کے آگے گردنیں جھکا رکھی ہیں اور انھوں نے ایک قادر کے آگے گردن جھکا رکھی تھی

نقلت مرتجلاً یغفر الالہ لہٗ

۱۳۹۳ھ

میں نے بلا تامل کہ دیا ہے "یغفر الالہ لہٗ"

لمن لہٗ طلبٌ من عامہِ الھجری

اس شخص کیلئے جسے سنِ ہجری کی طلب ہو

ہیں اور ان کی عزت نہ دولت کی مرہون منت ہوتی ہے نہ حکومت کی باجگذار۔ بلکہ حقیقی عزت کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے :-

ان العزۃ للہ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنافقین لا یعلمون - والاللہ

یہ عزت ایسے اسباب سے وابستہ ہے کہ منافق آدمی کا ذہن وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔

فقیر بن جانے کے بعد پھر فقر اور فقیری کا نبھانا ہوتا ہے۔ یہ ذاتی مجاہدے سے کم نہیں۔ فقیر کا تعلق ہر قسم کے انسانوں سے ہوتا ہے جہاں عمومیت کو دخل نہیں۔ ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ میرے ہادی مرشد کا تعلق مجھ سے ہے، دوسرے سے نہیں۔ اور فقیر کا یہ خانوادہ جو مرید کہلاتے ہیں بزرگ کی روحانی اولاد ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رح "مبداء ومعاد" میں فرماتے ہیں۔ "پیر کی روح سے مرید کی روح پیدا ہوتی ہے" اور ہر ایک کی استعداد کے مطابق اس کی تربیت کی جاتی ہے اور اس روحانی تربیت میں اعمال، اخلاق، کیفیات، تصورات، مراقبات سب آجاتے ہیں اور ان سب کے ذریعے ایک مخصوص چیز "تعلق باللہ" حاصل کرنا ہوتا ہے۔ جس کے نام مختلف ہو سکتے ہیں مگر حقیقت ایک ہے۔ بعض نے اس کو من کی دولت کہا ہے۔

من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں

سالک کا وقت نور ہدایت کے ماحول میں اس طرح گزرتا ہے کبھی وہ خود زیر تربیت ہوتا ہے اور کبھی تربیت دے رہا ہے۔ ایک انتہائی مغالطہ جو طالب کو گھیر لیتا ہے اور بعض اوقات اس کے بھٹکنے کا ذریعہ بنتا ہے اور وہ ہے "مرید کے سر میں پیر بننے کا سودا سما جانا۔ حالانکہ مرید بننا ہی مقصود ہے یعنی مومن بننا ہے۔ اسی

سے ہی دین و دنیا کی رونق ہے۔ ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ یہی ہماری عارضی حیات کا مقصود ہے۔ ہمارے اخلاق و اعمال میں صحابہ کرامؓ کے اخلاق کی جھلک ہو۔

ہمارا موجودہ نصاب تعلیم جو ہماری دنیوی ترقیوں کا سرچشمہ ہے۔ ہماری سو فیصدی آبادی تقریباً اسی تعلیم میں منہمک ہے اور چونکہ مقصد صرف دنیا میں پیشقدمی اور منافقت ہے اس لئے ہمارے اخلاق، اعمال اور معاشرے کی جو تصویر ہمارے سامنے ہے یہ ہماری اسی مخصوص تعلیم کی نقاشی ہے اور جو تعلیمات ہمارے اخلاق و اعمال کو اسلامی نظریۂ حیات کے مطابق بنانے کی ضامن ہو سکتی ہیں۔ ان کا اقل جز و بھی ہمارے نوجوان حاصل نہیں کر پاتے۔ جس کے نتیجے میں دین کے متعلق ذہنی طور پر غلط فہمیوں اور ظاہری طور پر ہر قسم کی بے عملی اور اکثر اوقات بدعملی سے ہمارا معاشرہ ایک گندا جوہڑ بنا ہوا ہے۔ ایمان و اسلام کی بادنسیم کو اس فضاء کثیف میں چلنے کے مواقع بہت کم ہیں۔ قرآن پاک اور احادیث رسولؐ کی طرف کوئی توجہ نہیں۔ اولیاء اللہ کی تصانیف طاق نسیاں پر پڑی ہوئی ہیں۔ ایسی ناقدردانی کے دور میں فقر و تصوف پر قلم اٹھانا یا کسی کامل ولی اللہ کے حالات شائع کرنا یا دین کی کوئی دوسری خدمت کرنا بڑا جرأت مندانہ کام ہے اور یہ کام وہی کر سکتا ہے جو اپنی محنتوں کا ثمرہ پرواز کی بلندی کی صورت میں لینا چاہتا ہے۔

ہمارے محترم دوست جناب عطاء اللہ صاحب بخاری نے اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ سید ظفر علی شاہ صاحب عباسی چشتی النظامی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ لکھ کر اہل دل کے لئے نور کی ایک شمع جلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو باد مخالف کے جھونکوں سے

سے محفوظ رکھے ۔ آمین ۔

میں نے اس کتاب کے چیدہ چیدہ اوراق دیکھے ہیں ۔ جو خوبیاں اور تاثیریں اس میں مجھے نظر آئی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہر قاری کے جسم و جان میں وہ تاثیریں داخل فرمائیں ۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

سبحانہ تعالیٰ

حضرت وحبی للہ چودھری محمد شریف صاحب حفظکم اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کا مراسلہ محبت ملاحظہ ہوا، الحمد للہ کہ جانبین میں خیریت ہے۔ درگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو جمیع مقاصد میں فتح وظفر سے ہمکنار کرے اور مکروہاتِ زمانہ سے مامون رکھے بحرمت سید الابرار وآلہ الامجاد،

میاں اللہ دتہ صاحب، صوفی عبدالغنی صاحب، میاں اللہ لوک صاحب، محمد اسمٰعیل صاحب، امیر علی صاحب، پیر محمد اکرام شاہ صاحب کو تسلیم ودعا —

غلام محی الدین شاہ، لال حسین شاہ، ریاض حسین شاہ کی طرف سے سلام ودعا۔ محمد شریف، گلزار حسین شاہ سے دعا وسلام

الاحقر نیاز مند ابو العلاء سید ظفر علی شاہ گولڑوی

۲۸/۱۱/۲۱

در دل نشود آن گرمستانہ ز الست
ہمچو در آن جان بسپرد زندگی است

صاحبزادہ غلام محیّ الدین شاہ صاحب سجّادہ نشین چکوڑی شریف

از صد سخن پیرم یک حرف مرا یاد است
عالم نشود ویراں تا میکدہ آباد است



حضرت خواجہ رحمۃ اللہ نے صاحبزادہ مدظلہ العالی کو مسند نشینی کے فرائض تفویض فرمائے۔ اور حضرت کے چالیسویں پر حضرت بابوجی جناب غلام محی الدین صاحب گیلانی سجادہ نشین گولڑہ شریف نے دستاربندی فرمائی۔ اور واقعہ یہ ہے کہ صاحبزادہ صاحب نے دس ماہ کی قلیل مدت میں سجادگی کا حق ادا کر دیا ہے۔ وہی خیر و برکت وہی مہمان نوازی، وہی تاثیرات، وہی مراقبات الغرض نظام درگاہ عالیہ میں ذرہ بھر کمی نہیں آنے دی۔ میکدہ میں بادہ کشوں کا وہی ہجوم اور صدائے ھل من مزید ہے۔ اللھم زد فزد۔

اگرچہ میکدہ سے اُٹھ کے چل دیا ساقی
وہ مے وہ خم وہ صراحی وہ جام باقی ہے

نیازمند: بخاری

رب یسر ولا تعسر وتمم بالخیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم



آپ کا خاندان اور بزرگوں کا مختصر تعارف



یورش تاتار نے جب ایشیا اور یورپ کی شاداب اور سرسبز سرزمین کو ویرانے میں تبدیل کر دیا۔ چنگیز خاں قہر الٰہی بن کر تعیش پسند حکمرانوں کے نرم و نازک چوں حریر اجسام کو زیر زمین کر چکا۔ اور اس کے بعد اس کے پوتے ہلاکو خاں نے بغداد کو تباہ و برباد کر دیا۔

بنی عباس کے آخری خلیفہ مستعصم کے شیعہ وزیر ابن علقمی کی غداری اور سازش نے خلیفہ کو گرفتار کرا دیا تو شاہی خاندان کے افراد ادھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ ان ہی میں کا ایک فرد محمد یوسف سندھ میں وارد ہوا۔ پنجاب سے گزر کر غیاث الدین بلبن کے عہد میں دلّی پہنچا۔ سلطان بلبن نے ہارون رشید کا پوتا سمجھ کر اعزاز اور تکریم سے نوازا۔ ان کی اولاد میں سے کچھ افراد امروہہ پہنچ گئے۔ اور چند ایک گجرات پنجاب آ گئے

پیر محمد قاسم شاہ صاحب نے موضع گولیکی ضلع گجرات میں سکونت اختیار کر لی۔ پیر صاحب اپنے وقت کے درویش کامل تھے۔ ان کے ایک ارادت مند مولٰنا محمد صالح صاحبؒ ساکن کنجاہ نے بدین الفاظ ہدیہ عقیدت پیش کیا ہے۔

چہ خوش بختی ما یاراں کہ پیر راہنما دارم — چہ پیرے دستگیرے بے نظیرے پیشوا دارم
بصورت چوں ولی بینم بصیرت چوں علیؑ دانم — بایں صورت بایں سیرت بپایش جان فدا دارم
نبودہ پیش تو اصلا نہ باشد بعد تو ہرگز — بحمد اللہ والمنتہ کہ شیخ مقتدا دارم

قلندرؔ در حوادث ہائے دوراں ہست پس لیکن
چہ غم دارم چو حضرت شیخ قاسمؒ بوالوفا دارم

جناب پیر محمد قاسمؒ شاہ کے پڑپوتے حضرت حکیم مولٰنا محمد عالم صاحب ہیں جو ہمارے حضرت پیر روشن ضمیر خواجہ ظفر علی شاہ صاحبؒ کے دادا ہیں۔ آپؒ کے دادا صاحب جناب مولٰنا حکیم محمد عالم شاہ صاحب نقشبندی نوجوانی میں تحصیل علم کے لیئے چکوڑی شریف لائے اور فاضل بے بدل، مرد کامل جناب حافظ نور الدین خلیفہ اعظم حضرت غلام محی الدین صاحب قصوری کے حضور زانوئے تلمذ تہ کیا علمی مرتبہ میں منفرد حیثیت حاصل کی۔ جناب حافظ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے اس

شاگردِ عزیز کو نجیب شریف متین سمجھ کر اپنی دختر بلند اختر سے معقد کر دیا۔

جناب حافظ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ایک ہی صاحبزادے جناب خواجہ محمد امین صاحب رحمتہ اللہ علیہ فاروقی تھے۔ خواجہ صاحبؒ نے سلسلہ نقشبندیہ کے بجائے سلسلہ چشتیہ کو پسند کیا۔ اور حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کی اپنے زہد و ورع سے چکوڑی بھیلووال کو چکوڑی شریف بنا دیا۔

جناب خواجہ صاحبؒ اور جناب حکیم صاحب کے تعلقات نہایت خوشگوار رہے۔ حکیم صاحبؒ کے ایک ہی فرزند ارجمند جناب حافظ محمد چراغ شاہؒ تھے۔ خواجہ صاحب اپنے بھانجے کو نہایت ہی عزیز رکھتے۔ تعلیم و تربیت پر بالخصوص کوشاں رہتے۔ فخر المتاخرین زبدۃ العارفین جناب پیر مہر علی شاہ صاحب گیلانی گولڑوی سے بیعت کرائی۔ جناب پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنے اِس مرید کو ان کی ذکاوت و فطانت و ارادت کی بنا پر بہت محبوب سمجھتے۔

الغرض جناب حافظ صاحبؒ کی تعلیم اپنے والد حکیم پیر محمد عالم صاحب سے تکمیل پذیر ہوئی۔ اور روحانی فیوضات جناب خواجہ صاحب اور جناب پیر صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ سے حاصل ہوئے۔ جناب حافظ صاحب نے ایک ماہ میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ آپ مرزائیت کے لیے برہانِ قاطع تھے۔ مرزائی مبلغ آپ کا نام سن کر ہی کانھم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ کے مصداق بھاگتے تھے۔ آپ شعر و سخن میں بھی دلچسپی لیتے تھے۔ آپ کی شاعری صرف حمد و نعت اور منقبت میں محدود ہے۔ حضرت کا کلام "لمعات چراغ" کے نام سے چھپ چکا ہے۔ سخی اس قدر تھے کہ اپنا لباس بھی اتار کر سائل کو دے دیتے تھے۔

آپ کی سخاوت کے واقعات" آفتاب چشت" (سوانح عمری حضرت خواجہ غلام سرور شاہصاحبؒ) میں چھپ چکے ہیں ۔

قارئین کتاب ہذا آپ کی ایک نظم سے لطف اندوز ہوں

فزوں زلمحہ فروزاں منزلم قیام نبود — کہ بود جام ونے از حریف نام نبود

بہ مبلغے کہ رسید از جناب حضرت دوست — جز اد نوازش نازش بکس پیام نبود

بہ بزم انس کہ یاراں ورود دباراں بود — سوائے جام جم و ہم شراب خام نبود

چو بر جلال وجمالش نظر فتد روزے — کنی خیال کہ ایں حال و ہم مقام نبود

رسد کسے چو بہ قسمت بحضرت دردوست — نظر کند کہ برد از دھام عام نبود

بروئے او گل و مہتاب خود نمی ماند
چنیں صباعت خوشش در مہ تمام نبود

آپؒ کے والد حضرت حافظ محمد چراغ شاہصاحب نے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی اہلیہ محترمہ سے جناب خواجہ غلام دستگیر صاحبؒ اور جناب خواجہ غلام سرور صاحبؒ تھے۔ ان محترمہ کی وفات کے بعد دوسری شادی کی۔ جو آپ حضرت اور ایک ہمشیرہ عزیزہ کی والدہ محترمہ تھیں۔ لیکن آپ بہن بھائی بہت کم سن اور صغیر سن ہی تھے۔ کہ آپ کی والدہ محترمہ دونوں بچوں کو رب العلمین کی شان ربوبیت کے حوالے کرکے عالم بقا کو سدھاریں۔ ایسے ہی والد محترم بھی آپ کو چار سال کا معصوم بچہ چھوڑ کر انتقال فرما گئے۔

دونوں بڑے بھائی ان چھوٹے بہن بھائیوں سے نہایت شفقت اور محبت فرماتے۔ اکثر لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ کو کاندھے پر سوار کرکے لیے پھرتے تھے۔ اور

ظفرجی ظفرجی کہہ کر پکارتے ۔ اور اسی طرح چھوٹی ہمشیرہ کو بے حد عزیز رکھتے۔ یوں کہنا چاہیے کہ والدہ محترمہ کی محرومی کا احساس تک نہ ہونے دیا۔ جناب والد صاحب پہلے اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔

آپ کے جدامجد جناب حکیم محمد عالم صاحب نقشبندی خلیفہ مجاز حضرت پیر چنن شاہ صاحب آلومہاروی علاقے بھر میں علم وفضل کے اعتبار سے منفرد حیثیت رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے اکلوتے بیٹے اور تینوں پوتوں کو خود ہی زیورِ تعلیم سے آراستہ کیا اور کتب متداولہ کی سیر کرائی۔ آپ نے سولہ سترہ سال کی عمر میں عربی فارسی دونوں زبانوں میں نمایاں دسترس حاصل کرلی۔ اگرچہ آپ محنت سے نہیں پڑھتے تھے ۔اور مطالعہ کو بہت تھوڑا وقت دیتے۔ اور لڑکپن کے تقاضے سے کھیل کود کی طرف طبع زیادہ راغب رہتی۔

حضرت خواجہ غلام دستگیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جناب خواجہ غلام دستگیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ قبلہ حافظ صاحب کے فرزندِ اکبر تھے اس خاندان پر اللہ کریم کی خاص مہربانی ہے ۔کہ سبھی بچے ذہین فطین ہوتے ہیں۔ آپ بلوغت تک پہنچتے ہی عربی فارسی کی انتہائی کتابوں کو عبور کر چکے تھے ۔آپ بہت خوش پوش اور نفیس مزاج تھے۔ نہایت عمدہ شاہ سوار بھی تھے۔ سرکش اور شوریدہ سر گھوڑے بھی آپ کی سواری میں آکر درست ہو جاتے تھے۔

آپ کی شادی حضرت خواجہ محمد امین صاحبؒ کی دوہتی سے ہوئی۔ وہ عفیفہ عین عنفوانِ شباب میں بے اولاد ہی دارِ فنا سے رخصت ہوگئی۔ دوبارہ شادی نہ کی۔ تجرد

کے شاہسوار ہی رہے۔ جوانی میں ہی پیر سید مہر علی شاہ صاحبؒ گولڑوی کی نظر کرم مبذول ہوگئی۔ اور اس جوان کو محض اپنے ہی لیے منتخب کرلیا۔ آپ بارہ سال کی طویل مدت اپنے گھر کے صحن میں ایک ببول کے درخت کے نیچے کھڑے رہے۔ اور جناب پیر صاحبؒ اور گولڑہ شریف کے سوا ہر خیال ذہن سے نکال دیا۔ فنافی الشیخ کا یہ مرتبہ بھی کسی خوش نصیب کو ہی حاصل ہوتا ہے۔

ان دنوں آپ کی خوراک بالکل ہی کم رہ گئی۔ دن بھر میں کبھی دودھ کے چند گھونٹ کسی دن روٹی کے چار لقمے لیے اور بس۔ ان دنوں ماسٹر غلام سرور صاحب آف جوڑا کرنانہ سکول سے فارغ ہوتے ہی آپ کے پاس حاضر ہوجاتے۔ آپ ان سے مثنوی مولانا روم یا حافظ شیراز کا کلام سنتے اور مشکل مقامات کی تشریح خود سمجھاتے۔

آپ کی بے شمار کرامات زبان زد ہیں۔ بالعموم ظہر سے عصر تک نزدیک و دور کے حاجت مند ڈیوڑھی پر جمع ہوجاتے۔ آپ عصر کے وقت ڈیوڑھی پر تشریف لاتے السلام علیکم کہہ کر چارپائی کے بازو پر ٹک جاتے بیٹھتے نہیں تھے۔ احمد دین کا سبی حقہ بھر کر پہلے سے تیار کھڑا رہتا۔ آپ سب کے لیے مشترکہ دعا فرماتے اور واپس کیکر کے نیچے چلے جاتے۔ کبھی یوں بھی ہوتا۔ سائیں احمد دین کو کہتے میری چادر کے نیچے شرینی رکھی ہے۔ وہ حاضرین میں تقسیم کردو۔ چودہری سرواخاں آف چکوڑی کا بیان ہے کہ یہ شیرینی بھی حضرت بادا صاحب فرید شکر گنج کی شکر کی طرح ہوتی۔ کسی کو علم نہ ہوتا۔ "کہاں سے آتی"۔

چھدری راجہ خاں آف چکوڑی نے بیان کیا ہے۔ کرم الٰہی کسب دار آپ کے لیے حقہ تیار رکھتا۔ ایک دن میں نے اُسے کہا کہ خشک سالی کے باعث جانوروں

کی بھی حالت ناگفتہ ہو چکی ہے۔ آپ سے دعا کراؤ۔ آپ نے اس سے حقہ طلب کیا۔ وہ حقہ تازہ کرنے کے لیے چلا اور پیچھے مڑ مڑ کر دیکھنے لگتا۔ آپ نے اس کی یہ روش دیکھ کر فرمایا "پیچھے پلٹ کر کیا دیکھتا ہے۔ تمھیں راہم تو نہیں ملا؟" مگر اسی رات زور کی بارش ہوئی۔ اور خشک سالی کا نام ونشان تک نہ رہا۔

ایک رات حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے فرمایا "کہاں بھٹکتے رہے ہو"۔ میں نے عرض کیا۔ جناب کھوتیاں گم ہوگئی ہیں۔ بہت تلاش کیا ہے نہیں مل رہیں۔ آپ نے سائیں احمد دین کو فرمایا "اس کے ساتھ جاؤ۔ اور سرور جیؒ سے کھوتا ڑنی والا دم کریں

جب میں خواجہ غلام سرور صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو حضرت نے دم کر کے تین دفعہ تالی پیٹی۔ اور فرمایا۔ "مشرق کی طرف جاؤ" میں ارشاد کے مطابق چل پڑا۔ حالانکہ پہلے بھی اس جانب دور دور تک دیکھ چکا تھا۔ ابھی میں بس کرم چلا ہوں گا۔ کہ گھوڑا دوڑنے کی آواز آئی۔ میں ایک طرف ہٹ گیا۔ تاکہ گھوڑے کی جھپٹ میں نہ آؤں۔ دو منٹ بعد کھوتیاں گھبرائی ہوئی بہت تیز دوڑتی ہوئی ہمارے گھر کی طرف چلی گئیں۔

منشی محمد دین پوسٹ ماسٹر دیہہ نے بیان کیا۔ کہ میرے والد میاں جمال دین بٹ مرحوم نے بیان کیا تھا۔ میں حضور غلام دستگیر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک نووارد نے عرض کیا۔ جناب بزرگوں سے سنا ہے۔ کہ جب کوئی ولی اللہ یا غوث قطب دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ تو اپنا جانشین منتخب کر جاتا ہے۔ حضرت خواجہ محمد امین صاحبؒ کس کو جانشین چھوڑ گئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ "کل بتاؤں گا"

میں جب دوسرے دن حاضر ہوا۔ تو وہی دوست بھی حضرت کے پاس بیٹھے

تھے۔ میں نے کل والے استفسار کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے کہا "حضرت کے بیان کرنے کی حاجت نہیں رہی۔ مجھے معلوم ہو چکا ہے۔ میں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ اس نے کہا سنو!

رات کو خواب میں حضرت خواجہ محمد امین صاحب کی زیارت ہوئی ہے۔ انہوں نے مجھے بازو سے پکڑ کر کہا "یہ غوث ہیں۔ قطب ہیں، ولی اللہ ہیں۔ اور مجھے خواجہ غلام دستگیر صاحب کے حضور حاضر کر دیا ہے۔"

حضرت خواجہ غلام سرور صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قبلہ حافظ صاحب کے دوسرے فرزند خواجہ غلام سرورؒ تھے۔ اُن کی سوانح حیات "آفتاب چشت" کے نام سے چھپ چکی ہے۔ آپ کے مختصر حالات یہاں بیان کیے جاتے ہیں۔ جو اس کتاب میں درج نہیں ہیں۔

منشی محمد دین برانچ پوسٹ ماسٹر چکوڑی شریف بیان کرتے ہیں۔ کہ میں شروع ہی سے تارکِ صوم و صلوٰۃ تھا۔ اور زندگی لہو و لعب میں گزر رہی تھی۔ مگر ہادیٔ مطلق رب العٰلمین کی رحمت کے صدقے! جب گمراہوں کو راہِ مستقیم دکھانا چاہیں تو کیا عمدہ اسباب پیدا کرتے ہیں۔ لنھدینّھم سبلنا فرمان خدا ہی ہے ہوا یوں:۔

حضرت خواجہؒ کا وصال ہوئے پانچ سال گزر چکے تھے۔ متواتر تین رات مجھے زیارت سے مشرف فرماتے رہے۔ میری خوش بختیوں کی انتہا نہ رہی۔ میں مع اہلیہ جناب ثانی صاحب خواجہ ظفر علی شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خواب بیان کیا۔ پھر عرض کیا "حضرت مجھے مسلمان کیجئے۔ اور اسلام سکھائیے۔ حضور خواجہ سرورؒ

رحمۃ اللہ علیہ کی مجھ پر مہربانی ہو گئی ہے"۔

آپؒ نے مجھے بیعت کیا۔ پندرہ سال سے اب میری یہ حالت ہے کہ نماز کبھی ترک نہیں کی۔ اور روزے پابندی سے رکھتا ہوں۔ دیگر لغویات سے متنفر ہو گیا ہوں الحمد للہ! الحمد للہ۔

حضور کی سینکڑوں کرامات علاقہ بھر میں مشہور ہیں۔ دھوریہ۔ لسوال۔ کولیاں ڈنگہ۔ ڈرانچانوالہ، دھکڑانوالی۔ ناگریانوالہ۔ کنجاہ۔ ہریے والا وغیرہ کے امراء و رؤسا حضرت کے آستاں پر حاضری دینا فخر سمجھتے تھے۔ حضرت اپنے سب ملنے والوں سے بیحد محبت فرماتے۔ اور ان کا دامن مراد بھر دیتے۔

حضورؒ جیسے عرصہ معرفت کے شہسوار تھے۔ ویسے ہی علوم ظاہری سے کاملاً بہرہ ور تھے سخن فہمی اور شعر گوئی گویا ورثہ میں ملی تھی۔ مگر جناب نے بہت کم غزلیں کہی ہیں۔ قارئین حضرات کے مطالعہ کیلئے صرف ایک مختصر غزل درج ذیل ہے۔

شہید خنجر عشق تو بہ نمی خیزد — اگر مسیح بگوید کہ قم باذن اللہ

رخ نگار مرا بلطف خویش کشید — دگر وجود نماند سوائے وجہ اللہ

اگر بکوئے تو رفتن قضا بمن بخشد

دگر بہشت نہ بینم قسم کلام اللہ



چوہدری لال خاں نمبردار آف چکوڑی شریف نے بیان کیا

ضلع ملتان میں جب ہمیں زمین ملی۔ تو ابتدا میں وہاں ہم لوگوں نے معمولی

سے ڈیرے بنائے ہوئے تھے۔ اور تندہی سے بنجر زمین آباد کر رہے تھے۔ انہی دنوں وہاں کے ایک مقامی آدمی نے میرے بھائی فضل داد نمبردار کو کہا کہ تمہارے وطن میں تمہارے پیر صاحب کی بزرگی کی بڑی شہرت ہے۔ میں بے اولاد ہوں مجھے ان حضرت سے تعویذ لا دو۔

مگر اتفاق ایسا ہوتا رہا کہ فضل داد کئی بار آیا گیا۔ مگر اس کے لیے تعویذ نہ مہیا کر سکا۔ ایسے ہی دو تین سال گزر گئے۔ ایک بار میں وہاں گیا۔ تو فضل داد نے اس شخص سے پیچھا چھڑانے کیلئے کہہ دیا کہ "ہمارے پیر صاحب خود ہی تشریف لے آئے ہیں۔ تمہارا کام بن گیا ہے۔" اور مجھے پیر صاحب بنا کر اُسے میرے حضور پیش کر دیا۔ فضل داد کی اس سازش سے میں گھبرا گیا۔ اور اسی اضطراری کیفیت میں گاڑی کا ٹکٹ جو اتفاقیہ میری جیب میں رہ گیا تھا۔ لپیٹ کر اُسے دے دیا۔ اور کہا۔ تمہاری بیوی اپنے پاس رکھے۔ میرا ذہن خود بخود حضرت صاحبؒ کی طرف رجوع کر گیا۔ اور آپ کی تصویر میری آنکھوں کے سامنے آگئی۔ میں اپنی گستاخی سے بے حد نادم بھی تھا۔ سبحان اللہ! حضرت کی بصیرت اور توجہ مہربانیاں اور لطف و کرم کا کوئی کنارہ ہی نہ تھا۔ آج اس شخص کے چار بیٹے ہیں۔

چوہدری قدر داد آف دھکڑ انوالی کا پوتا چوہدری محمد زمان قتل کے سلسلے میں ۲۰ سال کے لیے قید ہو گیا۔ میرے والد صاحب چوہدری نور احمد نمبردار نے انہیں چکوڑی شریف جانے اور حضرت خواجہ غلام دستگیر صاحبؒ سے دعا کرانے کے لیے کہا۔ چوہدری قدر داد نے کہا "چھوڑو یہ دکانداریاں ہیں۔" میرے والد نے کہا "ہمارا ان پر پختہ یقین ہے۔ اس لیے تم ضرور چلو۔"

جب ہم حضرت کی ڈیوڑھی پر حاضر ہوئے ۔آپ ہمیں دیکھ کر چہل قدمی سے رک گئے ۔اور ہمارے قریب آ گئے ۔میرے والد نے عرض کیا۔کہ چوہدری قدر داد کا پوتا بیس سال کے لیے قید ہو گیا ہے ۔اس کی رہائی کے لیے دعا فرمائیں۔

آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے دونوں ہتھیلیوں میں ایک دو انچ کا فاصلہ رکھا ۔فرمایا۔" اللہ فضل کرے گا۔" اپیل پر پانچ سال سزا رہ گئی۔چوہدری قدر داد کو حضور کے مستجاب الدعوات ہونے کا یقین آگیا ۔مسرت اور حسرت کے ملے جلے جذبات سے کہا۔اگر حضور ہتھیلیاں جوڑ کر دعا فرماتے ۔تو بالکل بری ہو جاتا ۔اور سارا خاندان ہی اس عباسی خاندان کا مطیع ہو گیا ۔ اپنے اعمال سیئہ سے بھی تائب ہو گئے ۔

چوہدری سردار خاں سکنہ چکوڑی شریف نے بیان کیا

ایک دن میں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کیا ۔کہ حضور اعلیٰ کی مجھ پر بے پایاں عنایت تھی ۔میں نے حضرت سے کچھ عرض کرنے کی ضرورت ہی محسوس کی تھی ۔اس دفعہ میرا فصل بہت کمزور نظر آتا ہے ۔آپ دعا فرمائیں۔آپ نے فرمایا ۔حضور کے سبھی نیازمند میری نگہ میں ہیں۔ اطمینان رکھو۔" ہماری گندم اس دفعہ بھی بہت ہو گی۔" چنانچہ فی الواقعہ میرے وہم وگمان سے بڑھ کر بہت ہی زیادہ پیدا ہوئی ۔

آپ کا بچپن، تعلیم وتربیت

دگر از سر گرفتم قصۂ زلف چلیپا را

آپ کی جودت ذہن اور طبع رسا کا یہ عالم تھا۔کہ ان دنوں آپ حضرت سعدی

رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات پڑھتے تھے۔ نیز کتاب الصرف یعنی عربی کی ابتدائی گردانیں لیکن سبق پڑھنے کے بعد جہاں بھی حضرت باباجی کا دھیان دوسری طرف ہوا آپ غائب۔ حضرت باباجی کہتے کہ ظفر جی آموختہ یاد کیجئے۔ ریاضی میں محنت کریں تو فلاں کتاب دس دن میں ختم ہو جائے وغیرہ۔ آپ کا ایک ہی جواب ہوتا۔ کہ باباجی گذشتہ سبق سن لیا کریں۔ جب آگے پڑھائیں۔ اور باباجی اس وقت حیرانگی کے ساتھ مسرور ہو کر کہتے۔ کہ سبق تو تم نے صحیح سنالیا۔ پھر بھی تسلی بخش طریقے سے تم نہیں پڑھتے۔ اور دیکھنے والوں کا بیان ہے۔ کہ آپ نے کبھی بھی دوبارہ کتاب کا مطالعہ نہیں کیا تھا۔

جناب ماسٹر جمال دین صاحب آف لاہور بیان کرتے ہیں۔

میرے والد محترم میاں رکن الدین صاحب مرحوم حضرت خواجہ محمد امین صاحب کے ارادت مند تھے۔ اور اکثر وہاں ہی حاضر رہتے۔ میں بھی ان کے ہمراہ بچپن میں ہی جایا کرتا۔ تا آنکہ حضور خواجہ مولوی غلام سرور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہو گیا جناب مجھ پر بے حد شفقت فرماتے

ایک دن جناب غلام دستگیر صاحبؒ نے بڑے پیار سے جناب ظفر علی شاہ صاحبؒ کو فرمایا۔ بھئی تم اپنی کتابوں کو اکثر بھولے رہتے ہو۔ اور باقاعدگی سے سبق نہیں پڑھتے۔ آپ نے کہا۔ سبق تو مجھے خوب یاد ہے۔ اس وقت آپ کی عمر تیرہ چودہ سال تھی۔ اور اپنے داداجی مولوی محمد عالم صاحب نقشبندیؒ کے مدرسہ میں کتب پڑھا کرتے تھے۔ اسی دن باباجیؒ نے ظفر صاحب کو کتابوں سے بے نیازی پر ٹوکا اور امتحانا بوستان کے مختلف اوراق سنے۔ آپ نے ہر ورق کامیابی سے پڑھا حضرت باباجیؒ نے فرمایا کہ تم مبالغ [illegible] ین ہو۔ اور حافظہ بھی اللہ

کی خاص دین ہے۔ مگر پھر بھی مطالعہ اور محنت علم کے لیے لازمی ہے۔

باباجی کی نصیحت پر عمل پیرا ہو گئے۔ اور چند دنوں میں مختلف مصنفوں کی بے شمار کتابیں دیکھ ڈالیں۔ آپ کے محبوب مصنف علامہ شبلی، مولانا حالی اور علامہ اقبال تھے۔ آپ کو سیرۃ اور اسلامی تاریخ اور شعر و سخن سے خاص لگاؤ تھا۔ مسدس حالی تو غالباً پوری کی پوری ازبر ہو چکی تھی۔ علامہ اقبال، سعدی، جامی خسرو کے سینکڑوں ہزاروں اشعار آپ کے ذہن میں محفوظ تھے۔ جنہیں آپ دوران گفتگو برمحل ارشاد فرماتے۔ اسی مطالعہ کا نتیجہ تھا۔ کہ آپ خود بھی شعر کہنے لگے۔ آپ کی کئی چھوٹی چھوٹی نظمیں انہی دنوں چھپ گئی تھیں۔ چند نظموں کے عنوان حسب ذیل ہیں۔ مرد مومن۔ مرکز ملت (کعبہ مکرمہ) ہجرت۔ مجاہد۔

بچپن کا ایک واقعہ :۔

بابا رحمت خاں آف چیچیاں نے بیان کیا

میری بیوی درد زہ میں مبتلا تھی۔ اور میں سخت پریشانی کے عالم میں یونہی ادھر اُدھر بھٹک رہا تھا۔ کہ اچانک ..... اپنی گھوڑی لے کر آ گیا۔ اور مجھے کہنے لگا۔ کہ سوار ہو جاؤ۔ چکوڑی شریف پہنچو۔ اور حضرت سے اپنی تکلیف بیان کرو۔ اور درمان طلب کرو۔ گھوڑی فی الواقعہ بیحد تیز اور اتھری تھی۔ میں نے منٹوں میں چار میل کا فاصلہ طے کیا۔ اور حضرت خواجہ غلام دستگیرؒ (برادر بزرگ) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے قبل ہی فرما دیا۔ کہ گھبراؤ نہیں تمھاری بیوی رو بصحت ہے۔ ایک بچی پیدا ہوتے ہی مر گئی ہے۔ ایک لڑکا اور پیدا ہو گا۔ صرف چند گھنٹے زندہ رہ کر مر جائے گا۔ بعدازاں اللہ پاک تندرست اور عمر وال بچہ عطا کریں گے۔ اللہ کی رضا پر خوش رہو۔ آپ کے فرمان کے مطابق

مجھے اطمینان قلبی حاصل ہوگیا۔ میں جب دربار کے پھاٹک پر پہنچا۔ تو صاحبزادہ صاحب کھڑے نظر آئے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے وعلیکم السلام کہا اور مناسب پرسش احوال کے بعد شوق ظاہر کیا۔ کہ گھوڑی کی سواری کروں گا۔ میں اس مطالبہ سے سر سے پاؤں تک لرز گیا۔ کیوں کہ گھوڑی طبعاً سرکش بھی تھی۔ اور گرم ہو چکی تھی، میں نے عرض کیا کہ گھوڑی بہت خطرناک ہے۔ اور آپ کی سواری کے قابل نہیں لیکن آپ نے شاید میری اس گذارش کو بہانے پر محمول کیا۔ پھر میں نے عرض کیا۔ کہ آپ سوار ہو جائیں۔ مگر ساتھ ہی میں بھی آپ کے پیچھے بیٹھ جاؤں گا۔ آپ نے اس تجویز کو ناپسند کیا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ آپ سوار ہو جائیں مگر میں اس کو پکڑ کر آگے آگے چلتا ہوں۔ یہ بھی آپ کو ناگوار گزرا۔ بالآخر میں نے مجبور ہو کر آپ کو سوار کر کے بحوالہ خدا لئے حفیظ کر دیا۔

گھوڑی حسب عادت یکدم فراٹے بھرنے لگی۔ مگر آپ اس طرح جم کر بیٹھے رہے جیسے آپ گھوڑی کا حصّہ ہیں۔ آناً فاناً گھوڑی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ میں سخت پریشانی کے عالم میں وہیں پھاٹک کے پاس کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ حضرت خواجہ صاحب کی ناراضگی کا خوف الگ جان کھا رہا تھا۔ آدھ گھنٹے کے بعد دور سے میں نے گھوڑی کو دیکھا۔ آپ نہایت اطمینان سے سوار تھے اور گھوڑی سکون میں تھی۔ آپ پھاٹک کے قریب پہنچ کر اترے اور باگ مجھے پکڑا دی اور فرمایا۔ گھوڑی اب کبھی بھی غیر مناسب سرکشی نہ کرے گی۔ چنانچہ گھوڑی مذکورہ آخری دم تک رام ہوگئی۔ مگر گھڑ دوڑ کے میدان میں اس کے انداز وہی تھے اور ہر میدان میں اپنی اور اپنے سوار کی شہرت برقرار رکھتی تھی۔

آپ کی شاعری :-

میں نے سطور بالا میں لکھا ہے۔ کہ آپ مولانا حالیؒ کی مسدس سے بہت متاثر تھے۔ اور ملت اسلامیہ کی اخلاقی، اقتصادی، روحانی اور ذہنی ذکر و فکر کی کم مائیگی اور زبوں حالی سے بہت پریشان ہو جاتے تھے۔ پھر اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے مطالعہ نے ذکاوت طبع کو فکر انگیز بنا دیا۔ انہی دنوں آپ نے کئی تلخ نظمیں لکھیں۔ جو کئی بار چھپ چکی ہیں۔ اور اصحاب ذوق سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ ذیل میں جناب محمد احسان الحق صاحب ایم۔ اے ڈائریکٹر محکمہ تعلیم کے تاثرات نقل کیے جاتے ہیں۔

" صاحبزادہ سید ظفر علی شاہ صاحب عباسی سے میرا تعارف پہلی مرتبہ ۱۹۴۸ء میں ہوا۔ جب میں آستانہ عالیہ سرور یہ پر حاضر ہوا۔ آپ اپنے گھرانے کی ریت کے مطابق تپاک اور خلوص سے ملے۔ ان کی علم و ادب کے ساتھ وابستگی مسائل حاضرہ میں دلچسپی اور تبحر علمی میرے لیے استعجاب کا باعث تھی۔ کیوں کہ جن لوگوں کو روزی کمانے کے لیے محنت و مشقت اور تگ و دو نہیں کرنی پڑتی۔ جن کی زندگی رنج و غم و درد و الم کے تھپیڑوں سے ہمکنار نہیں ہوتی۔ جن کے ہاں مریدین و معتقدین کے جمگھٹے۔ ان کی ملکوتی صفات کے تسلیم کرنے اور خدائے قدوس کا مظہر اتم جاننے میں باک نہیں رکھتے وہ ادب کے شیریں چشموں سے اکثر غیر مانوس اور اجنبی نظر آتے ہیں۔ ایسے ذی عزت گھروں میں پرورش پانے والے نوجوان عموماً یا تو بالکل آزاد مطلق العنان ہو جاتے ہیں یا صرف زاہد خشک و متکبر بن کر رہ جاتے ہیں۔

ذوق حسن اور لطافت جذبات نے جوہر پاکیزہ اور صالح ادب کی جان و روح رواں ہے۔ سید ظفر صاحب کو اوپر کے غیر فعال گروہ سے علیحدہ کر دیا ہے۔

اور ان کی شاعری جدت الفاظ اور ندرت خیال میں سموئی ہوئی نظر آتی ہے۔

ان کے ہاں شاعری کا موضوع عاشق کی حرماں نصیبی، فرقت اور جدائی کی کلفتیں اور فلک کج رفتار کا شکوہ نہیں بلکہ جہاد، مجاہد، اخوت، شہادت ہے۔

ان کے نزدیک وہ ادب جو زندگی کے دھارے کے ساتھ ساتھ بہہ نہیں سکتا اور زندگی کے روحانی اور مادی تقاضوں کو پورا نہیں کرسکتا پروان نہیں چڑھ سکتا موضوع شاعری سیاسی اور سماجی حالات کے بدلنے کے ساتھ ساتھ بدلتا رہتا ہے۔

یہ وقت وہ نہیں کہ شاعر قوم مریضانہ تعیش پسندی اور تساہل اختیار کرے اور زندگی سے فرار اور گریز کے لیے ساقی مہوش کے ہاتھ جرعات کا طلب گار ہو۔ تاکہ اس کی طبیعت سکون حاصل کرسکے۔ ایسے شعراء کے ہاں ساعد حور کے لمس طویل اور رس بھرے ہونٹ کے الفاظ بکثرت موجود ہیں۔ لیکن ان اشتراکی ادب نوازوں کے خلاف سید ظفر صاحب ضرب کلیمی استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ فسون باطل باطل ہوکر رہ جائے۔ اور قوم سرعت کے ساتھ منازل ترقی و ارتقاء طے کرتی چلی جائے۔

اس بات کو بھولنا نہیں کہ وہ ترقی پسند تو ہیں لیکن ان کا خمیر معیار پرستی کے عنصر سے گوندھا گیا ہے۔

ان کے خیال میں مستقبل کی سر بفلک عمارت ماضی کے اقتدار پر ہی قائم کی جاسکتی ہے۔ کامیابی کے جو راستے اسلام نے مقرر کیئے ہیں۔ اور اخلاق کے جو معیار ٹھیرائے ہیں۔ وہ ہمیں کافی اور وافی ہیں۔ وہ اپنی منزل شارع علیہ السلام کے بتلائے ہوئے اصولوں پر چل کر تلاش کرنا چاہتے ہیں۔

ع نیست ممکن جز بقرآن زیستن

ان کی شاعری اصل میں علامہ اقبالؒ کی تعلیمات سے متاثر نظر آتی ہے جس میں تصوف کی چاشنی حسن معنوی کے ساتھ موجود ہے۔

انہوں نے اکثر چھوٹی بحریں استعمال کی ہیں۔ جن کی وجہ سے شعر میں ترنم و موسیقیت پیدا ہو گئی ہے وہ ایسے مرد مجاہد کے متلاشی ہیں۔ جس میں تخلیقی قوتیں بروئے کار لانے کی طاقت موجود ہو۔ اور وہ قوت اور محبت کا علمبردار ہو۔

نظر آتا نہیں وہ مرد مجاہد مجھ کو ہو جس کی رگ و پے میں فقط مستیٔ کردار

مجھے امید ہے کہ اس دورِ انحطاط میں ان کی شاعری ہی ہمارے مردہ قالب میں دمِ مسیحائی پھونک دے گی۔ اور زندگی کے تاریک دنوں میں مشعل راہ کا کام دے گی۔"

یہاں آپ کی صرف ایک نظم ملاحظہ فرمائیں :

مردِ حق

از شب یلدا برآری نور خور | در جہاں یابی اگر یک مردِ حر
مردِ حر را برتر از گردوں مقام | مردِ حر را منتظر ایں صبح و شام
مردِ حر فارغ ز ہمہ اندیشہ ھا | مردِ حر شیر است شیر بیشہ را
شیر حق آں ہست نے شیر ہوا | از برائے قوم خود آں کیمیا
ہست عقل او منور ہم چو خور | ہست عشقش ماسوا سوز زندہ تر
امتزاجِ عقل را با عشق او | ہم عصا و ہم ید بیضا بگو

لطف و قہر حق بہم آمد درو

بزم و رزم ہر دو میگنجد درو

تصرّفات

مستری غلام محمد صاحب آف منڈی بہاؤالدین نے بیان کیا۔

شہر ڈنگہ میں ایک ڈاکٹر عبدالقیوم صاحب رہتے ہیں۔ نوجوان ہیں مگر اپنے فن میں پختہ کار اور فقیر دوست۔ ان کی ارادت میاں محمد دین آف ڈنگہ سے ہوگئی۔ یہاں تک کہ پچانوے ہزار روپیہ مختلف اوقات میں ان کی نذر کر دیا۔ چند سال کی ارادت مندی کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ میاں محمد دین کی شخصیت عریاں ہوگئی لباس فقیر میں مہاجن نظر آیا۔ طبیعت سخت متنفر ہوگئی۔

اسی دوران ڈاکٹر صاحب سے میری ملاقات ہوئی۔ اور کئی ماہ تک میری ان کی فقر اور فقیر کے موضوع پر گفتگو ہوتی رہی۔ بالآخر ڈاکٹر صاحب مکوڑی شریف میں حاضر ہوئے۔ اور ان کو اطمینان قلب حاصل ہوگیا۔

اب یہیں ڈاکٹر صاحب کے پچانوے ہزار روپے کے ضیاع کا احساس بڑی شدت سے پیدا ہوا۔ ہم نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: "کچھ مل جائے گا۔ کچھ نہ ملے گا۔" چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے مبلغات کا مطالبہ کیا۔ اور میاں محمد دین بھی انکار کر گیا۔ دوسرے دن واپسی کا مطالبہ سختی سے کیا۔ میاں محمد دین نے ادائیگی سے صاف انکار کر دیا۔ حافظ غلام محمد نے بڑے سخت لہجے میں اس سے میں اس سے گفتگو کی اور واپس چلے آئے۔ اسی دن میاں محمد دین کا ایک دوست دس ہزار روپے نقد، بائیس تولے سونا ایک تانگہ اور گھوڑی ہمیں دے گیا۔

الغرض جیسے آپؒ نے فرمایا۔ اسی طرح عمل میں آیا۔ مگر ڈاکٹر صاحب نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں درخواست گزار دی ہے کہ باقی رقم بھی دلوا دیجیے۔"

اس واقعہ کے بعد ایک اور لڑکا مستری غلام رسول بھی میاں محمد دین سے باغی ہوگیا۔ اس نے بھی حضرت اعلیٰ سے بیعت کی۔ آج کل وہ کینیڈا میں ہے اور حضرت ثانی صاحبؒ کی دعا سے دولت میں کھیل رہا ہے۔



۱۔ ٹھیکیدار لبشیر احمد صاحب جنجوعہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ایک محترم بزرگ کا گزشتہ سالوں میں پاکستان کی ایک بہت بڑی شخصیت کے عزیزوں سے کاروباری تنازعہ ہو گیا۔ نوبت عدالت تک پہنچ گئی۔ میرے محترم بزرگ کی پریشانی ناقابلِ برداشت ہو گئی۔ جب مایوسی حد سے تجاوز کر گئی۔ تو ہم حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب دعا ہوئے۔ حضرتؒ نے فرمایا "وہ صلح کر لیں گے۔" چنانچہ آپ کی دعا سے معاملہ ہمارے منشا کے مطابق ختم ہو گیا۔

۲۔ میری شادی کو کئی سال گزر چکے تھے۔ مگر دنیاوی زینت (المال والبنون زینۃ الحیوۃ الدنیا) سے محروم ہی تھا۔ آپؒ سے اپنی آرزو بیان کی آپ نے فرمایا "اطمینان رکھو۔ اللہ پاک فرزند عطا فرمائیں گے۔" چنانچہ آپ کے وصال سے اکیس دن قبل اس نعمت سے اللہ نے نواز دیا۔

۳۔ میں کاروباری سلسلہ میں کوہاٹ میں مقیم تھا۔ آپ نے بذریعہ چٹھی مجھے طلب فرمایا۔ مگر میں چٹھی ملنے سے پہلے ہی حاضر ہو گیا۔ یہ بھی آپ کا بے نظیر

تصرف تھا۔ اکثر احباب کو اسی طرح طلب فرما لیتے۔ مجھے حکم ہوا۔ کہ جناب
امیر حزب اللہ فضل شاہ صاحب کی فاتحہ خوانی کے لیے جلالپور جانا ہے۔
چنانچہ ہم لالہ موسیٰ سے اپنی کار پر سوار ہو کر جہلم پہنچ گئے۔ وہاں ایک راہبر
مل گئے۔ جو شاید حضرت خضر علیہ السلام کے بروز تھے۔ انھوں نے ہمیں دریائے
6 جہلم کے کنارے لگا دیا اور بڑی محبت سے فرمایا یہ راہ قریب ہے۔ دریائے
جہلم کا کنارہ سراسر ریتیلا تھا۔ میں گھبرا گیا کہ اس ریت کے صحرا کو کیسے قطع کیا
جائے گا۔ بعض جگہ تو پہیے ایک فٹ تک نیچے دھنس جاتے۔ مگر واہ وا کیا
تصرف تھا۔ ہماری کار فراٹے بھرتی چلی جا رہی تھی۔ یکایک کار رک گئی۔ ہم سب
کار سے اتر آئے۔ آپ نے مسکرا کر یہ شعر پڑھا:

کیا کیا خضر نے سکندر سے   اب کسے راہنما کرے کوئی

میں نے دیکھا کہ تاحدِ نگاہ راستہ ریت سے اٹا
ہوا ہے۔ جناب حضرت صاحب دو منٹ تک یک سُو رہے۔ پھر فرمایا
کار سٹارٹ کرو۔ کار یوں چل پڑی جیسے صاف سڑک پر چل رہی ہے۔ بلکہ
7 محسوس ہوتا تھا۔ کہ ویل زمین پر لگ ہی نہیں رہے۔ جب ہم منزل پر پہنچے
تو دربار جلالپور کے منتظم مولوی صاحب نے متحیر ہو کر کہا۔ جس راہ آپ آئے
ہیں اس راہ کبھی کوئی سواری نہیں آئی۔

ایک رات خواب میں دیکھا کہ جناب ثانی صاحب ستھری اور مرصع تاج
پہنے کھڑے ہیں اور خطبہ دے رہے ہیں۔ سامعین بھی بزرگ صورت ہیں۔
اور مرصع ٹوپیاں پہنے ہوئے ہیں۔ میں آپ کا یہ مقام دیکھ کر بیحد مسرور ہوا۔

اور آپ کو دیکھتا ہی چلا گیا۔



چودھری محمد رفیق صاحب ساکن ڈھکڑانوالی بیان کرتے ہیں۔ کہ اوائل عمر میں "جوانی چناں کہ افتد دانی" پر عمل پیرا رہا ہوں۔ مگر حضرت کے سامنے پہلی پیشی میں ہی نہ جنوں کی پردہ دری رہی نہ خرد کی بخیہ گری رہی۔ اس دن سے لے کر حالت یہ ہے کہ صوم و صلوٰۃ کی پابندی مجھ پر لازم ہو گئی ہے۔ حضرتؒ کی اک نگاہ نے دنیا بدل دی ہے۔ دنیاوی کاروبار میں آپ کی دعائیں میرے شاملِ حال رہتی ہیں۔ اور آج تک خدا کے فضل سے کسی کام میں ناکامی نہیں ہوئی۔

ایک بار ہم آٹھ افراد قتل میں ماخوذ ہو کر حوالات داخل ہو گئے۔ آپؒ نے خواب میں زیارت سے مشرف فرمایا اور کہا "مت گھبراؤ۔" "تمہارے لیے کوئی خطرہ نہیں۔" صبح کو جب نماز اور وظائف سے فارغ ہوا تو مجھے بالکل شاداں و فرحاں دیکھ کر دیگر احباب نے کہا۔ رات کو تمہیں کیا مل گیا ہے؟ میں نے کہا۔ "اطمینانِ قلب"۔ چنانچہ چند دنوں بعد حریفوں سے ہماری پائدار صلح ہو گئی۔ اور کیس ختم۔

آپ کے وصال کے بعد اکثر مجھے خیال آنے لگا۔ دوبارہ چکوڑی میں حاضری کا لطف نہیں رہا۔ وہ حسین اور نورانی صورت دیکھنے میں نہیں آئے گی نہ حضرت کی پیاری گفتگو سنی جا سکے گی ہمارا کیا بنے گا۔ مگر جب جناب صاحبزادہ غلام محی الدین صاحب مدظلہ سے ملاقات ہوئی۔ تو بقول الولد سرٌ لابیہ حضرت ہی جلوہ گر نظر آئے۔ کمال سکون حاصل ہوا۔ الحمد للہ!!

جواںؔ بختِ جہانم گرچہ پیرم

فضل احمد نعت خاں آف منجو چک نے بیان کیا۔ کہ آپؒ موضع آکی تحصیل پھالیہ سے تشریف لا رہے تھے۔ آپ کے ہمراہ چوہدری لال خاں صاحب رئیس آف آکی صوفی علی محمد آف آکی۔ حبیب صاحب خادم خاص حضور اعلیٰؒ اور بندہ تھے۔ قصبہ کنجاہ سے سائیکلوں پر سوار ہوئے۔ چوہدری لال خاں صاحب سے فرمایا کہ فضل احمد کو پیچھے بٹھا لیجیے۔ جب ہم قاضی چک پہنچے تو آپؒ نے فرمایا۔ کہ فضل احمد کو میں اپنے ساتھ سوار کر لیتا ہوں۔ اس فرمان کی سب نے ہی مخالفت کی اور سوء ادبی پر محمول کیا۔ لیکن آپ نے فرمایا جس طرح میں کہتا ہوں۔ اسی طرح ہونا چاہیے الامر فوق الادب کا مفہوم یہی ہے۔ چنانچہ آپ نے مجھے اپنے پیچھے بٹھا لیا اور اس خوبصورتی اور تیزی سے سائیکل چلایا کہ چار میل چلنے کے بعد ٹھٹھہ پل پر سائیکل ٹھہرا لیا۔ اور ہم رکابوں کو تلاش کیا۔ تو دور تک ان کا نشان بھی نہ تھا۔ گویا زمین کی طنابیں کھینچ گئی ہیں۔ آپ نے فرمایا " جواں بخت جہانم گرچہ پیرم "

ایک سال سے میں بعارضہ سوزاک، پتھری سخت بیمار تھا۔ آپ نے میری ہوئی

کو خواب میں فرمایا جلال پور ہسپتال میں داخل کراؤ۔ اس کے مثانے میں ایک پھوڑا ہے
خواب میں دیکھتی ہوں کہ حضور اعلیٰؒ تشریف فرما ہیں۔ اور حضرت خواجہ اجمیریؒ کا
انتظار کر رہے ہیں۔ اتنے میں آٹھ دس آدمی اور بھی آناً فاناً جمع ہو گئے اور عرض
کیا کہ حضور کسی بھی گھر تشریف لے چلیں یا یہیں پلنگ یا کرسی لے آئیں۔ لیکن آپ
انکار ہی کرتے رہے اور فرمایا کہ تم دیکھتے نہیں ہو میں اس دائرہ میں ٹھہرنے پر پابند
ہوں۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے حضرت خواجہ اجمیر تشریف لے آئے۔ رحمت خاں پتی دار
نے عرض کیا۔ ہم آپ کو آج نہیں جانے دیں گے۔ آپ نے اشارہ کیا کہ حضرت خواجہ
اجمیرؒ سے عرض کرو۔ پتی دار دو قدم آگے بڑھا۔ مگر فوراً ہی چاروں شانے چت گر پڑا۔
اور جرأت عرض نہ رہی۔ آپ نے فرمایا۔ پتی دارا مجھے ہی مجبور کر لیتے ہو۔ ذرا جرأت دکھاؤ
چنانچہ خواجہ اجمیرؒ نے جناب کو اپنے ہمراہ لے لیا تمام حاضرین انتہائی خوش کہ حضرت اجمیری رحمتہ
اللہ علیہ کی زیارت ہو گئی ورنہ ہم کہاں اس سعادت کے اہل۔

محمد شریف نے بیان کیا۔ کہ ایک دن آپؒ گھر سے دربار کی طرف آ رہے تھے
میں بھی ہمراہ تھا۔ گھر سے نکلتے ہی نادر ولد کرم الٰہی لوہکڑا سکنہ چکوڑی مل گیا۔ اس نے سلام
کیا۔ آپ نے پوچھا۔ نادر کہاں جا رہے ہو۔ اس نے کہا۔ بہن کے گھر جا رہا ہوں۔
آپ خاموش ہو گئے۔ دس قدم چلنے کے بعد پوچھا۔ نادر کہاں جا رہے ہو۔ اس نے
کہا۔ جی بہن کے گھر جا رہا ہوں۔ آپ خاموش ہو گئے۔ دربار میں داخل ہونے سے پہلے تیسری
بار پھر پوچھا۔ نادر کہاں جا رہے تھے۔ اس نے کہا۔ جناب سچی بات تو یہ ہے کہ میرے
پاس دانے نہیں ہیں۔ سال کا اخیر ہے۔ میں ...... کے گھر جا رہا تھا۔ تاکہ ان سے
دلتے لوں۔ آپ چند منٹ خاموش رہے۔ شاید اس نے کچھ اور کہنا ہو۔ پھر فرمایا

کتنے دانے چاہئیں۔ اس نے عرض کیا۔ کہ فی الحال ایک من کافی ہوں گے۔ آپ نے
مجھے فرمایا کہ گھر جا کر اس کو ایک من گندم دے دو۔ جب وہ گندم لے کر چلا گیا
تو فرمانے لگے کہ ...... کے ہاں سے اسے دانے نہیں ملتے تھے۔ کیوں کہ اس نے
ادھار لینے تھے۔ غریبوں کو ادھار کوئی نہیں دیتا۔ آپ کی روشن ضمیری اور بصیرت
اس قدر زیادہ تھی۔ کہ بیشتر حاجت مند کو سوال کا موقع کم ہی ملتا تھا۔ آپ اس کی
مدد فرما دیتے۔

مرید خاص سید غلام حسین شاہ صاحب آف گجرات ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر نے بیان کیا
ایک دن حضرت نے فرمایا۔ شاہ صاحب ڈھپ سڑی کے قبرستان کی ملحق
ایک کنال زمین خرید لو۔ (موضع ڈھپ سڑی میں ہمارے بزرگ کا مزار مبارک ہے
چنانچہ میں زمین کے انتخاب کے بعد مالک زمین سے ملا۔ اس نے کہا کہ زمین مفت
دوں گا۔ اطمینان رکھیے۔ زمین مذکور مفت لینے کا ارادہ بالکل نہیں تھا۔ مگر وہ مفت
کے سوا بات ہی نہیں کرتا تھا۔

ڈھپ سڑی چھوٹا سا گاؤں ہے۔ لہذا وہاں پٹواری کی تشریف آوری سال
میں دو مرتبہ ہی ہوا کرتی تھی۔ مگر دوسرے دن ہی پٹواری بھی آ گیا۔ زمین کی منتقلی یعنی
زمین کا فرد حاصل کرنا خاص مرحلہ ہوتا ہے۔ وہ یوں بسہولت طے ہو گیا۔ پٹواری صاحب
نے کسی حیل و حجت کے بغیر انتقال درج کر لیا۔ اور تحصیلدار صاحب ایک ہفتہ
کے اندر ہی دربار عالیہ سکھوڑی شریف میں برائے زیارت حاضر ہو گئے۔ اور بغیر
کسی الجھن کے زمین میرے نام منتقل ہو گئی۔

اس انتقال سے جملہ متعلقین حیران تھے۔ کہ وہ کون سی شخصیت ہے جو

شاہ صاحب کو زمین دلوا رہی ہے ۔ نہ کوئی شفعہ کرنے والا نہ کوئی روڑا اٹکانے والا ۔
شاہ صاحب کے دو پیسے بھی خرچ نہیں ہوئے ۔ اور زمین پر شاہ صاحب کا قبضہ ہو گیا ہے
شاہ صاحب کہتے ہیں ۔ کہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی نظرِ عنایت کے صدقے کوئی مشکل مشکل
ہی نہیں رہتی ۔ میرا سینہ نورِ یقین سے بھرپور ہے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ؛

فرمایا :- سید الطائفہ جنیدؒ فرماتے ہیں ۔ اے جماعتِ درویشاں !
فقیر وہ ہے ۔ جس کے دل میں اللہ کے سوا کچھ نہ ہو عوام درویشوں کو اللہ والا سمجھ کر
انہیں پہچانتے اور عزت کرتے ہیں ۔ دھیان رکھو تم خلوت میں اللہ کے لیے کیسے ہو ۔

فرمایا :- جناب سری سقطیؒ اپنے سفرِ حج میں حضرت جنیدؒ بعمر ۱۷ سال کو
اپنے ہمراہ لے گئے ۔ وہاں پیرانِ طریقت کی ایک بہت بڑی جماعت " مسئلہ شکر "
پر گفتگو کر رہی تھی ۔ جناب سری سقطیؒ نے جنیدؒ سے کہا تم بھی زیرِ بحث پر کچھ کہو ۔
حضرت جنیدؒ نے کہا " شکر یہ ہے کہ اللہ کی دی ہوئی نعمت معصیت میں خرچ
نہ کی جائے ۔ اور اللہ پاک کی نافرمانی نہ کی جائے " ۔

تمام بزرگ نہایت مسرور ہوئے ۔ اور چند ایک نے کہا " اے لڑکے اے
ہماری آنکھوں کے نور ! تم نے خوب بات کہی " ۔ اور مسئلہ پر مزید گفتگو ختم کر دی ۔

فرمایا :- ان الکافرین لا مولیٰ لھم " بے شک کافروں کا کوئی دوست نہیں " ۔
وھو یتولی الصالحین " وہ اللہ صالحین سے دوستی رکھتا ہے " ۔
ھنالک الولایۃ للہ الحق " حشر کے دن بادشاہی صرف اللہ کی ہو گی " ۔

یہاں ولایت کے معنی بادشاہی کے ہیں ؛

حاجی فیض احمد صاحب وزیر آبادی نے بیان کیا

میں جب پہلی مرتبہ سفر حج سے واپس آکر حاضرِ دربار ہوا۔ تو آپؒ نے فرمایا۔ حاجی صاحب سفر حج کی کوئی بات سناؤ۔ میں نے عرض کیا۔ میرے ساتھ ضلع ڈیرہ غازی خاں کے ایک حافظ صاحب تھے۔ محمد پور کے رہنے والے۔ انہوں نے خواجہ غلام فرید صاحبؒ کا واقعہ بیان کیا

ایک نیک بخت پیرزن نے حضرت خواجہ نور محمد صاحبؒ کے عرس مبارک پہ حاضری کے بعد واپس چاچڑاں پہنچ کر یونہی ذکر کیا کہ مائی صاحبہ کو چاچڑاں کے چھاج کی ضرورت ہے۔ یہ بات خواجہ غلام فرید صاحب تک بھی پہنچ گئی۔ عشقِ شیخ نے ایک انوکھی تجویز ذہن میں پیدا کر دی

خواجہ صاحب اسی وقت ایک ماہر چھاج ساز کے پاس شیرینی وغیرہ لے کر گئے۔ اور اس کے شاگرد بن گئے۔ جب چھاج سازی میں کمال حاصل ہو گیا۔ تو دو چار چھاج تیار کر کے چشتیاں وارد ہو گئے۔ اور اپنے پیر خانے کے سامنے آواز لگائی۔ "چاچڑاں دے چھج لے لو" مائی صاحبہ نے سن کر خادمہ کو بھیجا۔ چھاج والے سے چھاج منگوا لیئے۔ اور بہت پسند آگئے۔

بحکم مائی صاحبہ خادمہ نے نام اور قیمت پوچھی۔ خواجہ صاحب نے قیمت کے بارے میں کہا۔ مفت۔ مگر نام بتانے سے گھبرائے۔ کہا "فرید بخش"۔ مائی چلی گئی تو خیال گزرا اگر چھاج مفت نہ لیئے گئے تو پھر؟ یہ خیال بجلی کا جھٹکا ثابت ہوا۔ غش کھا کر گر پڑے اور تڑپنے لگے۔ خادمہ تڑپتے دیکھ کر گھبرائی۔ واپس جا کر مائی صاحبہ سے صورت حال بیان کی۔ مائی صاحبہ نے پردے کی اوٹ سے آکر دیکھا۔ اور پہچان لیا۔ منہ پر پانی کے چھینٹے دیئے اور فرمایا۔ غلام فرید! تم بھی منظور اور چھاج بھی قبول۔

آپ واقعہ سن کر بہت محظوظ ہوئے۔ اور دیگر حاضرین مجلس پہ ایک کیفیت طاری ہوگئی۔ آپ نے فرمایا: "کاملین کا قول و فعل یکساں خاصیت اور تاثر رکھتا ہے"۔

خواجہ غلام فرید صاحب کے مزار مبارک کوٹ مٹھن میں لکھا ہوا دیکھا

المومن مرآۃ المومن۔ اللہ پاک کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شیشہ میں دیکھو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے شیشہ میں دیکھو۔

دوسرے سفرِ حج سے واپسی کے بعد صرف ۱۰۰/ روپیہ باقی رہ گیا۔ جناب صاحبزادہ غلام محی الدین صاحب نے علیٰ وجہ البصیرت مجھ سے آمدنی کے بارے میں پوچھا۔ اور کہا۔ حاجی صاحب! آپ نے وظائف میں سے کچھ چھوڑ دیا ہے۔ یا وقت کی پابندی ملحوظ نہیں رکھی۔ میں نے قصیدہ بردہ کے وقت کی تبدیلی کا اعتراف کیا۔ صاحبزادہ صاحب نے فرمایا۔ آپؒ سے اجازت طلب کریں۔ چنانچہ میں نے آپ سے اجازت لے لی۔

چند دنوں میں ہی دولت کی فراوانی ہوگئی۔ اور وظائف کی پابندی وقت کی اہمیت بھی سمجھ میں آگئی۔

چوہدری فضل حسین آف لال واڑی کا بیان ہے۔

میں میرپور خاص (سندھ) سے کراچی ٹریکٹر کا ٹائر خریدنے کے لیے پہنچا۔ چند اصحاب نے مجھے سینما دیکھنے کی ترغیب دی۔ مگر میں نے انکار کر دیا۔ پھر ہم سب دوست کلفٹن چلے گئے۔ وہاں بھی عیاشی، نظر بازی کے نظارے ہی دیکھنے میں آتے۔ چنانچہ میں اپنے ساتھیوں سے الگ ہو کر وہیں ایک[1] بزرگ کے مزار پر

---

[1] یکے خلفائے لال شہباز قلندرؒ

معتکف ہوگیا۔ وہاں مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی۔ گویا میں چکوڑی شریف میں جناب خواجہ غلام سرورؒ، حضرت خواجہ سید ظفر علی شاہ صاحبؒ کے حضور بیٹھا ہوں۔ دل میں اتنا شدید جذبہ بیدار ہوا کہ سب کو چھوڑ چھاڑ چکوڑی شریف پہنچ گیا۔ جب میں سلام و نیاز سے فارغ ہوا۔ تو جناب ثانی صاحب فرمانے لگے کہ فضل حسین تم کراچی گئے تھے۔ اور کس دربار میں حاضری دی۔ میں نے عرض کیا۔ کہ کلفٹن والے دربار میں فرمانے لگے۔ کہ پیر منگا جانا تھا۔ کیونکہ پیر منگا صاحب جناب باوا صاحب فرید شکر گنجؒ کے خلفا میں سے تھے۔

میں اور صوفی احمد دین آف کنجاہ چکوڑی جانے کے لیے کنجاہ سے چلے۔ راستہ میں اپنی تکالیف اور حادثاتِ زمانہ کا ذکر ہوتا رہا۔ ہم نے پختہ ارادہ کرلیا کہ آج وہاں پہنچتے ہی حضرت سید ظفر علی شاہ صاحب سے غالبؒ کے تتبع میں ع

دامن کو اس کے آج حریفانہ کھینچیے

پر عمل پیرا ہوں گے۔

ہم سلام و آداب ہی بجا لائے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ چوہدری فضل حسینؒ عقل کی زندگی فکر کے ساتھ۔ قلب کی زندگی ذکر کے ساتھ اور حیاتِ آخروی عمل صالحہ کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔"

یہ سنتے ہی ہمیں فکر اور تردد سے نجات مل گئی۔ اور ہماری راہ کی گفتگو دھری کی دھری رہ گئی۔

میں بہاولنگر میں مقیم تھا۔ اور جناب خواجہ غلام سرورؒ کا وصال ہوچکا تھا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ ایک وسیع و عریض میدان ہے۔ جناب ثانی صاحب شاہانہ لباس میں

ملبوس اور ایک دوسرے صاحب میدان میں کھڑے ہیں۔ اور اچانک نظر سے اوجھل ہوگئے۔ میدان کے ایک کونے میں روضہ مبارک ہے۔ نہایت خوبصورت۔ میں خیال کرتا ہوں۔ (شاید امام حسین علیہ السلام کا روضہ ہے) یا پیر و مرشد جناب خواجہ صاحب کا ہے۔ دو ماہ بعد جب میں چکوڑی شریف آیا تو جناب ثانی صاحب نے فرمایا کہ چوہدری غلام حسین صاحب چلے گئے ہیں۔ نہایت عمدہ خوابیں سناتے تھے۔ مجھے بھی اپنی خواب کا خیال آیا۔ وہ میں نے عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ لباس شاہانہ میرا نہ تھا۔ بلکہ حضرت خواجہ کا تھا۔ اور وہ روضہ بھی ان کا تھا۔ چنانچہ کئی سال بعد جب روضہ تعمیر کیا گیا۔ تو بالکل وہی نقشہ تھا۔ جس کا مشاہدہ مجھے خواب میں کرایا گیا تھا۔

بابا گھنا کا بیان ہے۔

کہ میں آپ کے برادر اکبر جناب خواجہ غلام دستگیر صاحبؒ کا ہم عمر تھا۔ اور اکٹھے ہی پڑھتے رہے۔ مگر میں نے تعلیم چھوڑ دی۔ اور خواجہ غلام دستگیر صاحب نے نصاب تعلیم اختتام تک پہنچایا۔ میں جناب کی خدمت میں آخر تک حاضر رہا۔

ایک بار جناب پیر صاحب گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ چکوڑی شریف تشریف لائے۔ آپ کے والد صاحب جناب حافظ محمد چراغ رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے بھی پیر صاحب سے بیعت کرا دیا۔ پھر میں خواجہ غلام سرور صاحب کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ اور آپ کے یوم وصال تک آپ کی خدمت میں حاضر رہا۔ آپ میری ہر مشکل میں زندگی بھر آڑے آتے رہے۔ اور مشکلات میں سے مجھے یوں نکال لیتے تھے۔ جیسے مکھن میں سے بال نکال لیا جاتا ہے۔ ۱۹۵۲ء سے میں آپ ثانی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ آپ بالکل اپنے بھائیوں کی طرح مجھ پر مہربان رہے۔

سورج غروب ہونے سے قبل آپ سیر کے لیے بلاناغہ تشریف لے جاتے تھے ۔ مجھے فرماتے ۔ گھبنا ! میرا بستہ اندر رکھوا اور تیار ہو جاؤ ۔ آپ کے بستہ کے نیچے بارہا کبھی ایک روپیہ کا نوٹ کبھی پانچ کا کبھی دس کا پڑے ہوئے مل جاتے ۔ وہ میں اٹھا لیتا اور سیر اور نماز مغرب کے بعد جب آپ کے ہمراہ ڈیوڑھی پر پہنچتا تو وہ نوٹ آپ کی حضور پیش کر دیتا ۔ مگر آپ وہ مجھے ہی بخش دیتے ۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ۔ کہ آپ نوٹ عمداً بستے کے نیچے رکھ دیتے تھے ۔ اور وہ جس مالیت کے بھی ہوتے مجھے عنایت فرما دیتے ۔ آپ اسی بہانہ میری پرورش فرما دیتے ۔ اب میری حالت یہ ہے بقول میر تقی میر ع ۔ ہم دل کو پکڑ کر بیٹھ گئے جب تیرا کسی نے نام لیا ۔

میں بچپن سے لے کر اسی خاندان کا خادم ، دست نگر بلکہ پروردہ ہوں ۔ اور تینوں بھائیوں کی یکے بعد دیگرے خدمت کرتا رہا ہوں ۔ اور تینوں بھائی مجھ پر اس قدر مہربانیاں فرماتے رہے ہیں کہ میرے ضبطِ بیان سے باہر ہیں ۔ میرے کئی غلط اقدامات سے مجھے محفوظ کر لیتے تھے ۔ اب مجھ بوڑھے کو سخت کس مپرسی کی حالت میں روتا بلبلاتا چھوڑ کر رخصت ہو گئے ہیں ۔ حالانکہ موت کی راہ میں تک رہا تھا ۔ یہ موت سے کیا غلطی ہوئی کہ اس شہزادے اس جوان اور میرے یوسفِ ثانی کو اچک کر لے گئی ۔ اور ہمیں سینہ کوبی کے لیے تڑپتا چھوڑ گئی ہے ۔

ع ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے

حاجی حرمین الشریفین و زائر دیگر مقامات مقدسہ بغداد ، کربلا معلی ، نجف اشرف وغیرہ فیض احمد صاحب وزیر آبادی نے ذخیرہ نمائر بچاں کے حافظ صاحب کی زبانی روایت بیان کی ۔ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں فرمایا " ایک رات

ایسی بھی آئے گی ہمارے گھر میں آگ اور پانی نہ ہوگا"۔ یہ بات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گوش گزار ہوئی۔ تو حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنا معمول بنالیا۔ کہ ہر رات آگ اور پانی لے کر دروازے کے باہر بیٹھ رہتے۔ شاید کس وقت آپؐ کو آگ یا پانی کی ضرورت پڑ جائے۔

کچھ وقت گزرنے کے بعد فی الواقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر وہ رات آگئی۔ حضورؐ گھر کے اندر یہی گفتگو فرمارہے تھے۔ عاشقِ صادق یارِ غار یار بدر و قبر رضی اللہ عنہ نے دروازہ پر دستک دی۔ اور دونوں چیزیں حضورؐ کے پیش کر دیں حقیقت حال کی وضاحت کے بعد کی کیفیت درگفتن نمی آید۔ صلی اللہ علیٰ حبیبہٖ محمد وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

حضرت شاہ نیاز احمد صاحب بریلویؒ حضرت صدیق اکبرؓ کی جناب میں یوں ہدیۂ نیاز پیش کرتے ہیں۔

امیر المومنین صدیق اکبرؓ — امام المسلمین صدیق اکبرؓ
رئیس العاشقین صدیق اکبرؓ — رئیس العارفین صدیق اکبرؓ
رفیق مصطفےٰؐ در غارِ تاریک — نبودہ غیر ایں صدیق اکبرؓ
نثار ما حضر بر مصطفےٰؐ کرد — برائے کار ایں صدیق اکبرؓ
امام ہر کہ ومہ از صحابہؓ — کہ شد لے دل جز ایں صدیق اکبرؓ
باجماع صحابہؓ شد مقرر — نبیؐ را جانشیں صدیق اکبرؓ

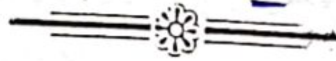
نیازؔ از بہر آں مداحش آمد
کہ بوداست ایں چنیں صدیق اکبرؓ

جناب صابر اللہ شاہ صاحب کا نذرانۂ عقیدت :-

تو آں رفیق خاص کہ در ہر سفر حضر | باشی حضور بارگہ سید البشر
در غار ثور ثانی اثنین جز تو کیست | اے حضرت عتیق ابوبکر مقتدر
حاصل شدہ بسعی تو اسلام را فروغ | اے جانشین خاص شہنشاہ بحر و بر

صابر بگفت وصف تو صدیق ایں قدر
بعد از نبی بزرگ توئی قصہ مختصر

از انبیاء



سید نذیر حسین شاہ صاحب بخاری ساکن ٹبی تار تحصیل پھالیہ حضور خواجہ غلام سرور صاحبؒ کے بڑے مخلص مرید ہیں۔ انہوں نے حضورؒ کی شان میں ایک منظوم (مسدس) کتابچہ بھی شائع کیا ہے۔ بیان کرتے ہیں۔

میں نے اپنے لڑکے غلام محی الدین شاہ کو آپؒ کی ممانعت کے باوجود انگلینڈ بھیج دیا۔ وہاں پہنچ کر اس کے ساتھ جو سلوک ہوا اُسے یوں سمجھیے۔

ط آ کے بیٹھے بھی نہ تھے اور نکالے بھی گئے۔

پھر بشیر حسین شاہ کو آپ کی اجازت سے بھیجا ہوا ہے۔ وہ اللہ کی مہربانی اور آپؒ کی دعا سے وہیں کام کر رہا ہے۔ اب میرے ایمان میں یہ بات داخل ہو چکی ہے کہ ہر کام میں اپنے پیر و مرشد سے اجازت حاصل کرنی بالکل ضروری ہے۔

ایک بار دربارِ عالیہ کی جانب رواں تھا۔ اور نہایت ذوق شوق سے کہہ رہا تھا۔

قسماں کھالیاں نے | سارا جگ چھڈ کے جناں اکھاں تیرے نال لا لیاں نے

پھڑی دی جھاں کرے   جتھے ماہی آپ وسیں اوتھے میری وی تھاں کرے

حضورؒ فرماتے ہیں، بوہل وڈا ہندا جائے وا تسیں بھوہڑے نال ہو بھد ے رہیو:

ایک بار آپ کے ہمراہ گجرات گیا۔ حکیم الطاف حسین شاہ کی دکان پر رونق افروز تھے۔ مجھے فرمایا۔ بازار کی طرف دیکھو۔ کثرت میں وحدت کے نظارے" میں نے بازار کی طرف نگاہ اٹھائی۔ تو فلم کی ریل کی طرح مختلف آوازیں۔ مختلف صورتیں۔ حسین سے حسین تر خالقِ کائنات کی تخلیق کے نظارے نظر سے گزرنے لگے۔ مجھ پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوگئی۔

اے محبِ مصطفےٰؐ دینِ نبیؐ کے آفتاب!   حضرت پیر ظفرؒ قطب زماں عالی جناب

ہوں نذیر پرخطا لیکن غلام سرورؐم   ہو عطا بیمارِ جاناں کو شراب لاجواب

مستری فتح محمد ٹبی تارا نے بیان کیا۔ میں اپنے اعمال سیئہ سے اکثر پریشان رہتا۔ ایک بار آپ کے ہمراہ چل رہا تھا۔ مگر اپنی بد اعمالیوں سے دل میں شرمسار تھا اسی بنا پر آپ کی اردل میں چلنے سے گریز چاہتا تھا۔ معاً آپ نے فرمایا۔

جو بیوپاری مال خرید لیتا ہے۔ تو اس کے عیوب بھی خرید لیتا ہے:

آپ کی اس روشن ضمیری اور تسلی سے دل باغ باغ ہوگیا۔ گویا دل سے بہت بڑا بوجھ اُتر گیا۔

نذیر حسین شاہ صاحب نے بیان کیا میں ٹبی تارا سے ہجرت کرنا چاہتا تھا مگر آپ نے مجھے فرمایا" شاہ صاحب! ایک کنال زمین خرید لو اور یہیں رہو۔ میں غریب آدمی زمین خریدنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ مگر آپ کی عطا اور دریا دلی کے صدقے۔ زمین بھی لب سڑک مل گئی۔ مکان کی تعمیر بھی ہوگئی:



میرے شیخ طریقت ماہ تاب چشت پیر روشن ضمیر کے چالیسویں پر ایک مجلس عقیدت مندان و احباب میں یہ بات زیر غور و فکر آئی کہ آں جنابؒ کی سیرۃ طبع کرائی جائے تاکہ ہماری اولادیں مردانِ راہ کی سیرۃ کے مطالعہ سے اپنی سیرۃ بنا سکیں۔ اس مادہ پرست و تاریک ماحول میں جبکہ ہمارے ۸۰ فیصد ادیب ملحدانہ اور فحش لٹریچر ملت کے نونہالوں میں پھیلا رہے ہیں۔ اور موجودہ دنیا کی بڑی طاقتیں امریکہ و روس وغیرہ فرزندانِ اسلام کو قرآن پاک اور بزرگانِ امتؒ کی تعلیم سے دور رکھنے کے لیے کروڑوں ڈالر روپیہ خرچ کر رہی ہیں۔ غدارانِ ملت اور منافقین کو بیش بہا مشاہروں پر ملازم رکھا ہوا ہے۔ یطفئو نور اللہ بافواھھم مگر ان کو کیا معلوم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون اپنی ملت کے نوجوانوں کے لیے ایک قندیل نور کو روشن کیا جائے۔ اور اس یقین کے ساتھ کہ بہر صورت اسلام کا بول بالا ہوگا۔ خداوندِ دو عالم کا وعدہ ہے۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ و لو کرہ المشرکون ترجمہ: اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو دین حق اور ہدایت کے ساتھ بھیجا۔ تاکہ اس کو سب ادیان پر غالب کرے اگرچہ مشرکوں کو بیحد گراں گز

احباب نے یہ فرض مجھے سونپا۔ اللہ کریم اور بزرگوں کا روحانی فیض میری رہنمائی فرمائے، اس سلسلہ میں دور دراز رہنے والے احباب سے خط و کتابت کی۔ سو میل کی مسافت پر رہائش پذیر ارادت مندوں سے بالمشافہ مل کر ان کی ارادتِ قلب معلوم کی۔

تاکہ واقعات کی صحت میں شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ کیونکہ مشائخ کی سیرۃ نگاری میں عقیدت مندانہ مبالغہ مباح سمجھا جاسکتا ہے۔

صوفی احمد دین صاحب صراف ساکن کنجاہ پینتالیس سال سے اس بارگاہ عالیہ میں حاضری دے رہے ہیں۔ اور اس خاندان کے فیوضات سے مالا مال ہیں۔ انہوں نے مجھے اپنی ڈائری، حضرتؒ کے خطوط بنام صوفی احمد دین اور ایک کاپی مجھے عنایت فرمائی ہے تاکہ ان کا انتخاب درج کیا جائے۔ آں جناب نے اپنے قلم سے ایک سفر (گولڑہ شریف) لکھا ہے۔ قارئین اسے مطالعہ فرمائیں اور قلب ونظر کو شاداب کریں۔ وھوھذا!

جمعرات ۵ ۸/۵۴۔ درگاہ عالیہ چشتیہ قادریہ گولڑہ شریف زاد شرفہٗ حاضر ہوئے۔ قبلہ کونین حضرت پیر صاحب مدظلہ العالی کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ صوفی احمد دین چشتی کنجاہ۔ لال حسین شاہ طال عمرہٗ و زاد قدرہٗ، حبیب اللہ خاں صاحب ہمراہ تھے۔

حضرت صاحبزادہ السید غلام محی الدین شاہ صاحب، حضرت صاحبزادہ شاہ عبدالحق صاحب۔ ملک سلطان محمود صاحب۔ السید محمد لطیف شاہ صاحب، مخدوم منظور حسین شاہ صاحب اسسٹنٹ مال افسر صابریہ منزل ملتان۔ سیٹھی منظور حسین پشاور۔ مولوی پستول صاحب کی ملاقات و نیاز قابل تذکرہ ہے۔

ہفتہ ۷ ۸/۵۴ گولڑہ شریف دام شرفہٗ ۱۱ بجے کی گاڑی پر سوار ہو کر راولپنڈی سے کوہ مری اور لوئر ٹوپہ پہنچے۔ شیخ مظفر احمد صاحب کلرک دفتر R.P.A.F کی رہائش گاہ پر رہے۔ سرسبز کوہسار کا دلفریب نظارہ گل پوش وادیوں کا دلکشا منظر سحر آفریں ہے۔ مناظر قدرت وحسن فطرت۔ دعوت نظارہ دے رہا ہے۔ مری واقعی کشمیر جنت نظیر کا قطعہ ہے۔ موئے قلم کیفیات وجذبات کی تصویر نقل کرنے سے قاصر ہے۔ اس کا تعلق

مشاہدہ عین سے ہے۔ من شاء فلینظر اسرار بیں نظروں میں جملہ اشیا کون ومکان ایک عبارت ہے۔ اور اس کا معنی اللہ تبارک وتعالیٰ فلکل عبارت وانت المعنیٰ

دید اپنی کی تھی خواہش　　　آپ کو ہر طرح بنا دیکھا

اگوار ۸ ۵۴ سبزہ بدوش پہاڑیوں کے نشیب وفراز کا چکر لگایا۔ اور مختلف دیہاتی مقامات کا دورہ کیا۔ بادلوں کے غبارہ بارش برساتے مختلف سمتوں میں محوِ خرام تھے۔ گل بدوش پودوں اور فلک بوس اشجار دعوت نظارہ دے رہے تھے۔ سیب انار ناشپاتی وغیرہ درخت اپنی بہار عروسی میں محو رقص وخرام تھے۔ اور باد برسات کے ساتھ ہم آغوش ہو رہے تھے۔ شعلہ نوا شاعر اور آتش بیاں خطیب کے جذبات کو برانگیختہ کرتے تھے۔ حضرت مولانا ظفر علی خانؒ صاحب اور جناب خان محمد ایوب خاں صاحب کمانڈر انچیف افواج پاکستان یہاں ہی تشریف فرما ہیں۔ محمد ایوب اور ان کی والدہ کل شام کو اپنے پیر ومرشد کے آستانہ عالیہ دلیل شریف لے گئے۔ اور مظفر احمد کے ساتھ استفسارانہ طور پر مکالمہ ہوا۔ لال حسین شاہ اطال اللہ عمرہٗ۔ صوفی احمد دین چشتی حبیب اللہ خاں۔ شیخ مظفر احمد صاحب تھے۔ جمال وجلال کا یکجا باہم امتزاج نور علیٰ نور ہے

دلبری بے قاہری جادوگری است
دلبری با قاہری پیغمبری است

صوفی صاحب کے اس متبرک اور علمی خزانے کو من وعن شائع کرنے کے لیے ایک الگ کتاب کی ضرورت ہے۔ کیونکہ مرقعات وخطوط بنام صوفی صاحب ۱۹۲۷ء آپ کے یوم وصال ۶ جون ۱۹۷۳ء تک کے محفوظ ہیں۔ ڈائری کے اندراجات ۱۹۵۳ء کے ہیں۔ کاپی میں ۱۹۵۴ء کے واقعات درج ہیں۔ ان میں آپ کی بعض

مجالس کا ذکر ہے کچھ کرامات کا بیان ہے۔ ان کا اقتباس و انتخاب ہدیہ قارئین ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا۔ کسی شخص نے حضرت سعدیؒ کو کھانے پر مدعو کیا۔ آپ پھٹے پرانے کپڑے پہن کر میزبان کے گھر پہنچ گئے۔ اس نے گدا سمجھ کر نکال دیا تھوڑی دیر بعد عمدہ لباس پہن کر دوبارہ گئے۔ صاحب خانہ نے جناب سعدیؒ کو صدر مجلس بنایا اور بہت عزت و تکریم کی۔ جب مدعوین کے آگے انواع و اقسام کے کھانے رکھے گئے۔ تو سعدیؒ صاحب نے کرتے کی آستین اور عمامہ کے پلّو کو شوربے میں ڈبویا اور کہا "کھاؤ" میزبان اور دیگر حاضرین دعوت نے متعجب ہو کر کہا حضرت یہ کیا؟ آپ نے کمال متانت سے کہا "یہ پُر تکلف کھانے میرے کپڑوں ہی کے لیے ہیں۔ میں اپنے حصے کے دھکے کھا چکا ہوں"۔

ایک دن غریب نوازؒ کی خدمت میں حاضر تھا تو میرے آقا نے یہ ارشاد فرمایا۔ ؎

اکو دید ہادی دی باہو مینوں لکھ کروڑاں حجاں ہُو (سلطان باہو)

۵۴/۲ ۲۲ کو غریب نواز کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو حضور نے ارشاد فرمایا۔ ایک دفعہ ہم موضع دلیانہ میں گئے۔ وہاں ایک فقیر سے مصافحہ کیا۔ تو اس نے ہمارے ہاتھ چوٹے اور کہا "یہ ہاتھ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں"۔

۵۴/۲ ۱۷ ایک دفعہ میں نے غریب نوازؒ سے اپنی ایک تکلیف کا اظہار کیا۔ تو ارشاد ہوا سورہ عبس گیارہ مرتبہ ایک روڑہ پر پڑھ کر روڑہ جلا دو۔ گیارہ روز ایسا ہی کرو۔ میں نے تعمیل کی اور تکلیف رفع ہو گئی۔

۵۴/۱ ۱۰ میں آپؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک مولوی صاحب سکنہ بھرانے بیس

سال قبل کا ایک واقعہ سنایا۔

میرے جانور چوری ہو گئے۔ میں جناب خواجہ غلام سرور صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور جانوروں کی بازیابی کے لیے عرض کیا۔ حضور نے فرمایا۔ چلو جناب سائیں صاحب (خواجہ غلام دستگیر صاحبؒ) سے درخواست کریں۔ جناب سائیں صاحب نے ارشاد فرمایا۔ "رات کو یا حفیظ کا ورد کرتے ہوئے سو جاؤ۔"

صبح کو جانوروں کا کھوج مل گیا۔

۲۳ $\frac{1}{52}$ - حاضرِ دربار ہوا۔ قدم بوسی کی۔ آپؒ نے فرمایا۔ اہل اللہ کی ملاقات کے لیے محبت سے جو ایک قدم چلتا ہے۔ تو وہ حضرتؒ اُسے اس قدر نوازتے ہیں۔ کہ کوئی کمی باقی نہیں چھوڑتے۔ اپنے فیوضات سے مالا مال کر دیتے ہیں۔"

$\frac{2}{52}$ ۵ - آستانہ عالیہ پر حاضر ہو کر قدم بوسی کی۔ شاہانہ دربار لگا ہوا تھا۔ پہلے قوالی ہوئی۔ مجلس میں ملحقہ دیہات کے روساء مودب بیٹھے تھے۔ آپؒ نے فرمایا۔ "درویش پر بعض اوقات یہ کیفیت طاری ہوتی ہے۔ کہ کسی طالبِ دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں کرتے۔ محض حضور کے طفیل عوام کا یقین محکم قبولیت دعا تک پہنچ جاتا ہے۔ ڈائری پر یہاں آپؒ کے قلم سے یہ اشعار لکھے ہوئے ہیں۔

کیا ہے خلق مجھے باوجودِ علم گناہ
یہ ابتدا ہے کرم کی تو انتہا کیا ہے

نوازشں ہائے بیجا دیکھتا ہوں
شکایت ہائے رنگیں کا گلہ کیا (غالب)

زلفیں بکھیر دے کہ زمانے کو علم ہو
ظُلمت حسین تر ہے شبِ ماہتاب سے (عدم)

ایک دن ارشاد فرمایا۔ تین فرید ہوئے ہیں۔ تینوں بے مثل فرید الدین عطا

فریدؒ شکر گنج ۔ غلام فریدؒ

۲۶-۳-۵۲ ۔ دربار عالیہ سے آپ کی اردل میں موضع آکی جانے کے لیئے چلے۔ نہر پر جہلم کے کنارے پہنچے۔ آپؒ نے فرمایا۔ شاید بارش ہو۔ روانہ ہوئے تو بارش شروع ہوگئی۔ آپ نے شیخ صاحب سے فرمایا سات مرتبہ پڑھو۔ " شاہ رحمے بھنے دانے مینہ راڑے پاڑے " خدا کی قدرت سے بارش ختم ہوگئی۔

صوفی صاحب کی ڈائری میں آپ کا غیر مطبوعہ سلام بحضور رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم ایک غزل اور کچھ پسندیدہ اشعار درج ہیں۔

سلام بحضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

السلام اے تاجدارِ کائنات ۔ السلام اے سیّد والاصفات
السلام اے رحمۃ للعالمین ۔ السلام اے مرکزِ اسرار دیں
السلام اے زیبِ بزمِ انبیاء ۔ السلام اے مخزنِ جود وعطا !
السلام اے باعثِ ایجادِ کل ۔ السلام اے ہادیٔ ختم الرسل
السلام اے سایۂ لطف ۔ الٰہ ۔ السلام اے نازشِ تاج کلاہ
السلام اے دولتِ دنیا ودیں ۔ السلام اے مہبطِ روح الامیں
السلام اے نورِ وحدت السلام ۔ السلام اے مہرِ فطرت السلام

کرتے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

آدمی دید است باقی پوست است | دید آں باشد کہ دیدِ دوست است!
جسم را باید گداز اندر نظر! | در نظر رو در نظر رو در نظر!
پس قیامت شو قیامت را ببیں | دیدنِ ہر چیز را شرط است ایں!

یہی تعریف انسان کامل کی ہے۔ انسان کامل کی صحبت اختیار کرنے سے ہی انسان کامل بن سکتا ہے۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

الصحبت مُؤثر | صحبت بڑی اثر انداز ہوتی ہے

اس پر حضرت ثانی صاحبؒ یوں ارشاد فرماتے تھے۔ ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے۔ کہ لاکھوں چیزیں خاک میں مل کر خاک بنتی ہے۔ پانی میں مل کر پانی بنتی ہیں آگ میں مل کر آگ۔ ہوا میں مل کر ہوا۔ اگر روزمرّہ کا مشاہدہ جو دیکھنے میں آتا ہے غور کیا کیا جائے۔ تو جو روٹی کھاتے ہیں۔ دانتوں سے چبا کر جب معدہ میں جاتی ہے۔ تو معدہ گندے اجزا کو اُمعا میں اور جو اچھی چیز ہوتی ہے اس کو جگر کی طرف پہنچا دیتا ہے۔ جو حصّہ جگر میں پہنچ جاتا ہے۔ جگر اُسے اپنی کیمیاوی صحبت سے مستحیل بہ دم کر دیتا ہے۔ روٹی بدل کر خون بن جاتی ہے۔ پھر رگ ماسریقا کے ذریعے جب خون قلب میں جاتا ہے۔ دل اپنی کیمیاوی صحبت سے جان بنا دیتا ہے۔ اب وہ غذا ایک ایسی لطیف ہو جاتی ہے۔ جس کو قوتِ باصرہ دیکھ نہیں سکتی۔ اور سیکنڈ کے ہزارویں حصے سے پہلے بدن میں پھیل جاتی ہے۔ اور پھر جس استعداد کا کوئی عضو ہوتا ہے۔ اس کو فیض پہنچاتی ہے۔ کانوں کے پیچھے قوت سامعہ بنتی ہے۔ آنکھوں کے پیچھے قوتِ باصرہ ناک کے پیچھے قوتِ شامہ منہ میں قوت ذائقہ۔ اعصاب میں قوتِ لامسہ۔ دماغ میں کہیں حافظہ۔ کہیں متوہمہ۔

قارئین دعا فرمائیں کہ ان پاک لوگوں کا دامن پاک نصیب ہو۔ اور آخرت میں سنگت نصیب ہو۔ اللہ تعالےٰ بطفیل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے پاک سیرت لوگوں کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے

دلوں کو فکرِ دو عالم سے کر دیا آزاد
میرے جنوں کا خدا سلسلہ دراز کرے

خادم درگاہ عالیہ سروڑیہ چکوڑی شریف
سید محمد افضل شاہ غفرلہٗ باگڑیانوالہ



چوہدری غلام حسین صاحب (152/10R چک 53 ضلع ملتان)

راقم الحروف نے چوہدری صاحب کو دو چار چٹھیاں لکھیں۔ ان کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔ چوہدری صاحب نے میرے حضرت کو کس رنگ اور کس مقام پر فائز دیکھا۔ میں اسے بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ نہ ہی بیان کرنے کی ضرورت سمجھتا ہوں۔ ان کے قلم ہی سے ان کے جذبات دیکھئے۔ مجھے ان سے سخت گلہ ہے دراصل انہوں نے دریا سے چند قطرے بخش دیئے ہیں۔

از ٹیوب ویل چک 53 / 150R   786

صاحبزادہ صاحب لطفنہ سلامت

السلام علیکم! مجھے آپ کا والا نامہ ملا جس میں بخاری صاحب کے ارادہ سے مطلع فرمایا۔ میں قلم لیکر بیٹھا خیال تھا کہ چند معروضات

یومِ استقلالِ پاکستان

۱۵- اگست ۱۹۴۸ء

یوم استقلال آمد چوں نگار — عظمت اسلامیاں را یادگار
سرخی خونِ شہیداں را بہار — سطوتِ عہدِ گذشتہ را وقار
شہبازِ حریت تسخیر کرد — شہرِ ملت راہمہ تعمیر کرد
یومِ آزادی پاکستان شد — موجبِ فتح و ظفر ایران شد
باعث نام و نمود افغان شد — شوکتِ آور شکِ انگلستان شد
شیرِ ملت از وقارش پرُوقار — کشور جمہور را شد شہریار
المومنون اخوۃ را بانہ یاب — جشن استقلال را این آفتاب
از برائے خرمن باطل شہاب — از برائے اہل حق این ماہتاب

تاقیامت باد دین راپشت درو
جانشینانِ او د جمہوریہ اد!!



نائبِ حق ہم چو جانِ عالم است
ہستئ او ظلِ اسمِ اعظم است
از رموزِ جزو کل آگاہ بود!!
در جہاں قائم بامر اللہ بود

؎ قائدِ اعظم

پیکرِ تخلیق و تعمیر

(عورت)

یک تصویر را دو رخ

انقلابِ آفرینش طلعتش — اجتہادِ رنگ و بو یک جنبشش
عشق و مستی را خمار از ساغرش — غارتِ دیں کردہ زلف کافرش
مایۂ تخلیق آمد آں نگار — از سرور سوز و رقت دلفگار
شعلہ بار و فتنہ زا و حشر خیز! — نکتہ سنج و دلربا و نغمہ ریز

ساعد سیمیں کمندش شیر گیر
گل عذارش دل فریب راہگیر

تاجداراں از جلالش پر فغاں — بر زبانِ سالکان رفت الاماں
حریت را طلعت او درس گاہ — سبق آموزِ شہادت یک نگاہ
در جہادِ زندگی پختہ کنے — ہر شگافِ قوم را بخیہ زنے
ملت از تعمیر او شبیر الٰہ — باطل از تخریبِ او در زلزلہ

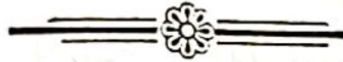
طاقتِ او قوتِ پروردگار
روزِ ہیجا تیغ او شد شعلہ بار

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

آسماں را اوج و رفعت سوئے او

محبت کے پھولوں کی دنیا میں آیا　　گلِ ارغواں بن کے ہر سمت چھایا
وہ حسن و جوانی کی پُر کیف راتیں　　وہ عشقِ مجازی کا ہر طرف سایہ
وہ ابرِ بہاری ہے مخمور آیا　　وہ میخوار و مینا و مے ساتھ لایا

وہ بے رنگ ہر رنگ میں دیکھ لو
وہ شاعر کے رنگیں تخیّل میں آیا



رخِ نرم گلرنگِ عذرا میں دیکھو　　بنا موجبِ کشش وامق سارا
شبِ زلفِ لیلیٰ میں آباد ہو کر　　کیا قیس کو عمر بھر دشت پیما



اسی کا ظہور اور اسی کے مظاہر　　وہی شمس و قمر اور قطبی ستارا
وہی ظاہر و باطن و اوّل آخر　　وہی عاشق و عشق معشوق سارا
وہ محمود، حامد، محمد، حمید　　ظفرؔ عشقِ احمدؐ کا ہے راز نیارا

شعر

جب کیف خدا برساتا ہے مخمور ہوائیں آتی ہیں
اک جام کے بدلے ساقی کی ہر روز خوشامد کون کرے

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

از ہزیمت خنجر آں پہلواں
شیر گردوں گشت گردندہ نہاں :

موت از پیکارِ او لرزندہ تر
لشکر از یک حملہ او گردندہ تر

شیرِ جنگی پیشِ او روباہ بود
مردِ میداں پیشِ او چوں کاہ بود

در وغا عزمش مثالِ کوہ بود
گرچہ پیشش لشکرِ انبوہ بود

فتح و نصرت پیشِ او ہمچو غلام
عَلَمِ حقّش را بود صد صد سلام

نعرۂ او فلک را کردے شگاف
تیغِ او را دیدہ قیصر در مصاف

بود آں تیغ خدا اندر مصاف
شیرِ حق را بود بر آں فخرِ صاف

بازوئے حیدرؓ عمرؓ را دست بود
فاتحِ ایران و شام و رے است بود

از دمِ او پہلوانی زندہ گشت
شیر مردی از دمش پائندہ گشت

زندگی را از وجودش زندگی است
روح را از روحِ او پائندگی است

از برائے ما مثالِ اوست بس



غزل

کسی رنگیں ادا کا بانکپن ہے قلبِ مضطر میں
کوئی بحرِ حقیقت موجزن ہے اشکِ اصغر میں

کوئی بن کے شب دیجور چشمِ حور میں آیا !
کوئی بیدادگر بیٹھا ہوا ہے تیر و نشتر میں

کسی کی چشم میگوں میکشوں کو آبِ حیواں ہے
کسی کی نیم وا آنکھیں کھلی ہیں تیغ و خنجر میں

کسی ساقی کا عکسِ رو پڑا ہے جامِ رنگیں میں
یا غوطے مجھ کو گویا دے رہے ہیں حوضِ کوثر میں

غبار کارواں اب ہو گیا ہے محو نظروں سے
نشانِ نقشِ پا مسحور کن ہے ایک منظر میں

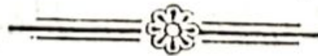


شعر

محمدؐ کی غلامی ہے شہنشاہی دو عالم کی
عرب کی خاک سر پہ رکھ خدائے دوسرا ہو جا

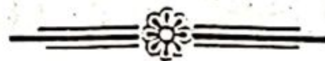
دائرۂ معرفت را مرکز است

شاہدِ رعنا عذارش دلفریب
بلبل و گلہائے رنگیں زیرِ جیب!
حسن رنگیں گشت از دیدارِ او
سجدہ گاہِ عاشقاں دیوارِ او!
رونق از وے کعبہ و بت خانہ را
محفل از وے ساقی و پیمانہ را
از حدودِ کفر و ایماں برتر است
از شرابِ عشق چشمش احمر است
در ہوائے چرخِ نیلی جرّہ باز
در فضائے لامکانش ترک تاز
آفتاب درمیانِ ذرّۂ!!
شیرِ نر در پوستینِ برّۂ!



قائدِ اعظمؒ

قوم و ملّت از وجودش تاجدار
جانبازاں از دمِ او جاں نثار
مطلعِ ہندوستاں را آفتاب
عظمتِ اسلامیاں را بازیاب؛
قصرِ پاکستان را معمار شد؛
قومِ خفتہ از دمش بیدار شد
راہ بین و راہنما و راہرواں
جانباز و جاں نثار و جاں ستاں



دو شعر

غازۂ خونِ شہیداں از وے است!
غمزۂ ماہ جبیناں از وے است
شہرۂ حسن بتاں از روئے او!
جلوۂ حسنِ ازل در کوئے او

تعاون

از تعاون قومِ تو گردوں وقار
از تعاون ملتِ تو استوار !

از تعاون گنبدِ گرداں توئی !
از تعاون ضیغم یزداں توئی !

نظمِ ملت دارد اسرارِ حیات
اتحادش زیبِ بزمِ کائنات

از نظامِ حق بگیر ایں مہر و ماہ
قوتِ تسخیرِ تو فوج و سپاہ

مجلس اقوام را مسحور کن
از نظامِ فطرتی معمور کن



اخوت !

از اخوت قوتِ یزداں توئی ! | از اخوت قہر و ہم غفراں توئی !
از اخوت ذرہ ہا شد آفتاب | از اخوت قطرہ ہا شد بحرِ ناب
از اخوت ریگ زاراں کوہسار | از اخوت آب، سوزاں ہم چو نار



جہاد

در رہِ حق بر تو فرض آمد جہاد — از نبوت بر تو فرض آمد جہاد

از لسان و قلم و ہم از تیغِ خویش — برق افشاں از سحاب و میغِ خویش

شعلہ آور از میانِ کوہسار — آتش زن در میانِ آبشار

حکمِ پیغمبرؐ تو گر آئی بجنگ — باطلے را سر شکن با تیغ و سنگ

نعرۂ تکبیرِ تو گردوں شگاف — دولتِ تطہیر در پیکار یافت

قوتِ گردوں ہمہ تسخیرِ تو — اندریں ویرانہ ہا تعمیرِ تو

پختہ تر سازد ترا شرعِ مبیں — در خورِ پیکار سازد حکمِ ایں

شرعِ پیغمبرؐ نظامِ عالم است — شرعِ حق ہم انتظامِ عالم است

قوتِ حق از شریعت حاصل است — در عمل اخلاص نورِ کامل است

از شریعت سخت گردد فردِ تو — از شریعت شعلہ گردد مردِ تو

از برائے حق بود تعظیمِ تو — از برائے مصطفیٰؐ تسلیمِ تو

قومِ تو تنظیمِ تو آئینِ تو — ضبطِ تو ایمانِ تو تلقینِ تو

در جہاد آمد نہاں سرِّ حیات — در جہاد آمد عیاں صوم و صلوٰۃ

از تعاون در اطاعت جہد کن — از جماعت در جماعت جہد کن

تا جلالِ نصرتِ پروردگار — از وجودِ تو شود ہم آشکار

بگذرد از کاخِ گردوں پایۂ ات

برق و رعدِ آسماں سرمایۂ ات



نظامِ بین الاقوامی

نظمِ ملت انقلاب عالمے　　ضبطِ اُمت آفتاب عالمے !

رعد و باراں در طواف ملت است　　لطف و قہر حق سراپا امت است

الحذر از افتراق و انتشار !　　الامان از اشتراکِ سود و خوار

ملتِ تو حافظ اُم الکتاب　　خاور او داشتہ صد آفتاب

در مصافِ ارتقا سرمایہ　　در جہادِ زندگی پیرایہ

ہر دو عالم از وجودش پائیدار

انقلاب مسلم از وے باوقار

قدرت جبرئیل دوستِ کردگار　　بازوے حیدر، حیاتِ کامگار

از حدودِ مملکت بالاترے　　از قبائل قومِ تو علیا ترے

قصرِ اقوام و ملل تعمیر کن　　رسم و آئین جہاں تغییر کن

جملہ عالم از تو میخواہد حیات　　جملہ عالم از تو میجوئید ثبات !

در رہِ حق کشتہ گشتن زندگی



شہادت

شہادت سکھاتی ہے درسِ حیات شہادت کلیدِ درِ سومنات !
شہادت ہے سرمایۂ کائنات شہادت ہے ملّت کی وجہِ ثبات
مجاہد کی مطلوب و مقصود ہے وہ غازی کا پیرایۂ محمود ہے
شہادت سے آساں ہر راہ سخت
شہادت سے ہموار ہر کوہ و دشت
شہادت کی رفعت سے افلاک پست شہادت سے آباد باغِ بہشت
مقامِ شہادت سراپا حیات نظامِ جماعت میں وجہِ نجات
وہ ناظم تعاون، مساوات کی محافظ فضائل، کمالات کی
ہے اقوامِ جابر کو پیغامِ موت

غزل

مسحورِ سحرِ حسن سے ہے بزمِ کائنات منصورِ تیغِ عشق سے سب رزمِ کائنات
نازاں ہے وصل پر مرے کیوں بزمِ کائنات مجبورِ عملِ شوق ہے کیوں جرمِ کائنات
شاہد پرست اس قدر مسرور کیوں ہیں آج ہے گلشنِ حیات میں کوئی حرمِ کائنات

ساقی

میرے ساقیا ناز و انداز سے　　پلا دے نگاہوں کی پُر کیف مے
غمِ ماسوا دل سے کافور ہو　　حجازی نواؤں سے معمور ہو
غمِ دوسرا سے پھر آزاد کر　　حریمِ مسرت میں آباد کر !
مَے لَاتَخَفْ سے مجھے مست کر
شرابِ کہن سے مجھے ہست کر
شرابی نگاہوں کا مخمور کر　　عقابی فضاؤں کا منصور کر
تیرے لطف سے دشت گلشن بنے　　تیرے قہر سے کشت گلخن بنے
میری خاک کو اپنی تاثیر سے　　خواص اس میں پیدا کر اکسیر کے
میرے ذرّہ کو دم میں خورشید کر
مجھے رشکِ مہتاب و ناہید کر

مجاہدِ اسلام

شہادت مقاصد میں مومن کے ہے　　جہاں میں وہ ہجرت سے ہے ارجمند
شجاعت، تعاون کا پیکر ہے وہ　　مقام اس کا ہے آسماں سے بلند
قیامِ امن کی ضمانت ہے وہ　　وہی دو جہاں کا سعادت پسند
وہ تلوار کے سایہ میں شادماں　　جہاد اس کو ہر دم رہے دلپسند
وہ ناظم مساوات و جمہور کا　　وہ قوموں کا سرمایۂ ارجمند

علم بردارِ حریّت وجہاد

وہ آزادی کا پیکر آرہا ہے

وہ حریّت کا دلبر آرہا ہے !

مجسّم جاھدُوْا کی شرح بن کر!

مجاہد کا وہ خنجر آرہا ہے!

مساواتِ بنی نوع کا مبلّغ !

غریبوں کا وہ اختر آرہا ہے

وہ جمہوری قبا میں مردِ اعظم

سخت کوشوں کا راہبر آرہا ہے

پلٹ جائے گا تختہ جور وطغیاں

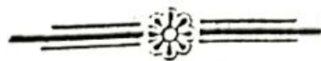
جمہوریت کا مظہر آرہا ہے

رضا مقصود اس کی، شیوہ اس کا

دلِ حیدرؑ کا اخگر آرہا ہے

محافظ تیغ وقانونِ الٰہی

مخالف جور و استبدادِ شاہی



ہجرت

ہے آباد ہجرت سے بزمِ حیات
منور ہے ہجرت سے سب کائنات

قیادت کا سرمایۂ افتخار
شہادت کی شوکت کا اس پر مدار

ظفرمند قوموں کا پختہ نشاں
نظامِ جہاں کا قوی پاسباں ۔

جماعت کا سرمایۂ اوّلیں
تمدّن کی دولت کا حصنِ حصین

سعادت کا سب سے وہ پہلا نشاں
ہے آباد سب جس سے بزمِ جہاں

خلافت کے آئین کی ابتدا
رسالت کے قانون کی انتہا

ہے ہجرت سے زیبائشِ انجمن
ہے ہجرت سے منصورِ اہلِ وطن

مہاجر ملک اور مہاجر زمین
مہاجر حسنؑ اور مہاجر حسینؑ

مہاجر تخیل ، مہاجر نگاہ
مہاجر سپاہی، مہاجر ہے شاہ

مہاجر چمکتا ہوا آفتاب
مہاجر نکھرتا ہوا ماہتاب

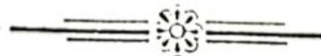
مہاجر ہیں ادوار تاریخ کے
مہاجر ہیں ایام مریخ کے

مہاجر بہار اور مہاجر خزاں
مہاجر ہے یہ شاعرِ نکتہ داں

ترقی کے لشکر کی سالار ہے
مجاہد کا جنگوں میں ہتھیار ہے

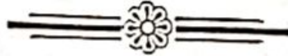
جہانِ تمدّن کی بنیاد ہے
شکارِ حکومت کی صیاد ہے

مسلماں کی ہجرت سراپا حیات
مسلماں کی ہجرت ہے وجہِ نجات



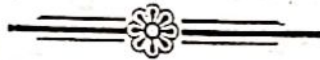
محبّت

از محبّت قطرہ بحرِ بیکراں ! خاک کمتر تیرہ ، گردد آسماں !
از محبّت بندہ مولا میشود از محبّت پست ، بالا میشود
ذرہ ہا از عشق گردد آفتاب
سنگہا را عشق سازد لعلِ ناب



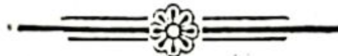
اشعار

از نگاہِ حاملِ روح الامیں ! آفتاب دیدہ ہائے تیز بیں !
ذرہ آرد از گریباں آفتاب قطرہ را آرد بحر را اندر حباب



ہجرت !

تابعِ حق ہجرتِ مسلم بود ! بر طریقِ مصطفیٰؐ محکم بود !
ہجرتِ کافر برائے نفس خویش قبلۂ حاجات دارد ہوس خویش



صوفی احمد دین کی ڈائری

۲۸/۶/۵۲ بروز اتوار آپ دیگر تین احباب صوفی احمد دین. محمد اکبر اور سیٹھ عبدالغنی کو ہمراہ لیکر کراچی تشریف لے گئے۔ اس سفر کی کیفیت آپ ہی کے قلم سے ملاحظہ فرمایئے

کراچی بندرگاہ کی سیر کی. مختلف اقسام کے کوہ پیکر جنگی اور مسافر بردار پاکستانی اور غیر پاکستانی بے شمار جہاز دیکھے۔ سردار خاں ملازم نیوی نے ورکشاپ کی بھی سیر کرائی حضرت انسان کی عقل معاش کا فی البدیہہ اعجاز ہے۔ وانزلنا الحدید فیہ باس شدید ومنافع للناس کا خوب تجزیہ کیا گیا ہے۔ اور ابھی بہت مراحل باقی ہیں.

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں	ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

بحر کا منظر قدرت ایزدی کی طاقت کا مظہر اور تخلیق مادیت کی بنیاد وکلید۔ گورنر جنرل ہاؤس جنرل اسمبلی ہال، ٹکسال، ریڈیو اسٹیشن. فضائی مستقر اور کئی اقسام کے ہوائی جہاز دیکھے۔ پھر شہر کے مقامات کا چکر لگایا. کثرت کی جاذب کرشمہ سازیاں، گوناگوں نیرنگیاں تمام وحدت پر رنگین پردہ و حجاب ہے.

فریب حسن صورت آفریں کا جال پھیلا ہے	تجھے اے شوق نظارہ کہیں دھوکا نہ ہو جائے.

اور مطلع

کہیں محشر میں بھی وہ مائل پردہ نہ ہو جائے	بھری محفل میں چشم آرزو رسوا نہ ہو جائے

موسم خوشگوار۔ ہلکی سی بوندا باندی ہوا تیز آسماں ابر آلود ہے

۲۹/۶/۵۲ بجائے سنگ طفلاں پارہ ہائے شیشہ باندزہ	چو منظر میرزا دیوانہ نازک طبیعت را

لیاقت علی خاں مرحوم کے مزار پر پھول چڑھائے۔ فاتحہ پڑھی۔ مہاجرین کی قابلِ رحم حالت پر دل ازحد متاثر ہوا۔ جو خانقاہ قائدِاعظم کے گرداگرد بیشمار بوسیدہ جھونپڑیوں میں زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں۔

لارنس روڈ۔ گاندھی گارڈن کی مسرت افزا اور عبرت خیز سیر سے محظوظ و سبق آموز ہوئے۔ شیر ببر، اژدہا وغیرہ صحرائی جانوروں کو دیکھ کر قدرتِ ایزدی کے حوصلہ شکن و جرأت آموز کرشموں کا مطالعہ کیا۔ بی مارکیٹ کے راستے حضرت پیر منگا شاہ صاحبؒ کے مرقد مبارک اور شیر بیشہ تجرید و تفرید حضرت لال شہباز قلندرؒ کی بیٹھک پر حاضر ہو روحانی سرور کیف سرمدی سے اطمینان قلب کی دولتِ لازوال سے بہرہ اندوز ہوئے وہاں پر ہر دو حضرات کی کرامت سے پانی کے چشمے جاری ہیں۔ ایک کا پانی گرم، ایک کا پانی سرد ہے۔ ایک مظہر قدرتِ جلالی، دوسرا مظہر جمالی ہے۔ دونوں جگہیں منبع انوار اور مرجع خاص و عام ہیں۔ نماز ظہر وہاں مسجد میں ادا کی۔ اور واپس بندر روڈ کا چکر لگا ہوتے موٹر کار پر منڈی محمد اکبر اور رہبر کے مسکن پر مع پارٹی پہنچے۔ بعض دوست برادران طریقت کا ہمراہ نہ ہونا بوجوہات خاص ضروری تھا۔ جس کی حسرت ہے۔

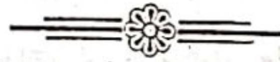
یہ حسرت رہ گئی کس کس مزے سے زندگی کرتے
اگر ہوتا چمن اپنا، گل اپنا، باغبان اپنا؛

موسم میں اعتدال رہا۔ ہوا کافی تیز اور سرد ہے۔

$\frac{۶}{۵۲}$ ۳۰ اللہ جمیل و یحب الجمال۔ صبح پی سی سی کمپنی لمیٹڈ براہ صدر بندرگاہ پر پہنچے۔ سمندر خوب گرم موجیں مار رہا تھا۔ دو دن سے جہازات کا ورود بوجوہ جوش تموج کے ممنوع تھا۔ کلفٹن کا منظر دلفریب اور مسحور کن تھا۔ کنارۂ بحر نہایت پرلطف

و بارونق عمارات و باغیچہ جات سے مزین تھا۔ قریب ہی ایک مقبرہ حضرت عبداللہ صاحبؒ استاذ مجاہد ملت محمد بن قاسمؒ فاتح سندھ و ملتان بتایا جاتا ہے۔

کلفٹن پر اس قدر رونق و مختلف طبقہ و مذاہب کے لوگوں کا ہجوم و اژدہام رہتا ہے کہ قدرت خدا دیکھ کر با ذوق انسان وجد کرنے لگ جاتا ہے۔ سطح سمندر پر آئینہ نما موجوں کا اٹھ اٹھ کر آسمان کو لپٹنا اور کناروں کو چومنا اور دنیائے حسن و عشق کا اس کو والہانہ و مشتاقانہ نگاہوں سے دیکھنا، ایک ہوش ربا و خود فراموش نظارہ سے کم نہیں۔ سفیران ممالک کی کوٹھیاں، وزراء کے محلات دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔



۲۱ ۵۳ کو حاضر ہوا۔ فرمایا۔ ایک فقیر کہا کرتا تھا۔ جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے۔ ایک نوجوان نے فقیر کو ڈنڈا مار دیا۔ فقیر کو سخت غصہ آیا۔ اور گالیاں بکنے پر آمادہ ہو گیا۔ نوجوان نے کہا۔ فقیر صاحب میں نے تو آپ کی بات کا جواب دیا ہے۔ فقیر نے کہا۔ کہ میرا ایمان تو اب بھی یہی ہے۔ جو کرتا ہے خدا کرتا ہے۔ میں تو یہ دیکھتا ہوں۔ درمیان میں منہ کالا کس کا ہوا ہے۔

نعت خوانی ہوئی۔ حضور نے فرمایا۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ (غلام سرور صاحبؒ) گولڑے شریف تشریف لے گئے۔ واپسی پر بابو عبدالعزیز نے عرض کیا۔ حضور یہاں بہت بڑا سرکس آیا ہوا ہے۔ اگر آپ کا خیال ہو تو دیکھیں۔ آپ حضور نے فرمایا۔ چلو بھائی سخرلکم ما فی السموات والارض کی تصدیق ہو جائے گی۔ حضرت انسان کی شیروں اور ہاتھیوں پر برتری دیکھتے ہیں۔

سرکس والوں نے جنگلی جانوروں کو خوب سدھایا ہوا تھا۔ شیر اور ہاتھی کی لڑائی

بھی دیکھنے میں آئی۔ معلوم ہوا کہ ہاتھی کو خوب شراب پلا رکھی تھی۔ پہلے ہاتھی کو لایا گیا۔ پھر شیر کو پنجرے سے نکالا۔ شیر آتے ہی ہاتھی پر جھپٹا اور سونڈ کو پکڑ کر جھنجھوڑا۔ یہاں تک ہاتھی بے بس ہو کر دھڑام سے گرا اور لیٹ گیا۔ ٹوکرے بھر لید اور پیشاب کے پرنالے چھوٹ گئے۔ رنگ ماسٹر نے بڑی حکمت سے شیر کو دوبارہ پنجرے میں بند کیا۔

رات کی مجلس میں شیر کی دہشت اور ہیبت کا ایک واقعہ سنایا۔ حضرت جدامجد باباجیؒ میاں نور پیر صاحب سے ملنے گجرات گئے۔ واپسی پر حضرت شاہ دولہ دریائیؒ کے مزار کے قریب کسی نے شیر پنجرے میں بند کر کے رکھا ہوا تھا۔ گھوڑی نے جب شیر کو دیکھا تو اس طرح کانپی کہ باباجیؒ کو لے کر بھاگ جائے گی۔ باباجی نے مشکل گھوڑی کو قابو میں رکھا۔ اور فوراً وہاں سے ہٹا لیا۔ مگر گھوڑی کو پسینے چھوٹ گئے

ایک بار حضرت ثانی صاحبؒ نے فرمایا۔ حضور اعلیٰ آستانہ گولڑا شریف میں برائے تحصیل فیوضات گئے۔ اور وہاں تین ماہ رہے۔ حضور گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے علماء حاضرین مجلس سے کوئی شرعی سوال پوچھا۔ لیکن علما میں سے کوئی جواب نہ دے سکا۔ مگر ہمارے حضور نے اس سوال کا معقول جواب دیا۔ علماء نے جاننا چاہا۔ یہ لڑکا کون ہے ؟
حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ "یہ اس شخص کا فرزند ہے۔ جس کو پیدائشی طور پر علم کا انکشاف ہے۔ ان کی مثال حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امامین کی سی ہے۔

۳ ۵۲ بندہ درگاہ عالیہ میں حاضر ہوا۔ نمازِ عصر کے بعد آپ حسب معمول سیر کے لیے تیار ہوئے۔ مجھے ہمراہی کے لیے منتخب کیا۔ راستہ میں فرمایا۔ سرزمین عرب میں بہت عاشق ہوئے ہیں۔ خصوصاً قبیلہ بنی عذرا۔ انہی عشاق میں وامق بہت مشہور ہے۔ اس کی محبوبہ کا نام عذرا ہے۔ ایک دن عذرا نے بصد ناز و انداز وامق کو

پتھر کھینچ مارا۔ اور مہتی بل کھاتی گھر چلی گئی۔ پتھر لگنے سے زخم ہو گیا۔ وامق صاحب ہر روز اس زخم پر بوسے دیتے۔ اور زخم کو درست نہ ہونے دیا۔ کیونکہ محبوب کی نشانی تھی۔

۴ ۔ ۵۴ دربار شریف میں حاضر ہوا۔ تو حضرت وظائف میں مشغول تھے۔ جب فارغ ہوئے تو فرمایا۔ سید محمد افضل شاہ صاحب کے ہاں باگڑیانوالہ جانا ہے۔ شیخ غلام سرور چوہدری نصر اللہ خان، صاحبزادہ لال حسین صاحب بھی ہمراہ تھے۔ وہاں ایک رند مشرب میاں صاحب نے شیخ صاحب کو مخاطب کر کے کہا۔ جناب ان آنکھوں سے دیکھو جن سے تمہیں تمہارے دوست نے دیکھا ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا "اس کا تعلق گھٹنے سے نہیں"۔ تو حضورؒ نے فرمایا" دو باتیں یاد رکھو۔

۱۔ اللہ پاک کے لیے مجنونانہ باتیں ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں

۲۔ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کامل ہوشیاری سے بات کرو۔

ع باخدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار

یہ دربارِ رسالت ہے ادب کو ملحوظ رکھو۔

ع ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر

دوسرے دن کی مجلس میں فرمایا۔ "درویش پر ایک ایسی منزل آتی ہے۔ کہ اس کو سوائے ذات باری تعالیٰ کے غیر ذات نظر نہیں آتی"۔ پھر یہ حکایت فرمائی۔ دلی میں ایک درویش تھے۔ انہوں نے قناعت کی خوبی میں کوئی شعر کہا کسی نے وہی شعر بادشاہ دلی کے سامنے پڑھا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور کہا شعر کے خالق کو بلاؤ۔ اُسے انعام دیا جائے۔ وہی شخص درویش کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور درویش کو شاہی انعام کی خوشخبری سنائی۔ درویش نے کہا۔ جاؤ

ہیں نے قناعت کی مہندی پاؤں میں لگا رکھی ہے۔ اسے اتارنا نہیں چاہتا

من پا را از حنائے قناعت بستہ ام

بادشاہ نے درویش کا جواب سن کر کہا۔ بے شک وہ قناعت کا بادشاہ ہے۔ اور مردِ کامل ہے۔

رات کو محمد افضل شاہ صاحب گھر کا تمام اثاثہ پارچات زیور نقدی وغیرہ لے آئے۔ اور کہا۔ حضور! یہ سب کچھ لنگر کی نذر ہے۔ آپؒ نے صرف پندرہ روپے اور ایک کھیس رکھ لیا۔ باقی سب واپس۔ حاضرینِ مجلس شاہ صاحب کی عقیدت مندی اور حضرت کی اصول پسندی سے بہت خورسند ہوئے۔

۱۰ شوال ۵۲۔ بندہ اپنے بھائی پیر اندتہ کے ہمراہ حاضر دربار ہوا۔ آپ گھر پر تشریف فرما تھے۔ ہم نے حضور اعلیٰ کے مرقد مبارک پر فاتحہ خوانی کی۔ اتنے میں گھر سے کھانا آگیا۔ دیگر حاضرینِ دربار کے ساتھ لنگر سے فارغ ہی ہوئے تھے۔ کہ میرے آقا میرے مولا، میرے ہادی، ہم گنہگاروں کے لیئے مہربانیاں اور فیوضات لے کر تشریف لے آئے۔ دربار شاہانہ لگ گیا۔ بڑے لطف کی محفل نعت خوانی ہوئی۔ عجیب پرکیف سماں بندھ گیا۔

ﷺ ادہو گھڑی سلکھنی جیہڑی گزرے صاحب نال

آپ نے فرمایا: "ہر دولت سے بڑھ کر اللہ و رسول ﷺ کی محبت ہے۔ خداوند عالم ہم سب کو نصیب کرے"۔

دوسرے دن میرا رومال لے کر ایک عورت کو بیعت سے سرفراز فرمایا۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ اس عورت کو خواب میں بیعت کیا تھا۔ صبح کو یہ آگئی۔

۲۰ ۵۲ھ ۔ فرمایا۔ پیر سیالؒ نے کسی نے پوچھا "اوئے یارا عید کدوں" اس نے کہا۔ ملے یار جدوں"۔ حضرت خواجہ شمس الدین صاحبؒ پیر سیال پر ایک کیفیت طاری ہو گئی۔

دربارِ عالیہ میں موضع کالے چک کا ایک لڑکا حاضر ہوا۔ اس پر جنات کا سایہ تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اب جن اس کو نہیں ستائیں گے۔ چنانچہ لڑکا مذکور جنات سے محفوظ ہو گیا۔ آپ نے حضرت پیر صاحب گولڑویؒ کا ایک واقعہ بیان کیا۔ پیر صاحب گولڑویؒ شہر ڈنگہ میں تشریف لائے۔ ایک زمیندار نے عرض کیا۔ حضور میری چھ سات بھینسیں جنات نے مار دی ہیں۔ رات کو ان کو الٹا لٹکا دیتے تھے۔ جناب پیر صاحب نے فرمایا وہاں مجھے وضو کراؤ۔ آپ نے وہاں استنجا کیا۔ جنات بھاگ گئے۔

۲۱ ۵۲ھ۔ نیازمند حاضر دربار ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ "یار کی رضا کا نام عید ہے۔ یار راضی ہو گیا تو عید۔ ورنہ کچھ بھی نہیں"۔ پھر مجھے کمالِ شفقت سے ایک دستار۔ ایک رومال عنایت فرمایا۔

۲۷ ۵۲ھ حاضرِ دربار ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ "حضور اعلیٰ (خواجہ غلام سرورؒ) نے فرمایا۔ ہم نے مرغابی کی طرح زندگی گزاری ہے۔ جیسے پانی میں رہ کر مرغابی کے پر نہیں بھیگتے۔ اسی طرح ہم نے پروں کو خشک رکھا ہے"۔

ایک دن آپ نے فرمایا۔ آج خواب میں حضور اعلیٰ کی زیارت ہوئی ہے۔ ایک وسیع میدان ہے۔ اور ایک تخت پر ایک صاحب متمکن ہیں۔ تخت پر روپوں کی تھیلیاں پڑی ہیں۔ لوگ کہہ رہے ہیں۔ کہ یہ صاحب حضرت علیؓ ہیں۔ اور تنخواہیں بانٹ رہے ہیں۔

۲۶ ۱۰/۵۳ ۔ آپ موضع ادھی تحصیل پھالیہ میں تشریف فرما ہیں۔ محفل آراستہ ہے۔ آپ نے فرمایا" بندہ اس جہان میں خدا اور رسولؐ کی محبت کے لیے آیا ہوا ہے۔ مومن وہ ہے۔ جس کو اپنے جان و مال، اہل و عیال سے خدا اور رسولؐ زیادہ محبوب ہوں۔ اور ان سب کو اعلائے کلمۃ الحق کے لیے وقف رکھے۔ اور جب اس دارِ فنا سے رخصت ہو رہا ہو تو خدا اور رسولؐ کی محبت لے کر جائے۔"

ایک صاحب نے استفسار کیا۔ عذاب روح کو ہوگا یا جسم کو۔ آپ نے فرمایا" عالم برزخ میں روح کو تکلیف ہوتی ہے۔ جیسے بندہ خواب میں شیر کو دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ اور باغ کی سیر سے روح کو تازگی حاصل ہوتی ہے۔ خوابیدہ آدمی کے قریب جاگتے اشخاص کو بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

۲۸ ۱۲/۵۳ ۔ آپ میرے غریب خانہ میں رونق افروز تھے۔ میرا گھر گویا نور ہی نور ہو گیا۔ آپ نے فرمایا" حضرت شیخ عطارؒ، شیخ سعدیؒ اور اکابر مشائخ نے خاموشی کے بہت فوائد بیان کیے ہیں۔ خموشی معنیٔ دارد کہ در گفتن نمی آید۔ مگر بعض اوقات خاموش رہنا گناہ ہوتا ہے۔ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

چو بینی کہ نابینا و چاہ ہست ‏ ‏ ‏ ‏ اگر خاموش بنشینی گناہ ہست

۴ ۱/۵۴ میں حاضر دربار ہوا۔ نماز مغرب کے بعد دربار شاہانہ لگ گیا۔ آپؒ نے فرمایا۔ قلبِ مومن کی وسعت کا کیا کہنا۔ بقول مولٰنا رومؒ

گفت پیغمبرؐ کہ حق فرمودہ است ‏ ‏ ‏ ‏ من نہ گنجم ہیچ در بالا و پست
در زمین و آسمان و عرش نیز ‏ ‏ ‏ ‏ من نہ گنجم ایں یقیں داں اے عزیز
در دلِ مومن بگنجم اے عجب ‏ ‏ ‏ ‏ گر مرا جوئی ازاں دلہا طلب

مگر قابلِ غور بات یہ ہے۔ قلب مومن میں وسعت کہاں سے آتی ہے! فقط
دردِ محبت اور عشق یہ وسعتیں پیدا کر دیتا ہے۔

زندگی را شرع و آئین است عشق — اصل تہذیب است دیں دین است عشق
ظاہر او سوزناک و آتشیں — باطن او نورِ ربِ العالمیں!
دیں نگردد پختہ بے آدابِ عشق — دیں بگیر از صحبتِ اربابِ عشق

اور جب عشق کسی دل میں جاگزیں ہو جاتا ہے۔ تو اس کی قوتیں لامتناہی ہو جاتی ہیں
کہیں بلالؓ بن کر صعوبتیں سہتا ہے۔ کہیں علیؓ خیبر شکن ہوتا ہے۔ کہیں صنفِ نازک
کو ایسی جرأتیں بخش دیتا ہے۔ کہ قعرِ دریا میں کود جاتی ہے (گجرات کی سوہنی) کہیں سسّی
کو تلاشِ یار میں ہلاکت خیز جنگل بیابان میں بلاخوف و خطر بھیج دیتا ہے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

بقول علامہ اقبالؒ ؎

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو — عجب چیز ہے لذتِ آشنائی!
شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن — نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی!
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا — سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

۱۲ ذی الحجہ ۔ خاکسار آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا۔ نمازِ عشا کے بعد آپ مجلس میں رونق
افروز ہوئے۔ ارشاد فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مع اصحاب تشریف لے
جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک پتھر نے السلام علیکم یا رسول اللہ کہا۔ حضورؐ نے صحابہؓ
کو مخاطب کر کے فرمایا۔ یہ پتھر ظہورِ نبوت سے پہلے بھی سلام کہا کرتا تھا۔ ایک رات

سخت اندھیرا تھا۔ دو صحابی حضورؐ کی مجلس سے اُٹھ کر جانے لگے۔ تو حضورؐ نے ایک صحابی کا عصا روشن کردیا۔ اور فرمایا۔ لو روشنی میں چلے جاؤ۔ جب دونوں صاحب الگ الگ ہوئے۔ تو دوسرے صاحب کا عصا بھی روشن ہوگیا۔ اللّٰھم صلی علیٰ سیدنا محمد و بارک وسلم

ایک شخص بوسیدہ کپڑے پہنے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ نے اُسے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ ایک زمانہ ایسا آئے گا۔ لوگ قیمتی کپڑے پہنیں گے تین تین مرتبہ کھانا کھائیں گے۔ اس نے عرض کیا، یارسول اللہ وہ تو بہت اچھا زمانہ ہوگا۔ حضور نبی کریمؐ نے فرمایا۔ نہیں یہ زمانہ اُس زمانہ سے لاکھوں درجہ بہتر ہے۔

خیرالقرون قرنی ثم یلونھم ثم یلونھم

صبح وظائف سے فارغ ہو کر آپؒ چوہدری غلام حسین صاحب کی عیادت کے لیے گجرات چل پڑے۔ راستہ میں آپ نے فرمایا۔ صوفی جی! کسی مرد کی نظر التفات پڑ جائے۔ تو وارے نیارے ہو جاتے ہیں۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی
پرتوِ خورشید سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم
میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک
ڈھونڈ رہے ہے اس مغنّی آتش نفس کو جی!
جس کی صدا ہو جلوۂ برق فنا مجھے:

سرّے کہ ہیچ عارف صادق بکس نگفت   درحیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

یکے دو است بدار الشفاء میکدہا   ز درد ہر کہ بنالد کسے شراب دہند

۲۵ ۵۴/۱۰ ۔ آپؒ موضع کدھر تشریف لے گئے۔ چوہدری بالا خاں کے گھر مجلس آراستہ ہوئی۔ آپؒ نے فرمایا۔ نبی کریمؐ سے کسی نے پوچھا۔ نوافل ادا کرنے اور بھوکے کو روٹی کھلانے میں سے افضل کون سا فعل ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کھانا کھلاؤ۔ پھر اس نے پوچھا۔ لقمۂ حرام سے بچنا افضل ہے۔ یا ادائیگی نوافل؟ آپؐ نے فرمایا۔ لقمہ حرام سے بچنا بہتر ہے۔ ارشاد ہوا۔ جنگ حنین میں مسلمان اپنی کثرت تعداد پر نازاں تھے۔ مگر اللہ کریم جل شانہٗ مسلمانوں کو یہ سبق یاد کرانا چاہتے تھے۔ کہ فتح و شکست لشکر کی کثرت و قلت پر نہیں کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله۔

بنی ہوازن نے اس شدت سے جنگ کی کہ مسلمانوں پر زمین تنگ ہونے لگی۔ قریب تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہو جائے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت قدمی سے مسلمانوں کے قدم جم گئے۔ اور حضورؐ فتح یاب ہو گئے۔

قبیلہ ہوازن کے ہزاروں مرد عورتیں حضورؐ کے سامنے دست بستہ پیش کر دیئے گئے۔ مالِ غنیمت کے انبار لگے ہوئے تھے۔ لاکھوں کی تعداد میں بھیڑ بکریاں اور اونٹ بھی تھے۔

اتنے میں ایک بڑھیا حضورؐ کے قدموں میں آ گری اور عرض کی۔ "میں نے حضورؐ کو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں دیکھا تو اُن سے پوچھا یہ کس کا بچہ ہے؟ انہوں نے جنابؐ کے باپ اور دادا کا نام لیا۔ حضورؐ مجھے پیارے لگے ہیں۔ میں نے آپؐ کو اپنی گود میں لے لیا۔ اور پیار کیا"۔ حضورؐ نے اس سے پوچھا "تو کس قبیلہ سے ہے"۔ اس نے قبیلہ ہوازن کا نام لیا سبحان اللہ وبحمدہٖ۔ شان رحمۃ للعالمینی

کے قربان۔ حضورؐ نے صحابہؓ کو حکم دیا۔" قیدی چھوڑ دو۔ دوبارہ جنگ کریں گے تو دیکھا جائے گا۔ سب مالِ غنیمت واپس کردو۔" آپؐ کی دشمنوں پر بے مثل رحمت دیکھ کر تمام قبیلہ مسلمان ہوگیا۔ بڑھیا کے اس پیار کا یہ صلہ :۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رحمۃ للعالمین

پھر حضرت سعدیؒ کا واقعہ بیان کیا۔ سعدیؒ ندی کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہیں ایک بچھو پر نگاہ پڑی۔ پانی میں ڈوب رہا ہے۔ آپ نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر نکالنا چاہا۔ تین مرتبہ اُسے پکڑا۔ مگر بچھو نے تین مرتبہ ڈنک مارا۔ کسی ساتھی نے کہا۔ حضرت اسے ڈوبنے دیں۔ سعدیؒ نے کہا۔ یہ اپنی بُری عادت کو نباہ رہا ہے۔ ہم اپنی نیک عادت کو کیوں نہ نبھائیں۔ اور اُسے کنارے پر پھینک دیا۔ پھر یہ شعر ارشاد کیا۔

نیشِ عقرب نہ از پے کیں است   مقتضائے طبیعتش ایں ست

پھر ایک اور درویش کی حکایت بیان فرمائی۔ بابا کیسر شاہ صاحب آف دایا نوالی ضلع گوجرانوالہ کے حجرے میں ایک خنزیر شکاریوں کا مارا اور لتاڑا ہوا پناہ گزیں ہوا۔ بابا صاحب نے اُسے تین دن اپنے پاس ہی رکھا۔ اس کی مرہم پٹی بھی شاید کی ہو۔ علماء دیہ نے ان پر فتویٰ لگایا۔" ساٹھ آدمیوں کو کھانا کھلاؤ۔ ورنہ تمہارا حقہ پانی بند۔" آپ نے فتویٰ کی تعمیل میں علماء صاحبان اور ۶۰ آدمیوں کو کھانا کھلا دیا۔ کھانے کے بعد باباجی نے علماء سے کہا۔" میں نے اس کو صرف تین دن کھانا کھلایا ہے۔ جو رب تعالیٰ اسے اور اس کی سب جنس کو پالتا ہے اس پر بھی فتویٰ لگاتے ہے۔"

ملفوظات

ایک دن حسب معمول سیر کے لیے راقم الحروف کو آواز دی. ہیں. بابا گہنا اور چوہدری سائیں لال خان پہلے سے تیار بیٹھے تھے. فرمایا. آج نہر کی طرف چلیں. نہر کا نام سن کر بابا گہنا اِدھر اُدھر تاکنے لگا. پھر میری طرف دیکھ کر مسکرایا.

آپ نے فوراً کہا. بابا گہنا! واپسی میں شاید دیر ہو جائے لہٰذا تم یہیں رک جاؤ. بابا بولا، آپ نے دل کی کہی اور عرض کیا. جناب میں مغرب کی نماز دربار میں پڑھ کر گھر چلا جاؤں گا. ایسے ہی چوہدری لال خان بھی لمبی سیر سے گھبرایا اور اجازت طلب کر کے واپس ہو گیا.

جب آپ نہر اپر جہلم کے کنارے پہنچے تو فرمایا خداوندِ کائنات نے کیسی حسین دنیا بنائی ہے مگر حضرت انسان بھی بہت کچھ ہیں. ان کی قوتِ تخلیق بھی دیکھنے کے قابل ہے. دیکھئے دریا کے دریا کو دو متوازی کناروں میں مقید کر دیا ہے. اور دریائے جہلم کے پانی کو ۹۰ میل اِدھر لاکر دریائے چناب میں ڈال دیا ہے پھر یہی پانی ضلع گوجرانوالہ سے گزار کر ضلع لائل پور میں پہنچا دیا ہے. خدائی تخلیق اور انسان کی صنعت کاری نے ہم آہنگ ہو کر کیسا دلکش منظر پیدا کر رکھا ہے. اور علامہ اقبال کے یہ اشعار پڑھے:-

تو شب آفریدی چراغ آفریدم　　　　سفال آفریدی ایاغ آفریدم

بیاباں و کہسار و راغ آفریدی   خیابان و گلزار و باغ آفریدم

پھر نہر زبیدہ کا تذکرہ فرمایا۔ یہ مکہ معظمہ کو سیراب کرنے والی نہر دنیا کے عجائبات میں سے ہے۔ آج کے مغربی انجنیئر بایں علم وصنعت انگشت در دہان ہیں کہ اُس زمانہ میں اتنی لمبی نہر صحرا میں سے گزارنا معجزہ سے کم نہیں۔ جہاں آن کی آن میں ریت کے تودے اِدھر سے ہٹ کر اُدھر چلے جاتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے عزم وہمت کی نادر ترین مثال۔

پھر نیلگوں آسمان اور ڈوبتے ہوئے سورج کی شفق کا منظر دیکھتے ہوئے فرمایا۔ عبداللہ بن طاہر کے پوتے سے کسی نے پوچھا۔ تمہارے خاندان سے حکومت کیسے چلی گئی۔ اُس نے کہا شرب العشیات ونوم الغدوات وتفویض الامر الی غیر الکفات : راتوں کو شراب سے مدہوش رہنے، دن چڑھنے تک سونے اور نااہلوں کو اپنا کام سونپ دینے سے :

اور آج ـــــ ملت اسلامیہ جسے (خیر امۃ اللہ پاک فرماتا ہے) کی پستی اور ذلت دیکھئے۔ دنیا کی محفل میں ان کا کیا مقام ہے۔ کہاں وہ عروج، ایشیا یورپ اور افریقہ تین براعظموں میں ہلالی پرچم لہرا رہا تھا۔ اللہ کے قانون اٹل ہیں۔ ان الارض یرثہا عبادی الصالحون +

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے   اسلام کا گر کر نہ اُبھرنا دیکھے
مانے نہ کبھی مد ہے ہر جزر کے بعد   دریا کا ہمارے جو اُترنا دیکھے

مغرب کی نماز نہر کے کنارے پڑھ کر واپس ہوئے۔

سیرت کیسے بنتی ہے

فرمایا سطح ارض پر بسنے والی اقوام میں سے صرف اسی امت مرحومہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس کے فرزندان میں ہزاروں نہیں لاکھوں عزم۔ استقلال درویش۔ خدامست۔ ایثار و قربانی کے پیکر اپنے نادر ترین کارنامے چھوڑ چکے ہیں۔ مگر یہ اس وقت کی باتیں ہیں۔ جب قرآن پاک ان کا قائد اور رہبر تھا۔ ہم نے جب سے قرآن پاک کو ریشمی غلافوں میں لپیٹ کر طاقچوں میں محفوظ کر دیا ہے۔ ہم سے یہ قوت چھین لی گئی ہے۔ اور وہ اخلاق عالیہ جو کسی قوم کو زندہ رکھ سکتے ہیں۔ اور دیگر اقوام عالم میں تمیز کر سکتے ہیں۔ ہم سے گم ہو چکے ہیں۔ ستم بالائے ستم ہمارا احساس مر چکا ہے۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا ! کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

تاریخ کے اوراق نوجوانوں میں فولادی سیرت پیدا کر سکتے ہیں۔ مگر ان کا مطالعہ کرنے کی زحمت کون کرے۔ نوجوانوں کی سیرت ہمیشہ والدین اور معلّم بناتے ہیں۔ مگر ہمارے رئیس اور امراء ٹیلی ویژن سینما مغربی تہذیب کی نقالی پر سینکڑوں روپے خرچ کر سکتے ہیں۔ مگر اپنی اولاد کی سیرت بنانے میں مشاہیر کی تصنیفات (علامہ غزالی مشرقی، اقبالؒ ظفر علی خاں۔ علامہ شبلی، سعدی کی تصنیفات پر ایک پیسہ بھی خرچ ہونا جائز اور ضروری نہیں سمجھتے۔

فرمایا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دنیا سے دل نہ لگا۔ تجھے اس لیے دنیا میں نہیں لایا گیا۔ بہشت سے لاپروائی نہ کر۔ تجھے اس کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ رات کی نماز

پابندی سے پڑھ۔ مومنوں کو اس میں فتح ہے۔ مخلوق سے اُمیدیں وابستہ نہ کر کہ اُن کے ہاتھ میں کوئی چیز نہیں۔

سلطان محمود غزنوی نے جب یہ حدیث سُنی۔ تو اُسے حرزِ جاں سمجھ کر اپنا معمول بنالیا۔ محمود کا لشکر بلخ کے دروازہ پر دستک دے رہا تھا۔ صبح خان ترکستان کی افواج سے مقابلہ تھا۔ محمود نے آدھی رات کو اٹھ کر ٹھنڈے پانی سے غسل کیا۔

اور عبادت میں مشغول ہو گیا۔ ایک مصاحب کی اتفاقیہ آنکھ کھل گئی۔ سلطان کو مشغول عبادت دیکھ کر عرض کیا۔ آج کی رات خواب راحت ضروری تھی کہ نیند سے تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔ صبح دشمن سے مقابلہ ہے محمود نے کہا "میرا کام آج رات ہی کا ہے۔ صبح دن کا کام اللہ کا ہے۔ میرا نہیں۔" کیونکہ فتح اللہ کے ہاتھ میں ہے"

چنانچہ صبح تک عبادت میں مشغول رہا۔ صبح کو دعا مانگی " الٰہی ہم دونوں میں سے جو تیرے بندوں کے حق میں بہتر ہے اسے فتح عطا فرما"۔

یہ دعا مانگ کر گھوڑے پر سوار ہوا۔ سیدھا میدان جنگ میں پہنچا۔ اور اس شان سے فتح یاب ہوا کہ بایدو شاید۔ خدا فرماتا ہے۔ الا ان اولیاء اللہ ھم الخالدین

الحاج میاں عبدالمجید صاحب آف مزنگ لاہور گورنمنٹ کنٹریکٹر بیان کرتے ہیں ۱۹۴۵ء سے ۱۹۵۵ء تک میں نے لاہور اور مضافات لاہور میں بے شمار درویش صورتوں بلکہ ننگے مجذوبوں کی ملاقات کی۔ یہاں تک کہ پیروں فقیروں سے متنفر ہو گیا۔ حالانکہ میرے برادر اکبر مجھے چکوڑی شریف میں حاضری کی تحریک کرتے۔ مگر میں کچھ غیر مناسب الفاظ سے انکار کر دیتا۔ بالآخر خواب میں ایک بزرگ کی زیارت ہوئی۔ انہوں نے فرمایا " اطمینان رکھو۔ بیعت لینے والا مل جائے گا میں اس بشارت

سے میں ان بزرگوں کا منتظر رہنے لگا

دسمبر ۱۹۵۵ء میں جناب خواجہ ظفر علی شاہ صاحب ہمارے بھائی صاحب کے ہاں تشریف لے آئے۔ میں اپنی خواب والے بزرگ کو آنکھوں کے سامنے دیکھ کر بے حد حیران ہوا۔ اور بہت ہی زیادہ خورسند۔ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گیا۔ اس وقت سے لے کر آج تک ان گنت دنیاوی فوائد حاصل کیے۔ جن کے بیان کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ مختصر یہ کہ آپ کی بے شمار کرامتیں دیکھیں اور اکثر یہی ہوتا رہا۔ کہ جب بھی حاضر ہوا۔ آپ لوحِ قلب پر لکھی ہوئی عبارت پڑھ کر میرے لیے دعا فرما کر تسلی دے دیتے۔

فرمایا

"کھاؤ پیو رج کے۔ کم کرو دب کے۔ ہر نماز اینج پڑھو جویں زندگی دی آخری نماز ایہو اے"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معجزانہ تربیت

ایک مجلس میں قتل و غارت گری کی اخباری اطلاعات پر بات چیت ہو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عرب اجڈ، وحشی اور شعلہ بداماں تھے۔ معمولی باتوں پر آندھی کی طرح اٹھتے۔ بادل کی طرح گرجتے اور تلواریں کھینچ لیتے تھے۔ حربِ داحس اور حربِ فجار عربوں کی ایام جاہلیت کی مشہور جنگیں ہیں۔ مولانا حالی کے الفاظ ہیں

وہ بکر اور تغلب کی باہم لڑائی صدی جس میں آدھی انہوں نے گنوائی

بدیلوں کی کر دی تھی جس نے صفائی　　　تھی اک آگ ہر سو عرب میں لگائی؛

نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا تھا وہ

کرشمہ اک ان کی جہالت کا تھا وہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حلم اور وقار کی تعلیم دی۔ قوت غضبی جس کا اصل مقصد دفع شر اور حفظ عزت ہے کے غلط اور تباہ کن استعمال سے روکا۔ انہیں بتایا وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما ۔ اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں اور جب کوئی جاہل اُن کو خطاب کرتا ہے تو سلام کہتے ہیں۔

قوت شہوی کا مقصد بقائے نسل اور نشاط زندگی ہے۔ مگر عرب الامان والحفیظ۔ باپ کی لونڈیاں اور منکوحہ بیبیوں کو وراثت میں حاصل کر لیتے تھے اور سگی والدہ کو چھوڑ کر باقی سب کو بیویاں بنا لیتے۔ حضور رحمۃ للعالمینؐ نے ان کو اس قبیح اور مذموم فعل سے روکا۔ عورت کو ڈھور ڈنگروں کے زمرے سے نکال کر مقام عزت بخشا ھن لباس لکم وانتم لباس لھن ارشاد خداوندی سے آگاہ کیا۔ آج ملت اسلامیہ کی حالت ناگفتہ بہ ہے اور جسم ملت ناسور ہی ناسور ہے۔

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

مگر خدا کی رحمت پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔ انا التواب الرحیم ؂

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ　　　گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ

ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست　　　صد بار گر توبہ شکستی باز آ

قرآن مکمل ضابطہ حیات ہے :-

ایک بار آپ لاہور میں تشریف فرما تھے (غالباً میاں محمد ابراہیم منہاس کے ہاں)، احباب حالات حاضرہ پر بحث کر رہے تھے۔ مغربی تہذیب اور مغربی علوم کے حسن و قبیح پر رائے زنی ہو رہی تھی آپ نے فرمایا

مولانا روم کہتے ہیں

علم را بر تن زدی مارے بود　　　علم را بر دل زدی یارے بود

مطلب یہ کہ سائنس کی ترقی اظہر من الشمس ہے۔ مغربی سائنس دانوں اور صنعت گروں نے زمین و آسمان کی طنابیں کھینچ دی ہیں۔ مہینوں کا سفر گھنٹوں میں ہونے لگا ہے۔ ہزار میل دور بیٹھے ہوئے باہم گفت و شنید کر لو۔ یہاں تک کہ موت کو بھی برق رفتار کر دیا ہے۔ ایک ہائیڈروجن بم پھینک دو۔ دو سو میل کے ایریے میں کوئی ذی روح زندہ نہیں رہ سکے گا۔

اگر ان ایجادات اور علم کو انسان کی بہتری کے لیے استعمال کیا جائے گا تو انسانیت کا یار ثابت ہوگا۔ اور بصورت دیگر صورتِ مار تباہی پھیلائے گا۔ علم اگر خدائی قانون کے تابع ہوگا۔ تو نفع بخش ورنہ ضرر رساں۔

جہاں تک علم کا تعلق ہے۔ یورپ ساری دنیا کا سربراہ ہے۔ اور جب یورپ کی تہذیب کو دیکھا جائے۔ تو وہاں کے فلاسفر اور مدبر اس سے نالاں اور بیزار ہیں۔ اور علامہ اقبالؒ کی پیشین گوئی پوری ہوتی نظر آ رہی ہے۔

تمہاری تہذیب آپ اپنے خنجر سے خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

آج کل مغرب کے علمی حلقوں میں بات چل نکلی ہے. کون سا مذہب ساری دنیا کا مذہب ہونا چاہیئے. انسان کی عزت و توقیر یعنی انسانیت کی حفاظت کی ضمانت کون سا مذہب دے سکتا ہے. مغربی مفکر اب کھلے الفاظ میں کہہ رہے ہیں. ”قرآنی علوم ہی ہمہ گیر ہیں: ہر زمانہ اور ہر مقام قرآن حکیم کی رہنمائی سے فیض یاب ہو سکتا ہے. بلکہ جوں جوں علم ترقی کرتا جائے گا. لوگ خود بخود قرآن کے قریب ہوتے جائیں گے.“ (ڈاکٹر سیموئیل جانسن)

” قرآن مکمل ضابطہ حیات پیش کرتا ہے. اور زندگی کے ہر شعبہ میں متوازن قانون دیتا ہے“ (کوئی دوسرا مفکر)

ایک علمی لطیفہ

لاہور میں ایک بار علم دوست احباب کے مجمع میں فرمایا.

شہزادہ قلیج ارسلان بن طمغاج خاں ابراہیم کی مجلس میں کسی نے امیر عمید بہاؤالدین سے پوچھا کہ فلاں دو بزرگوں میں زیادہ افضل کون ہے. انہوں نے کہا فلاں کو فلاں سے کیا نسبت ؛ لا یقاس الملائکۃ بالحدادین. بادشاہ نے کہا یہ کیا بات ہوئی ملائکہ اور لوہاروں کی آپس میں کیا تمثیل ؟ امیر عمید کو اس تلمیح اور مثل کی شان نزول معلوم نہیں تھی. خاموش ہو گئے. بادشاہ نے دوسرے حاضرین دربار سے فرداً فرداً پوچھا. کوئی بیان نہ کر سکا. محمد عوفی مولف ”لباب الالباب“ مجلس میں تازہ وارد تھا. بادشاہ سے گفتگو کی اجازت طلب کی اور کہا

حدادین کے معنی لوہار نہیں لا یقاس الخ یہ قول حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا ہے جب آیات مبارکہ لواحۃ للبشر علیہا تسعۃ عشر تو ایک

کافر بے ادب متکبر مسمی الوالبشر نے کہا۔ کہ انھاراں کو میں سنبھال لوں گا۔ اور ایک کو تمام عرب مل کر سنبھال لیں۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا لا یقاس الملائکۃ بالحدادین یعنی فرشتوں سے دربانوں کو کیا نسبت حداد کے معنی بوآب (دربان) ہیں بادشاہ تمثیل کی یہ تشریح سن کر بہت خوش ہوا۔ اور محمد عوفی کو انعامات سے نوازا۔

فرمایا :۔

کسی زندیق نے حضرت امام جعفر صادقؓ سے خدا کی ہستی پر دلیل طلب کی۔ آپ نے زندیق سے پوچھا۔ کبھی دریائی طوفان سے سابقہ پڑا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ ایک بار میں کشتی میں سوار تھا۔ کہ کشتی طوفان کی تھپیڑوں سے ٹوٹ گئی۔ اور میں ایک تختے پر بیٹھ گیا۔ اچانک تختہ بھی مجھ سے چھوٹ گیا مگر میں غوطے کھاتا ساحل پر پہنچ گیا۔

حضرت امامؑ نے فرمایا پہلے تمھیں کشتی پر بھروسہ تھا۔ پھر تختے پر جب تختہ بھی چھوٹ گیا۔ تو پھر کس پر بھروسہ تھا؟ زندیق خاموش رہ گیا۔ حضرت نے کہا۔ اس وقت صرف خدا ہی تیرا سہارا تھا۔ اور اسی نے تمھیں طوفان سے بچایا۔ زندیق یہ سن کر اسی وقت مسلمان ہوگیا۔

بادشاہ اور قصاب :۔ فرمایا

سلطان طمغاج خاں کے حضور میں ایک بار شہر کے قصائیوں نے اجتماعی طور پر عرض کی۔ کہ موجودہ نرخ پر گوشت بیچنے سے ہمیں فائدہ کچھ نہیں ہوتا۔ ہمیں نرخ بڑھانے کی اجازت ہو۔ اور ایک ہزار دینار بطور نذرانہ بادشاہ

کی خدمت میں پیش کی۔ بادشاہ نے نذر قبول کر لی۔ اور نرخ بڑھانے کی اجازت دے دی۔ قصائی ابھی گھر بھی نہیں پہنچے ہوں گے۔ کہ بادشاہ نے کوتوال کو کہا شہر میں منادی کرادو۔ کوئی شخص قصائیوں سے گوشت نہ خریدے۔

لوگوں نے قصابوں سے گوشت خریدنا چھوڑ دیا۔ اور دو چار آدمی مل کر بکرا ذبح کرتے اور گوشت کھاتے۔ قصائی بہت پریشان ہوئے۔ بالآخر ایک مرتبہ پھر شاہی حاضری دی۔ ایک ہزار دینار نذرانہ پیش کیا۔ گوشت سابقہ نرخ پر بیچنے کا وعدہ کیا۔ اور خیر سے بدھو گھر کو آئے۔

بادشاہ سے کسی امیر نے اس ڈرامے کا سبب پوچھا۔ تو بادشاہ نے جواب دیا "میں ایک ہزار دینار کے بدلے اپنی رعایا کو قصابوں کے حوالے کر دیتا"۔

کاش ہمارے حاکم بھی مسلمان بادشاہوں سا مزاج اور ذہنیت پیدا کر سکیں

فرمایا :-

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ گھوڑے پر سوار جا رہے تھے۔ راستے میں دیکھا ایک سید زادہ شراب کے نشہ میں زمین پر پڑا ہے۔ اور واہی تباہی بک رہا ہے۔ امام عبداللہ کو دیکھ کر کہنے لگا۔ "او تم کافر زادے ہو کر گھوڑے پر سوار بڑے ٹھاٹھ سے جا رہے ہو۔ اور ہم پیغمبر زادے ہو کر زمین پر پڑے ہیں"۔

امام صاحب نے جواب دیا "اس لیے کہ میں تمہارے باپ دادا کی متابعت میں کام کرتا ہوں۔ اور تم میرے باپ دادا جیسے کام کرتے ہو۔ چنانچہ نتیجہ درست ہے واقعہ بیان کر کے آپ نے فرمایا نجیبوں کی اولاد کو نجیبوں جیسے کام کرنے چاہئیں

حضرت سعدی فرماتے ہیں :-

اگر میراثِ پدر خواہی ہنر پدر آموز

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

لئن فخرت علی النسب ذوی النسب

فقد صدقت ولکن بئس ما ولدوا

(اگر تو اپنے عالی نسب ہونے پر فخر کرتا ہے۔ بے شک تو نے سچ کہا (واقعی تمہارے باپ دادا بزرگ تھے) مگر جو چھوڑ گئے ہیں وہ بُرا ہے)

جزا سزا اعمال پر ہے۔ نسب پر نہیں۔

فرمایا:-

حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ کی تربیت جب حضرت سری سقطی کے زیرِ سایہ تکمیل پذیر ہوگئی تو مرشد نے فرمایا۔ جنید: اب تم وعظ کہا کرو۔ جنید نے عرض کیا کہ ابھی تو میرے استفادے کا وقت ہے۔ میں اس قابل کہاں؟ رات کو جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپؐ نے جنید کو حکم دیا۔ کہ اپنے علم و فضل سے لوگوں کو سیراب کرو۔ خواب میں یہ حکم سن کر علی الصباح اپنے ماموں حضرت سری سقطی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سری سقطی نے جنید کو دیکھتے ہی فرمایا۔ اب تو تمہیں سرکارِ مدینہ سے حکم ہوگیا۔

جنید نے مسجد میں وعظ کہنا شروع کر دیا۔ اور ہزاروں گمراہ انسانوں کو راہ ثواب پر لگا دیا۔ اُن دنوں ایک سفید ریش شخص حاضر ہوا۔ اور پوچھا یا حضرت جناب محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟ "مومن کی فراست سے ڈرو"۔

آپ ایک منٹ خاموش رہے۔ پھر فرمایا "تمھیں اس حدیث پاک سے کیا مطلب۔ اسلام قبول کرو۔ تمہاری نجات اور بہتری ہو جائے۔

وہ سفید پوش عیسائی راہب تھا۔ اور حضرت جنید کے امتحان کی خاطر آیا تھا۔ اسی وقت مسلمان ہوگیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اس پر آئینہ ہوگئی۔

فرمایا :-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے مسلمان کہلاتے ہیں۔ ان کا وطن افریقہ، امریکہ، یورپ چین خواہ کہیں بھی ہو۔ سب ایک ملت کہلائیں گے۔ یعنی پہلے وہ نسل اور قبائل میں بٹے ہوئے تھے۔ اسلام قبول کر لینے کے بعد نسلی لسانی قومی اور وطنی محبت ایک عالمگیر اخوت میں تبدیل ہوگئی۔ ہر مقام کا مسلمان پکار اُٹھا

اللہ ربّنا ومحمد النبیّ قائدُنا والاسلام دینُنا والقرآن کتابنا والکعبۃ قبلتُنا اور جب ان سب کا ایک مرکز نگر و نظر ہوگیا۔ یعنی القرآن الحکیم کو اپنا آئین بنالیا تو خداوند کائنات نے تمام کائنات کی سیادت ان کو سونپ دی۔ ان کی نگاہ تا وسعت ارض پھیل گئی۔ اور دنیا ایک خردل کی مانند ان کے سامنے آگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شب اسریٰ کے واقعات کی تحقیقات میں ثبوت طلب کیا۔ تو بیت المقدس کا نقشہ حضورؐ کے سامنے آگیا۔ اور آپؐ بیت المقدس کو آنکھوں سے دیکھ کر ان کے استفسارات کا جواب دیتے رہے۔

حضرت عمرؓ خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے یا ساریۃ الجبل کی ہدایت اپنے جرنیل عساکر مسلمین کو دینے لگے۔ گویا میدان جنگ سینکڑوں میل دور ہوتے

ہو گئے ان کی نگاہوں کے سامنے ہے۔

یا پھر زمین کی طنابیں سمٹ کر یک دوگام کا فاصلہ رہ گئیں۔ اور حضرت جہانیاں جہاں گشتؒ شاہ دہلی کی کنیز کو خطرے میں دیکھ کر بخارا سے دہلی پہنچے اور کنیز مذکورہ کو مینار سے گرتے ہی اپنے بازوؤں میں لے لیا۔ اور زمین پر بچے کی طرح کھڑا کر دیا۔ لونڈی کے حواس بجا ہوئے تو عرض کیا "قربانت شوم از کجا آمدی۔ فرمایا" تو از مینار آمدی من از بخارا آمدم"

سماع۔ فرمایا :-

صوفیائے چشت اہل بہشت نے سماع کو انقباض قلب کی کلید کے طور پر رواج دیا۔ اور یہ چند شرائط کے ساتھ مشروط کر دیا۔

۱۔ حاضرین محفل اہل دل ہوں۔ یعنی ان کا مطمع نظر صرف رسولؐ اللہ کی محبت ہو۔

۲۔ سنانے والا متشرع / صوم وصلوٰۃ کا پابند ہو۔

۳۔ سوائے حمد ونعت کچھ نہ پڑھے۔

۴۔ اہل محفل اور قوال بھی باوضو ہوں۔

۵۔ سنانے والا عورت یا لڑکا نہ ہو۔

سماع کی تاثیر بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ (حضرت قطب صاحب بختیار کاکیؒ) قوال سے ہر زمان از غیب جانے دیگر است۔ سنتے ہی ایسے بیخود ہوئے کہ کہ جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

وہ تو خیر سلسلہ چشت کے اکابرین سے تھے۔ ان پر یہ کیفیت طاری ہونا بعید نہیں۔ سماع اس قدر لطیف تاثیریں رکھتا ہے۔ کہ نقشبندی حضرات

بھی کبھی کبھی وجد میں آجاتے ہیں. حضرت صاحبزادہ محمد عمر ایم اے سجادہ نشین
بیربل کا واقعہ سنیئے۔ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں.

میں صاحب فراش تھا. بیماری کچھ طوالت اختیار کر گئی۔ ساتھ ہی
طبیعت ایسی منقبض ہوئی کہ مجھے خیال ہونے لگا. شاید اللہ نے مجھ سے اپنی
نعمت چھین لی ہے. ایک دن ایسی ہی حالت تھی۔ ایک نعت خواں آگیا
اس نے نعت پڑھی. مگر طبع نے کوئی اثر قبول نہ کیا۔ اتنے میں خوشاب
کے قوال آگئے۔ اور کچھ سنانے کی اجازت طلب کی۔ حاضرین مجلس کی پسند
دیکھ کر اجازت دے دی گئی. انہوں نے جب پہلا ہی شعر پڑھا تو طبع اس
طرف رجوع ہوگئی.

بہر آئینہ روشن جمال یار می بینم　　بہر ذرہ نمودارے ازاں دلدار می بینم

پوری غزل نہایت ذوق شوق سے سُنی. طبیعت کا سارا تکدر اور انقباض
رفع ہوگیا۔ بلکہ جسمانی بیماری بھی رخصت ہوگئی اور روحانی طور پہ یوں نظر آیا۔ کہ
خداوند عزوجل کائنات کے ذرہ ذرہ میں نمایاں ہوکر عیاناً آنکھوں کے سامنے
ہیں۔ حضرت امیر خسروؒ نے جو کہا ہے.

خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو　　محمدؐ شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

کسی ایسے ہی منظر کو دیکھ کر کہا ہے۔ الغرض قوالوں کا بہت بہت شکریہ ادا کیا.
جیسا کہ حق تھا. اُن سے اور بھی بہت کچھ سنا. اور چشتیوں کا سماع سے اشتیاق
اور شغف بھی منکشف ہوگیا۔ غزل یہ تھی.

بہر آئینہ روشن جمال یار می بینم　　بہر ذرہ نمودارے ازاں دلدار می بینم

رموز نکتۂ دانش ز ہر لوح ہمی خوانم ! جمال معنی پاکش بہر رخسار می بینم

ز شاہاں ملک وحدت را بہ ملک خویش منصوراند برائے جلوہ ایشاں بہر سودار می بینم

رموز ھو معکوراہ ہر ذاتے ہمی خوانم ! ہمہ اسرار ربانی ازاں اظہار می بینم

بچشم احمد بنگر کمال حسن معنی را

کہ من ایں صورت و معنی بچشم یار می بینم

تصرفات :-

پہلوان محمد صدیق بٹ (مصری شاہ لاہور) بیان کرتے ہیں

ہم چار اشخاص حکیم فضل الٰہی، خلیفہ احمد دین، محمد ابراہیم منہاس جب چکوڑی شریف پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ موضع سکھ چینا متصل لالہ موسیٰ تشریف لے گئے ہیں۔ ہمیں منزل پر پہنچنے کے باوجود حضرت کی زیارت سے محرومی شدت سے محسوس ہوئی۔ ہم نے ارادہ کیا۔ کہ ابھی چل پڑتے ہیں۔ لیکن موجودہ مسند نشین حضرت الحاج صاحبزادہ غلام محی الدین شاہ صاحب نے فرمایا کہ آپ لاہوریوں کو یہیں شب بسری کے لیے پابند کر گئے ہیں۔

الغرض رات کا زیادہ حصہ آپ کی بصیرت۔ ارادت مندوں سے محبت اور ان کے حالات سے باخبری کے متعلق ہی بات چیت میں کٹ گیا۔ منہ اندھیرے ہی نماز صبح ادا کی۔ حضرت خواجہ غلام سرور رحمتہ اللہ علیہ کے دربار میں حاضری دی۔ اور فوراً ہی چل پڑے۔ ہماری کار فراٹے بھرتی اپر جہلم کے کنارے رواں دواں تھی۔ ابھی سورج نہیں طلوع ہوا تھا۔ کہ ہم سکھ چینا کی حدود میں داخل ہو گئے جنوری کی سردی اپنے پورے جوبن پر تھی۔ وہاں آپ نے چوہدری محمد زمان

(میزبان) وغیرہ کو دونوں راستوں پر متعین کر دیا تھا۔ کہ لاہور والے اس علاقے سے بے خبر ہیں۔ لہذا ان کے استقبال اور راہنمائی کے لیے دور تک چلے جاؤ پھر خود بھی جدھر سے ہم آ رہے تھے ادھر ہی ایک فرلانگ تک تشریف لے آئے۔ اور راہ ہی میں ملاقات فرمائی۔ فرمایا "آپ حضرات نے بہت تکلیف فرمائی۔ لیکن محبت میں ایسے مقامات بہت ہیں۔" ہم نے عرض کیا۔ حضرت! آپ کی توجہ خصوصی سے راہ میں کوئی الجھن نہیں پڑی۔ گویا ہم آپ کی نگرانی میں سفر کرتے رہے ہیں۔ آپ کی زیارت نے سب کلفتیں دور کر دی ہیں فرمایا۔ پہلوان جی "وصل کے بعد فراق کی لذتیں کب یاد رہتی ہیں"

حکیم فضل الٰہی لاہوری بیان کرتے ہیں۔

کہ میں ایک بار دو دیگر ساتھیوں کے ہمراہ حضرت کی زیارت کے لیے لاہور سے چلا۔ گجرات پہنچنے پر معلوم ہوا کہ حضرت گجرات آنے والے ہیں۔ رات گجرات میں رہنا چاہیئے۔ خواب میں آپ سے ملاقات رہی۔ اور آپ ہی سے شرف تکلم حاصل رہا۔ میں اسی خواب سے محظوظ ہو رہا تھا۔ کہ آپ نے مجھے ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور فرمایا "حکیم صاحب اٹھیئے میں آپ کے خواب کی تعبیر ہوں" حکیم صاحب حیرت اور سرور کی ملی جلی کیفیت سے سرشار اٹھے اور آپ کے قدموں کی طرف جھکنا چاہا۔ مگر آپ نے انھیں چھاتی سے لگا لیا۔

پہلوان محمد صدیق نے ایک واقعہ یوں سنایا

کہ میں بابو خورشید صاحب خلف ڈاکٹر اللہ رکھا صاحب اور ایک دوست کی معیت میں چکوڑی شریف پہنچے۔ جب ہم نے واپسی کے لیے اجازت طلب

کی. تو آپ نے تاکید فرمائی کہ کار آہستہ چلانا پھر آخری الوداعی معانقہ کے وقت بھی آہستہ روی کی تاکید کی. یہاں تک کہ بالو خورشید صاحب کچھ خوفزدہ ہو گئے.

الغرض ہم آپ کی دعائیں سمیٹ کر لاہور کی طرف چل پڑے. راہ میں آپ ہی کے اخلاق حسنہ، محبت، مودت، علم وفضل، ذکر وفکر کی وسعت پر گفتگو ہوتی رہی. جب کاموکی سے آگے نکلے تو کیف وسرور کے جھولے جھلاتے آہستہ خرامی کی ہدایت بھول گئے. ۶۰ میل سے بھی اوپر چلے گئے. اچانک ہم نے دیکھا کہ ایک سیاہ رنگ کا کتا سامنے سڑک کاٹتا ہوا نظر آیا. اِدھر سے ایک بس آ رہی تھی. آنکھ جھپکنے سے بھی پہلے کتا کار کے نیچے تھا. اور ہماری کار پٹڑی سے اتر گئی. اور ہماری عقل وہوش بھی. صرف ایک انچ کا فاصلہ درخت اور کار میں رہ گیا. ایکسیڈنٹ کے تصور سے ہی ہماری آنکھیں بند ہو گئیں. ہم نہیں جانتے سٹیرنگ ویل کیسے پھر گیا اور صرف ایک انچ درخت سے ہٹ کر کار نکل گئی. ہمارے حواس بجا ہوئے. ہم نے کار کھڑی کر لی. نیچے اُترے کتے کی لاش دیکھ کر معاً خیال آیا. یہ کالی بلا ہمارے صدقے ہو گئی یا کر دی گئی. اور ہم حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تاکیدِ نرم خرامی کے مفہوم سے آشنا ہو چکے تھے. بالخصوص بالو خورشید صاحب آج تک آپ کے گیت گاتے رہتے ہیں.

میاں اللہ دتہ صاحب گڑھی شاہو لاہور بیان کرتے ہیں. کہ میں چکوڑی شریف حاضر ہوا. آپ وضو کر رہے تھے. کہ میرے اندر یہ خواہش پیدا ہوئی. کہ آپ کے اعضا کی دھوون یعنی وضو والا پانی محفوظ کر لینا چاہیئے. مجھے یہ خیال پیدا ہو رہا تھا کہ آپ نے فرمایا "میاں اللہ دتہ. ہم تو محض افسران بالا کے چپڑاسی ہیں. ہم میں کیا رکھا ہے جو پانی کی طلب کرنی چاہتے ہو"

میں نے عرض کیا جناب ہم آپ کے تابع فرمان ہیں۔ مگر ہماری عرض ہے کہ ہم یونہی لاہور سے چکوڑی کا سفر نہیں کرتے۔ ہم نے بہت کچھ دیکھا بھالا ہے۔

ایک بار میں چکوڑی شریف حاضر دربار ہوا۔ آپ گولڑے شریف اپنے پیر خانے تشریف لے گئے تھے۔ جب آپ واپس چکوڑی پہنچے تو میں نے بے ساختہ عرض کر دیا کہ "جناب ہمیں بھی گولڑے شریف کا تبرک چاہیئے"۔ آپ نے فوراً فرمایا۔ گولڑے شریف کا میں ہی تبرک ہوں۔ اور آپ ہی حضرات کے لیے ہوں"۔

پہلوان محمد صدیق بٹ بیان کرتے ہیں۔

مصری شاہ لاہور میں میرا چینی آٹے کا ڈپو تھا۔ جو کہ چیف کنٹرولر نے مجھ سے چھین کر اپنے ایک عزیز مسمی نذیر احمد کو دے دیا اور میری کہیں شنوائی نہ ہوئی۔ میری اسی شکست اور بے بسی نے میرے اندر آگ لگا دکھی تھی۔

محمد اعظم چشتی کے مشورے سے چکوڑی شریف حضرت خواجہ غلام سرور (رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور مجھے دیکھ کر بہت خورسند ہوئے۔ فرمایا" پہلوان جی۔ خوش تو ہو ناں؟" (آپ بڑی محبت سے مجھے پہلوان جی کہہ کر خطاب کرتے تھے)۔ بڑے اداس نظر آتے ہو کیا قصہ ہے؟" میں نے عرض کیا حضور! آپ روشن ضمیر ہیں میرا ڈپو چھین لیا گیا ہے۔ اور شماتت ہمسایہ کا تصور الگ سینے میں چھریاں چلا رہا ہے۔

آپ حضور کے ہونٹوں پر مسکراہٹ سی نمودار ہوئی۔ فرمایا" بس اتنی سی بات پر یہ اداسیوں کا عالم۔ ڈپو مل جائے گا۔ میں نے عرض کیا۔ حضور یہی ڈپو چاہیئے دوسرا نہیں۔ فرمایا یہی مل جائے گا۔ جاؤ تسلی سے ڈیرے پر بیٹھو اور کھاؤ پیو۔

مجھے کچھ یونہی تسلی ہوئی۔ کیونکہ میرے ذہن پر چیف کنٹرولر اور اس کا عزیز سوار تھے۔ دل نہیں مانتا تھا۔ کہ میں ان پر کیسے فتح یاب ہوسکتا ہوں۔ مگر کرنا خدا کا کیا ہوا کہ ایک ہفتے عشرے کے اندر ہی نذیر احمد مذکور نے مجھے کہا کہ بھئی پہلوان! ڈپو میں بیٹھو اور سب حساب تولنا تلانا سنبھالو۔ میں صرف باہر کا کام کیا کروں گا۔ مجھ سے یہ کام نہیں ہوسکتا۔ یہ سن کر میری باچھیں کھل گئیں اور ساتھ ہی آنکھیں بھی۔ حضورؒ کے تصرف کے قربان! ایک دو ماہ ہم دونوں یونہی چلتے رہے۔ دو ماہ بعد نذیر احمد نے کہا "لو بھئی اپنا ڈپو میں کوئی اور کاروبار کروں گا"۔

بٹ صاحب یہ واقعات سنارہے تھے۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرما دیتے۔ بخاری صاحب! یہ ولیوں کا گھرانہ ہے۔ چار پانچ پشت سے تو یہی کچھ ہوتا رہا ہے۔ آئندہ بھی اللہ کریم کی بارگاہ سے اُمید ہے کہ صاحبزادگان الحاج غلام محی الدین شاہ صاحب اور لال حسین شاہ صاحب جناب کے تربیت یافتہ ہیں۔ "بلھے دے بلھے ہوں دے۔ سانوں کی خطرہ اے۔ ساڈا آستانہ جیوے ای جیوے"۔

سید جمشید علی شاہ آف لاہور

سید جمشید علی شاہ کے چکوڑی شریف میں حاضر ہونے کا قصہ یوں ہے۔ جو انہی کی زبانی ہے۔ میں عقیدۃً تا کٹر شیعہ بڑے بڑے گل مچھے داڑھی صفا چٹ چور دل ڈاکوؤں سے نہ صرف دوستی بلکہ عملاً حصہ دار۔ نہ شراب سے تنفر نہ تماش بینی سے گریز۔ غرور اور کبریائی کا یہ عالم کہ کسی فقیر یا امیر کو کچھ نہیں سمجھتا تھا۔ لالہ موسیٰ ڈنگہ دریا کسانہ ضلع گجرات میں اکثر آمد و رفت رہتی تھی۔ موضع دریا میں ایک صبح چوہدری

محمد انور رئیس دیہ کو چکوڑی شریف میں جاتے دیکھ کر میں بھی ان کے ہمراہ ہو گیا خیالات میں وہی غرور۔

ہماری ملاقات پہلے حضرت خواجہ ظفر جی سے ہوئی۔ چوہدری محمد انور نے مختصر تعارف کرایا۔ پھر ہم ظفر جی کی معیت میں حضور خواجہ غلام سرور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ حسب عادت آنکھیں بند کیئے تشریف فرما تھے۔ علیک سلیک کے بعد فرمایا۔ کیسے آئے؟

چوہدری محمد انور، محمد اسلم نے مجھے اشارہ کیا۔ میں نے جناب ظفر جی کی طرف دیکھا۔ مگر آپ بھی خاموش رہے۔ دوسری مرتبہ آپ نے فرمایا۔" کیسے آئے؟" ہم سب پھر بھی خاموش۔ میں دل میں حیران۔ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے۔ میری اکڑفوں اور غرور سب ختم ہو چکا تھا۔ کچھ عرض کرنے کا یارا نہ رہا۔ آپ نے تیسری مرتبہ فرمایا۔ اچھا اب تو کچھ بولو"۔ میں نے ڈرتے ڈرتے دست بستہ عرض کیا۔" افلاس کا شکار رہوں۔ فی الحقیقت میری سب جرائتیں رخصت ہو چکی تھیں۔

آپ نے بڑی شفقت سے فرمایا۔ شاہ جی!" حالات سدھر جائیں گے۔ فکرمندی کی ضرورت نہیں۔ ڈیرے پہ جا کر بیٹھو۔ کھاؤ پیو۔"

الغرض جب ہم واپس دریا پہنچے تو ملحقہ گاؤں کا ایک مریض میرے پاس علاج کے لیے آیا۔ اس نے مجھے اسی۸۰ روپے دیئے۔ اور دوائی لے کر چلا گیا۔ میں حضور کی اس عطا اور کرامت سے اس قدر متاثر ہوا۔ کہ میں نے چوہدری انور کو کہا۔ بھئی میں تو چکوڑی شریف جا رہا ہوں۔ چوہدری شرارت آمیز مسکراہٹ سے بولا۔ شاہ جی آپ تو کسی کو درویش اور بزرگ نہیں جانتے تھے۔ میں نے کہا۔ چوہدری پچھلی باتیں یاد نہ دلاؤ۔

میری کایا پلٹ ہو چکی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

میں حضور کی بیعت ہو گیا۔ اور اپنے سب افعال شنیعہ کا تذکرہ بھی حضور سے کر دیا۔ جناب نے فرمایا مضیٰ ما مضیٰ۔ سب درست ہو جائے گا۔ چنانچہ شیعیت بھی رخصت اور دیگر عادت بھی ختم۔ گویا میں غیر مسلم سے مسلم بن گیا۔ صحابہ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا حلقہ بگوش۔

مندرجہ بالا واقعات تو چالیس سال قبل کے ہیں۔ حضور کے وصال کے بعد بھی میں دوسرے چوتھے مہینے چکوڑی شریف حاضری دیتا رہتا ہوں۔ حضور رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ "میں ہی ظفر جی ہوں"۔

چار سال ادھر کی بات ہے۔ میرا بڑا لڑکا اور لڑکی تپ محرقہ میں مبتلا ہو گئے۔ اور بیماری اس قدر طویل ہو گئی۔ کہ دونوں بچے ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گئے۔ طبیبوں اور ڈاکٹروں نے فیصلہ دے دیا۔ کہ بس اب چند دنوں کی بات ہے۔ میری بیوی نے ہر طرف کی مایوسی کے بعد مجھے کہا کہ اپنے پیر و مرشد کو یاد کرو۔ بلکہ ان کے پاس فریاد کرو۔ انھیں چھٹی لکھو۔ میں نے کہا نیک بخت میں اپنے پیر کو سمیع، بصیر، علیم، خبیر جانتا ہوں۔ زبانی انکو کہنے کی حاجت نہیں سمجھتا۔

میں تمہارے کہنے پر چھٹی لکھتا ہوں۔ لیکن یاد رکھو یہ چھٹی وہاں نہیں پہنچے گی میں نے چھٹی لکھی۔ مگر پانچ دن تو میری ہی جیب میں پڑی رہی مجھے لیٹر بکس میں ڈالنا یاد ہی نہ رہا۔ چھٹے دن میں نے اپنے داماد کو چھٹی دے دی۔ اور تاکید بھی کی کہ یہ چھٹی ڈاک خانہ جاکر ڈالنا۔ مگر اُسے بھی یاد نہ رہی۔

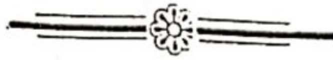
میں ایک دن بچے کے پاس بیٹھا بیٹھا غنودگی میں چلا گیا۔ خواب میں اپنے کو چکوڑی شریف دیکھتا ہوں۔ حضور اور ظفر جی دونوں بھائی تشریف فرما ہیں۔ حضور فرماتے ہیں ظفر جی وہ دونوں سوٹیاں شاہ جی کو دے دو۔ کھونڈی درمیان میں قابلِ مرمت ہے۔ وہ فلاں لوہار سے مرمت کروا کر دے دو۔ میں وہ سوٹیاں لے کر واپس لاہور پہنچ گیا۔ غنودگی ہٹ گئی۔ تو میں نے اپنی بیوی کو کہا مبارک ہو۔ بچے تندرست ہو گئے۔ اُسے خواب سنا دیا۔ اسی دوران میرا ایک شاگرد آ گیا۔ اس نے ایک قطرہ دوائی پانی میں ملا کر ان کے حلق میں انڈیل دی۔ بچوں کو نیند آ گئی۔ کئی گھنٹے سونے کے بعد جاگے۔ لڑکے نے پانی طلب کیا۔ اور پانی پی کر صحت مندوں کی طرح تکیہ لگا کر بیٹھ گیا۔ لڑکی چند منٹ کے بعد پھر سو گئی۔ دو گھنٹے کے بعد کہنے لگی۔ امی! مائیں تو اولاد کو بہت کچھ کھلاتی ہیں۔ تم مجھے روٹی بھی نہیں دیتی۔ اس کی ماں نے روتے ہوئے اُسے روٹی کا ٹکڑا دے دیا۔ وہ کھانے لگی پھر پانی کے چند گھونٹ پی کر الحمد للہ کہا۔ آٹھ دن کے بعد بچے چلنے پھرنے لگے۔ میں فوراً ہی چکوڑی شریف کے لیے تیار ہو گیا۔ بیوی نے کہا پیسہ تو ایک بھی ہمارے پاس نہیں۔ وہاں کیسے جاؤ گے؟ میں نے کہا بے ٹکٹ گاڑی میں بیٹھوں گا۔ افتادِ طبع اور حضور کی لطف فرمائیوں نے لہجے میں بے باکی پیدا کر رکھی تھی۔ اِس لیے لہجہ گستاخ ہو جاتا تھا۔ سچ کہا ہے کسی بزرگ نے ؎

ع کرم ہائے تو کرد گستاخ مارا

چند ہی منٹ بعد ملتان سے ایک مرید آ گیا۔ اس نے بیس روپے دیئے۔ جو ہم نے نصف نصف کر لیے۔ اور چکوڑی شریف حاضر ہو گیا۔ اور اپنے پیر کی لحد مبارک پر بوسہ زن ہو گیا۔

شاہ جی نے بیان کیا ہے۔ ایک بار حضرت خواجہ ظفر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ میرے غریب خانہ واقع گھوڑے شاہ روڈ پر تشریف لائے۔ آپ برآمدے میں سے گزر رہے تھے۔ کہ آپ کی دستار مبارک چھت کو لگ گئی۔ دراصل تو یہ ہماری بے بضاعتی کی تصویر تھی برآمدہ کیسا۔ میری بیوی نے عرض کیا۔ یا حضرت! ہمیں مکان دلوائیے۔ فرمایا" بن جائے گا۔" بیوی نے دوسرے الفاظ میں پھر عرض کیا۔ آپ نے فرمایا بن جائے گا۔ تیسری بار میری بیوی نے یہی عرض کیا۔ آپ نے خاص کیفیت میں ذرا جلالیت سے فرمایا۔" میں نے جو کہہ دیا ہے بن جائے گا۔" دو منٹ بعد میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور میرے والد صاحب کی قبر کے اردگرد سفید زمین پر بطور چہل قدمی چکر لگایا۔ گویا میری ملکیت زمین کی حد بندی کی جا رہی ہے۔ کچھ جگہ جانب جنوب چھوڑ دی۔ حالانکہ میں نہیں چھوڑنی چاہتا تھا۔ مگر آپ نے فرمایا شاہ جی یہی کافی ہے۔ چنانچہ جتنی جگہ کی آپ نے حد بندی کی تھی۔ وہی میرے قبضہ میں ہے اور مکان بھی بن گیا ہے۔

ایک واقعہ آپ نے اپنے دونوں بچوں کی ملازمت کے بارے میں سنایا۔ اس میں آپ کا تصرف ہی تصرف تھا۔ تفصیلی بیان کی گنجائش نہیں لمبے بہت واقعات ہیں۔



جناب بابو خواجہ جمیل احمد صاحب چاہ میراں لاہور نے بیان کیا ہے۔

ایک دوست کے ہمراہ لاہور سے دربار میں حاضری کے لیے چلا۔ لالہ موسیٰ اسٹیشن سے اتر کر پیدل ہی چل پڑے۔ لیکن عشق کی حفاظت اور رہبری میں ہم منزل کی طرف رواں دواں تھے۔ راہ میں ہمیں پانچ راہزنوں نے جو گھوڑوں پر سوار تھے۔ للکارا

ملفوظات

آپ کی مجلس میں امیر غریب صاحب علم وفضل اور ان پڑھ یا جاہل کی کوئی تخصیص نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ آپ علیٰ قدر عقولهم گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا اندازِ تکلم نہایت دل نشیں مختصر اور مدلل ہوتا۔ ان پڑھ بھی خالص علمی مسائل کے نکات سمجھ جاتے۔ آپ کے خاندان کی عذب البیانی تو علاقہ بھر میں مسلّم تھی۔

دن بھر میں کم از کم تین مجلسیں ضرور ترتیب پا جاتیں۔ ۱۔ علی الصبح (اوراد و وظائف کے بعد) ۲۔ عصر کے وقت۔ ۳ نماز مغرب کے بعد۔

ایک بار پہلی مجلس میں راقم الحروف نے ایک دوست کے کہنے پر سلسلہ مسائل شروع کیا۔ یوں بھی احباب منتظر رہتے کہ آپ سے کوئی ذوق والا کچھ استفسار کرے۔ اور آپ کے فیضان سے بہرہ ور ہو سکیں۔

میں نے عرض کیا صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے ہاتھ میں تلوار اور بغل میں قرآن کریم ہوتا تھا۔ مگر قرآن پاک تو بے شمار ہاتھوں میں ہے۔ چپے چپے پر درس گاہیں ہیں۔ تلوار کہیں نظر نہیں آتی۔

آپ نے فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ جماعت کی ریس ناممکن ہے۔ وہ آپس میں شیر وشکر۔ ہم باہم

یہ مہروں والا تھال خود میرے پاس پہنچے گا. اور جوگی کا کمال استدراج تھا. کہ تھال سرکنا شروع ہوا۔ اور درباریوں کے دیکھتے دیکھتے جوگی کے پاس پہنچ گیا. ہندوؤں نے بڑی مسرت سے "جے نارائن" کا نعرہ لگایا۔ اکبر نے نہایت حیرت اور حسرت سے مسلمان امراء کی طرف دیکھا. دربار میں جو قالین بچھا ہوا تھا. اس کے ایک طرف شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ اکبر کے حیرانگی کو دیکھ کر حضرت کو جوش غیرت نے یکدم ابھارا آپ اپنے سادہ لباس میں چھڑی لیے کھڑے تھے. آپ نے شیر قالین کو چھڑی سے اشارہ کیا۔ اسی گھڑی بحکم کردگار شیر زندہ ہوگیا. اور گونجا. تمام دربار پر سناٹا طاری ہوگیا اور بھگدڑ مچ گئی. شیر نے جوگی کو تھپیڑ مار کر چیر ڈالا۔ آپ نے اسی چھڑی سے اشارہ کیا اور وہی شیر درندہ، شیر قالین بن گیا۔ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر اکبر کی حیرت اور بڑھ گئی۔ اور ایک مسلمان درویش کی روحانی قوت دیکھ کر خوش ہوگیا۔ اور اس کے خیالات کی کچھ حد تک اصلاح ہوگئی۔

فرمایا:۔

ہمارے سلسلہ مشائخ میں شاہ نظام الدین اورنگ آبادی بڑے پائے کے بزرگ ہوئے ہیں. آپ کو ان کے پیر و مرشد حضرت کلیم اللہ جہاں آبادی نے تبلیغ اسلام کے لیے بطور خاص اورنگ آباد میں متعین فرمایا تھا. اسی سلسلہ تبلیغ میں حضرت کے خطوط بنام شاہ نظام الدین کتب سیر میں محفوظ ہیں۔

حضرت شاہ کلیم اللہ اورنگ آباد میں شاہ نظام الدین کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے. کہ شاہ نظام الدین کے مشکوئے معلیٰ میں فخر ملت والدین فرزند کے تولد کی خوشخبری ملی. شاہ صاحب بیٹے کو لے کر حضرت کلیم اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے. آپ نے بچے کو

گود میں لے کر پیشانی چومی۔ اور مولانا فخر الدین نام تجویز کیا۔" مولانا کا خطاب مہد میں عطا ہوگیا۔ پھر ہندوستان بھر میں ایک دنیا نے دیکھا کہ اس شجر معرفت کے ثمر شیریں کہاں کہاں چکھے گئے۔

انہی فخر جہاں مولانا فخر الدینؒ نے خواجہ محمد مہاروی کی تربیت فرمائی۔ اور سلسلہ چشت کا شجر ثمردار پنجاب بھر میں چھا گیا۔ اور خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ، شمس الدین سیالوی (سرگودھا)، پیر مہر علی شاہ (گولڑہ)، خواجہ محمد امین (چکوڑی شریف)، حضرت خواجہ حافظ محمد چراغ شاہؒ، خواجہ غلام سرورؒ اور میرے پیر حضرت خواجہ ظفر علی شاہؒ چکوڑی شریف نے ہزاروں لاکھوں گم کردہ راہ انسانوں کو معصیت سے نکال کر صاحب اخلاق بنا دیا۔

فرمایا:۔

حالی صاحب فرماتے ہیں

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو دن بھر ملاقات کرنے والوں کی وجہ سے ذکر کی فرصت نہیں ملتی تھی۔ لہٰذا آپ رات کا زیادہ حصہ عبادت اور ذکر میں گذارتے۔ ان کا ایک موچی ہمسایہ دن میں جو کچھ کماتا۔ رات کو احباب کی معیت میں شراب کباب اور گانے میں خرچ کر دیتا۔ آدھی آدھی رات تک ایک ہنگامہ اور شور و غل مچائے رکھتا۔ حضرت کو بیزاری تو بہت ہوتی۔ مگر آپ ہمیشہ ہی خاموش رہتے۔ اور حقوق ہمسائیگی میں اس کے راز کی بھی حفاظت رکھی۔ ایک دن اتفاق سے اس گلی میں کوتوال کا گزر ہوا۔ اس نے غل غپاڑہ سن کر موچی کو گرفتار کر لیا۔ امام صاحب رات بھر بے چین رہے۔ خدا معلوم ہمسایہ کو کیا ہوا۔ علی الصباح دریافت کرنے پہ واقعہ معلوم ہوا۔ تو اسی وقت سوار ہو کر کوتوال

کے ہاں گئے اور موچی کو پکڑ لائے۔ اور اُسے کہا

بھائی تم ہر روز اِس مفہوم کا شعر گایا کرتے تھے "لوگوں نے مجھے ضائع کر دیا۔ اور ایک بڑے آدمی کو ضائع کر دیا۔ جو جنگ اور رخنہ بندی میں کام آتا"۔ میں نے تمہیں ضائع تو نہیں کر دیا۔

موچی نے کہا حضرت آپ نے ہمسائیگی کا حق ادا کر دیا اور مجھے ضائع نہیں کیا اور ہر قسم کی لغزیات سے تائب ہو کر آپ کے حلقہ درس میں داخل ہو گیا۔ یہاں تک کہ نامور فقیہہ بن گیا۔

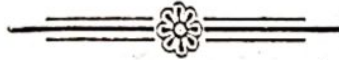
فرمایا :-

انگریز اپنے زمانہ حکومت میں بچوں کی درسی کتابوں میں یورپین اور عیسائی بہادروں اور فرزانوں کی کہانیاں لکھوایا کرتا تاکہ ہندوستانی بچوں کے ذہن یورپ اور عیسائیت کی برتری اور فوقیت سے کلیتہً متاثر ہو جائیں۔ فریڈرک اعظم۔ نکلسن۔ نیلسن۔ نپولین جون آف آرک وغیرہ کے قصے ان کتابوں میں لکھے ہوتے۔ حالانکہ ہمارے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایسے ایسے مشاہیر ہوئے ہیں۔ کہ دنیا بھر کی تمام قوموں کے مشاہیر مل کر بھی ان کی برابری نہیں کر سکتے۔ سیرۃ اور تاریخ کی کتابیں ان کے واقعات سے بھری پڑی ہیں۔ حکماء، زہاد۔ اطبا۔ صنعت گر، منصف۔ جرنیل۔ جانباز۔ مدبر۔ منتظم غرضیکہ ہر شعبہ میں ان گنت صاحب کمال موجود ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے " جابر حاکم کے سامنے کلمہ حق کہنا جہاد اکبر ہے" سلطان خوارزم شاہ والی خراسان مسجد میں تخت پر بیٹھ کر خطبہ دیا کرتا تھا۔ امام فخر الدین رازیؒ نے اس شوکت وغرور کے مظاہرہ کو بُرا محسوس کیا۔ اور بھری مجلس میں بادشاہ کو کہا۔

اے بادشاہ! مسجد میں خداوند عالم کی کبریائی کے سامنے اپنی کبریائی کا مظاہرہ درست نہیں۔ یہاں شاہ وفقیر سب برابر ہیں۔ صرف وہی بلند مرتبہ ہے۔ جو زیادہ صاحب تقویٰ ہے۔ اور جس کے دل میں مشیت الٰہی ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم

سلطان کو یہ انداز بیان اور تنبیہ سخت ناگوار گزری بے چارگی اور غصہ کے ملے جلے جذبات سے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ مگر اُسے کسی نگاہ میں بھی اپنی حمایت نظر نہ آئی بالآخر نہایت خاموشی سے اپنا تخت مسجد سے اٹھوانے کا حکم دیا۔ اور سب نمازیوں کے برابر کھڑا ہوکر نماز پڑھا کرتا۔



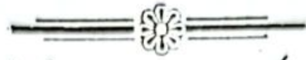
ایسے ہی ایک اور واقعہ بیان کیا۔

سلطان سکندر لودھی اچھے خیال کا بادشاہ تھا۔ ایک بار علماء نے بادشاہ سے شکایت کی کہ نماز کے اوقات میں ہندو مندروں میں سنکھ اور گھڑیال بجا بجا کر نماز میں خلل ڈالتے ہیں۔ بادشاہ نے وقتی طور پر متاثر ہوکر مندروں کے ڈھانے کا حکم دیدیا۔ اس وقت ایک مرد خدا مولٰنا عبد اللہؒ تھانیسری کو اس حکم کی اطلاع ہوگئی۔ فوراً سلطان سے ملے اور نہایت جرأت اور بے باکی سے کہا۔

اے سلطان! اسلام نے کسی بھی مذہب وملت کے عبادت خانے ڈھانے کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ ایسی حرکت سے منع کیا ہے۔ سلطان نے کہا۔ مولٰنا آپ کافروں کی حمایت کرتے ہیں۔

مولٰنا نے جواب دیا "میں حق کی حمایت کرتا ہوں" مجھے بتاؤ صحابہ کبارؓ نے کتنے کلیسا اور صومعہ گرائے۔ جب انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ تو تم ایسا کیوں کرتے ہو۔

سلطان مولانا کی حق گوئی سے ہیبت زدہ ہوگیا۔ اور اپنا حکم واپس لے لیا۔



حضرت جنید بغدادیؒ اپنے ایک مرید سے ترجیحی سلوک کرتے تھے دوسرے حاضر باش مریدوں نے ایک دن اس ترجیحی سلوک کی شکایت کی۔ آپ نے سب مریدوں کو ایک ایک جانور دیا اور کہا۔ ان کو ایسی جگہ ذبح کرو۔ جہاں کوئی دیکھتا نہ ہو۔ سب مرید جانور ذبح کر لائے۔ مگر سلوک والا ایسے ہی زندہ جانور لے آیا۔ آپ نے پوچھا تم نے میرے حکم کی تعمیل کیوں نہیں کی۔ اس نے عرض کی آپ کا حکم تھا جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو وہاں ذبح کرنا۔ تو اللہ پاک ہر جگہ موجود ہوتا ہے۔ کہاں ذبح کرتا۔ میں نے آپ کے حکم ہی کی تعمیل کی ہے

حضرت نے شاکی مریدوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اب تمہیں ترجیحی سلوک کا سبب معلوم ہو گیا ہوگا۔ خدا کے بصیر ہونے پر صرف اسی کو کامل الیقین ہے۔ دوسرے اس کی فراست قابل تحسین و تقلید ہے۔

فرمایا :۔

حضرت حاتم اصمؒ کی خدمت میں ایک امیر حاضر ہوا۔ اور کہا۔ ہر ماہ آپ کی خدمت میں نذرانہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے کہا۔ تمھارے مرنے کے بعد مجھے پھر خدا سے کہنا پڑے گا۔ "یا اللہ میرا اَن داتا مر گیا ہے اس لیے میرا رزق مجھے دو۔" امیر کی سمجھ میں بھی یہ بات آگئی۔ کہ رزاق مطلق سے لَو لگانے والے مخلوق سے بے نیاز ہوتے ہیں۔

فرمایا :۔

حضرت سفیان ثوریؒ اور ہارون الرشید بچپن کے دوست تھے۔ جب ہارون بادشاہ

بن گیا۔ تو حضرت سفیانؒ کو رقعہ لکھا۔ کہ بچپن کے سب ملنے والوں نے مجھے مبارک باد دی ہے اور میرے انعامات سے مالا مال ہو گئے ہیں لیکن تم نے پروا ہی نہیں کی۔ یہ شانِ خلافت کے بھی خلاف ہے۔

آپ نے جواب میں لکھا "تم بیت المال کو بطور ذاتی روپیہ خرچ کرتے ہو۔ اور اس میں مجھے بھی ملوث کرنا چاہتا ہے تیرے عمال خود شراب و کباب اڑاتے ہیں۔ دوسروں کو سزا دیتے ہیں۔ خود چوری کرتے ہیں۔ دوسروں کے ہاتھ کاٹتے ہیں۔ قیامت کے دن تو ان کا قائد ہوگا۔ اور وہ تیرے پیچھے پیچھے جہنم کی طرف رواں ہوں گے۔" میں نے یہ باتیں تمہاری بہتری کے لیے لکھ بھیجی ہیں۔ آئندہ مجھے رقعہ نہ لکھنا۔

فرمایا:۔

حضرت شیخ علی ہجویریؒ کرمان میں شیخ ابوالاحمد مظفرؒ کے پاس حاضر تھے اور چہرے پر یاسیت چھائی ہوئی تھی۔ شیخ ابوالاحمدؒ نے پوچھا۔ حاجت بیان کرو۔ جناب گنج بخش نے کہا۔ سماع کی طلب ہے۔ شیخ نے اسی وقت قوالی کا اہتمام کر دیا۔ داتا صاحب نہایت محظوظ ہوئے۔ شیخ نے پوچھا قوالی نے کیا اثر کیا۔ آپ نے خوشدلی سے کہا بہت اچھا۔ شیخ نے فرمایا۔ علی! ایک وقت ایسا آئے گا۔ کہ تمہیں کوے کی آواز اور قوالی میں کوئی تمیز نہیں رہے گی۔

یہ واقعہ بیان کر کے آپؒ نے فرمایا حضرت برادر مکرم خواجہ غلام سرور صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر دربار میں محفل سماع کے موقعہ پر محفل سے اٹھ جاتے اور قبرستان کے دوسرے سرے پر جا کر بیٹھ جاتے۔ جہاں قوالوں کی آواز نہ سنائی دیتی۔

فرمایا:۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ اور سفیان ثوریؒ اتفاق سے ایک رات اکٹھے ہو گئے۔ دیر تک حمد و نعت کی باتیں ہوتی رہیں۔ سفیان ثوریؒ نے کہا کیسی اچھی صحبت رہی۔ فضیل نے جواب دیا۔ بہت ناقص" سفیان نے پوچھا" وہ کیسے؟" "تم مجھے خوش کرنے کے لیے باتیں کرتے رہے ہو۔ اور میں تمہاری خوشنودی کے لیئے۔ خدا سے دونوں غافل۔" سفیان نے کہا" ایک دوسرے کو خوش رکھنا بھی عبادت ہے"۔

فرمایا:۔

حضرت بایزید بسطامیؒ سے کسی نے کہا مجھے خدا دکھایئے۔ آپ نے فرمایا۔ فلاں قبرستان میں جاؤ۔ اس جگہ میرا ایک دوست بیٹھا ہے۔ وہ تمہیں خدا دکھائے گا۔ وہ جب اس مقام پر پہنچا تو وہاں ایک خوفناک اژدہا بیٹھا تھا۔ اُسے دیکھ کر الٹے پاؤں بھاگا۔ سانس پھولا ہوا آپ نے پوچھا۔ تمہیں کیا ہوا؟

واہ حضرت وہاں تو ایک ہیبت ناک اژدہا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تم خدا کی مخلوق دیکھ کر اس قدر ہراساں ہو تو خدا کو کیسے دیکھنے کی جرات کی۔

فرمایا:۔

اولیاء اللہ کی پہچان یہ ہے ھو مھم اللہ وشغلھم فیہ وفرارھم الیہ

فرمایا:۔

علامہ اقبالؒ سے کسی دوست نے پوچھا عقل کی انتہا کیا ہے"؟ "حیرت" پھر اس نے پوچھا عشق کی انتہا کیا ہے؟ علامہ صاحب نے جواب دیا "عشق کی کوئی انتہا نہیں"۔ اس نے کہا پھر آپ نے یہ کیوں کہا ہے۔

" تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں" (علامہ صاحب کی ایک غزل کا مصرعہ)

علامہ صاحب نے کہا بھئی دوسرا مصرعہ بھی پڑھو "میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں"۔

فرمایا :-

قرآن بار بار غور و فکر کی دعوت دیتا ہے افلا یتدبرون افلا یتفکرون، وہ کیوں غور و فکر نہیں کرتے۔ کہیں ارشاد ہوتا ہے قل سیروا فی الارض فکیف کان عاقبۃ المکذبین ہ

قرآن حکیم کے اثرات

قرآن پاک کا اس دعوتِ غور و فکر سے مقصد یہ ہے کہ انسان خالق کائنات کی طرف رجوع کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد میں ایسی مثالیں بکثرت ہیں کہ کئی فرزانوں نے آیاتِ قرآنی سن کر اسلام قبول کر لیا۔ یا دل سے تسلیم کر لیا کہ یہ انسانی کلام نہیں مثلاً طفیل بن عمرؓ دوسی وغیرہ وغیرہ۔

یہ باتیں تو خیر القرون کی ہیں۔ موجودہ زمانہ میں بھی قرآن حکیم کا مطالعہ کرنے والے کا اسلام قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔ برطانیہ کے ایک مسافر بردار بحری جہاز کا کپتان دورانِ سفر کسی نہ کسی کتاب کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔ جامعہ ازہر مصر کے کسی پروفیسر نے اس کو قرآن مجید کے مطالعہ کی دعوت دی۔ پروفیسر نے اسے انگریزی ترجمہ مہیا کر دیا۔ انہی دنوں وسط سمندر میں اس کے جہاز کو طوفان بلاخیز سے سابقہ پڑا۔ طوفانی خطرے کی گھنٹی بجتے ہی مسافروں کی بے چینی اور گھبراہٹ ایسی شدت اختیار کر گئی۔ کہ جہاز کا سنبھلنا مشکل ہو گیا۔ ہر مسافر کو موت سامنے دکھائی دینے لگی۔ مسافروں میں یہودی عیسائی مسلمان ملحد ہر مذہب و ملت کے پیروکار سوار تھے۔ بار بار کپتان سے صورت حال کی سنگینی کے بارے میں استفسار کریں لیکن کپتان کی مایوس نگہی ہی ان سب کا جواب تھا۔ الغرض ہر

مسافر کو یقین ہو گیا کہ اب موت کے پنجے سے دنیاوی اسباب رہائی نہیں دلا سکتے۔

اس انتہائی مایوسی کے عالم میں ہر مسافر کو حق الیقین ہو گیا کہ جہاز کو اب کوئی اَن دیکھی قوت ہی بچا سکتی ہے۔ مسلمانوں نے مصلے بچھا لیے اور مالکِ حقیقی کے سامنے نہایت عجز سے سربسجود ہو گئے۔ ایسے ہی یہودی عیسائی نہایت خلوص سے اللہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ان کی دیکھا دیکھی ملحدین کو بھی خدا کی طرف رجوع کرنا پڑا

اتفاق سے جہاز کا کپتان اِذَا رَکِبُوْا الخ مسافروں کو قرآن پاک کی آیات سے ہم آہنگ ہوتے دیکھا۔ قرآن پاک کا انسان کی نفسیات کو واشگاف بیان کرنا اس کے لیے حیرت انگیز تھا اسے یقین ہو گیا کہ "فی الواقعہ قرآن آسمانی کتاب ہے" اب اس کے قرآنی مطالعہ کا انداز بھی بدل گیا۔

بندے جب مخلصانہ پکارتے ہیں۔ تو ادعونی استجب لکم کی بشارت کے مطابق جہاز تباہی سے بخیریت نکل جاتا ہے۔ چنانچہ جہاز طوفان ہلاکت خیز سے نکل گیا۔

مصر کے ساحل پر پہنچتے ہی کپتان موصوف جامعہ ازہر کی طرف لپکا اور وہاں جا کر اپنی قبولیت اسلام کا اعلان کر دیا۔

ہم موجودہ مسلمانوں کی زبوں حالی کا واحد سبب ترکِ قرآن ہے

گر تو میخواہی مسلماں زیستن ! نیست ممکن جز بقرآں زیستن

کاش ہمارے ادیب، شاعر، صحافی اور مصنف قرآن حکیم کا مطالعہ بھی کریں۔ جبکہ دنیا جہان کی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔

فرمایا :-

حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ اوائل عمر میں لہو و لعب کی زندگی بسر کرتے تھے ایک دن سرِ راہ بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہوئی زمین پر پڑی دیکھی۔ انہوں نے

اس نے اس پرزہ کاغذ کو احترام سے اٹھایا۔ عطر میں لبسایا اور کسی اونچی جگہ رکھدیا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے:" اے بشر تم نے ہمارے نام کی خلوص اور صدق دل سے عزت و تکریم کی ہے۔ ہم بھی تمھارے لیے اعزاز کے دروازے کھول دیتے ہیں:۔ چنانچہ ایک دنیا ان کا نام عزت سے لے رہی ہے اور لیتی رہے گی ؛

فرمایا:۔

حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک غلام خریدا۔ اس سے یوں ہمکلام ہوئے

کیا کھاؤ گے ؟

جو کھلاؤ گے۔

کیا پہنو گے ؟

جو پہناؤ گے۔

تمہارا نام کیا ہے ؟

جس نام سے بلاؤ گے۔

کیا کام کرو گے ؟

جو کام کراؤ گے۔

تمہاری کوئی درخواست ؟

غلام کو درخواست سے کیا کام۔

اس مکالمہ کے بعد حضرت ابراہیم کی حالت دگرگوں ہوگئی۔ اپنا گریبان پکڑ کر اور جھٹکے دے کر کہا" اے فقیر مسکین تو نے بھی کبھی اپنے آقا کی اس طرح اطاعت کی ہے۔

فرمایا:۔

حضرت شاہ نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ دہلوی جو ہمارے سلسلہ کے اکابر مشائخ میں سے ہیں۔ جب حضرت باوا صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے انھیں دلی میں متعین کیا۔ تو آپ کی حالت ایسی تھی کہ کئی دن فاقہ میں گزر جاتے۔ ایک بار تین فاقوں کے بعد چوتھے دن ایک بڑھیا کچھ آٹا دے گئی۔ آپ نے ایک درویش کو کہا ہنڈیا میں ڈال کر پکا دو۔ اتنے میں ایک قلندر فقیر آگیا اور کھانے کو طلب کیا۔ آپ نے درویش کو کہا ہنڈیا اس کے آگے رکھدے فقیر نے ہنڈیا صاف کرنے کے بعد توڑ دی اور کہا

اے نظام الدین! فریدالدین نے تمھیں باطنی دولت سے مالا مال کیا ہے۔ میں نے آپ کے کاسۂ فقر و فاقہ کو توڑ دیا۔" اور خود غائب ہوگیا۔ پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ آپ کے لنگر کا خرچ ایک ہزار تنگہ پھر دو ہزار تنگہ یومیہ تک پہنچ گیا۔

ایک فرزندِ اسلام کا واقعہ

ایک دن فرزند اسلام کی سیرت کے متعلق فرمایا۔ یہ اس عہد زریں کی حکایت ہے۔ "جبکہ آتش جوان تھا" خلیفہ منصور عباسی اپنے وقت کا مدبر ترین بادشاہ تھا۔ ہر دشمن اس سے لرزاں تھا۔ اور ہر نیک سیرۃ انسان اس سے نیکی اور بھلائی کی توقع رکھتا تھا خلافت کا حاجب ربیع بیان کرتا ہے۔ ایک شخص نے میرے سامنے ایک کوفی کی مخبری کی کہ اس کے قبضہ میں بنی امیہ کے جواہرات ہیں۔ میں نے بحضور خلیفہ اطلاع کی۔ مجھے حکم ہوا مخبر کو اپنی نگاہ میں رکھو اور کوفی کو طلب کرو۔

کوفی مذکور سے خلیفہ نے پوچھا تمھارے پاس بنی اُمیہ کی دولت ہے اسے ہمارے

حوالے کرو۔ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔

کوفی بے باکی سے بولا" امیر المومنین! کیا آپ بنی امیہ کے وارث ہیں"

نہیں"

" کیا ان کا ترکہ آپ کو پہنچتا ہے" ؟

" نہیں"

" بنی امیہ نے کیا آپ کے حق میں وصیت کی ہے" ؟

" نہیں"

جس مال کے از روئے شرع مبیں حق دار نہیں آپ اس کا مجھ سے مطالبہ کیوں کرتے ہیں؟

منصور نے غصہ سے سر جھکا لیا۔ وقفے کے بعد کہا" بنی امیہ نے مسلمانوں کا مال غصب کیا تھا۔ میں چونکہ مسلمانوں کا بادشاہ ہوں۔ اس لیے میرا فرض ہے کہ غصب شدہ مال وصول کر کے بیت المال میں داخل کروں"

کوفی نے کہا" یا امیر المومنین! غاصب کا غاصب بھی غاصب ہوتا ہے۔ بنی امیہ کل کو اللہ کی بارگاہ میں جواب دہ ہوں گے۔ آپ اس معاملہ میں ملوث نہ ہوں۔

منصور نے لاجواب ہو کر ربیع سے سرگوشی کی۔" شریعت کی رو سے اس مال واپس لیا جا سکتا ہے یا نہیں" ؟

ربیع نے کہا " نہیں"

منصور نے کوفی سے پوچھا" تمھاری کوئی حاجت ہو تو بیان کرو"

کوفی نے کہا ایک حاجت۔ میری سلامتی کی اطلاع میرے گھر بھجوا دی

جائے۔ کیونکہ میرے اہل و عیال سخت فکر مند ہیں۔ انھیں میری جان محفوظ ہونے کی خوشخبری جلد از جلد پہنچ جائے۔

منصور اس کی اس معمولی حاجت سے متعجب ہوا۔ ربیع کو تعمیل کا حکم دیا۔ پھر کوفی کو کہا۔ اور کوئی حاجت بیان کرو۔

اس نے عرض کیا میں اس چغلخور کو دیکھنا چاہتا ہوں اور اب میں اللہ جل جلالہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے پاس بنی امیہ کا ایک حبہ تک نہیں، اور یہ بات میں اسی وقت عرض کر دیتا۔ مگر اس گھڑی مناسب معلوم نہ ہوا۔ اور میں نے احمقانہ جواب دینے شروع کیے۔

منصور نے چغلخور کی حاضری کا حکم دیا۔ جب کوفی کی اس پر نظر پڑی تو بولا امیر المومنین! میں آپ کی بیعت سے بیزار (یعنی باغی) ہوں۔ اگر یہ شخص میرا زر خرید غلام نہ ہو۔ میں نے اسے تین ہزار درہم تجارت کے لیے دیے تھے اور منافع نصف نصف مگر یہ نمک حرام اصل مع منافع لے کر چلتا بنا۔ اور اب اس نے میرے قتل کی بھی بھرپور تدبیر کی۔ جیسا کہ میں آپ کے سامنے بحیثیت مجرم پیش ہوا۔

منصور غصے کے عالم میں کھڑا ہو گیا۔ اور ربیع کو حکم دیا۔ شکنجہ والے بلاؤ۔

غلام موت کو سامنے دیکھ کر پاؤں چاٹنے لگا۔ اور خلیفہ سے کہا۔ میرے مالک نے جو کچھ کہا ہے حرف حرف سچ ہے وہ روپیہ مجھ سے خرچ ہو گیا۔ تو میں بھاگ کر یہاں آ گیا۔ اور اس سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کی۔

منصور نے کوفی کو کہا۔ یہ غلام ہر سزا کا مستحق ہے۔ اسے لے جاؤ اور جو چاہو اس کے ساتھ کرو۔ کوفی حاضرین سے مخاطب ہو کر بولا۔ میں آپ سب کو گواہ بنا کر

امیر المومنین کی جان کے صدقے میں اسے آزاد کرتا ہوں۔ تین ہزار درہم بھی معاف اور اسے مزید بھی کچھ دوں گا۔

منصور نے کہا۔ تم نیکی کرنے میں بہت فیاض ہو۔ اسے آزادی ہی کافی تھی۔ مزید مال دینے کی کیا ضرورت تھی؟

کوفی نے جواباً عرض کیا۔ امیر المومنین کی بزرگی کا حق بھی ادا کرنا تھا۔ عدو شرے برانگیزد کہ خیر دراں باشد۔ اس نے مجھے موت کے منہ میں دھکیل دیا تھا۔ اسی بہانے مجھے حضور سے شرف ہم کلامی حاصل ہوا۔ اس کا شکریہ ادا کرنا ضروری تھا۔

منصور نے اس کی عالی ہمتی کی بہت تعریف کی۔ اور خلعت و انعام دے کر رخصت کیا۔

اس دن کے بعد منصور سے جب کوئی کسی کی شکایت کرتا۔ تو اُسے وہ کوفی جوانمرد یاد آجاتا اور کہتا۔ "خدا اس کوفی پر رحمت کرے۔ میں نے ثباتِ عزم۔ حاضر جوابی فیاضی، نیکی اور مسکت دلیل پیش کرنے میں اس سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔

فرمایا:- ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصہ

صوفیوں کی جماعت پر ان کے حاسدوں نے زندیقیت کا الزام لگا کر گرفتار کرا دیا۔ خلیفہ وقت نے ان کے قتل کا حکم دیا۔ بھلا جو لوگ راضی برضا ہوں۔ ان کے لیے زندگی اور موت میں حدِ فاصل کہاں؟ موت کو تو وہ عین وصل سمجھتے ہیں چنانچہ

؎ مقتل کو چلے جھوم جھوم کے۔

جلاد جب ایک صوفی کو قتل کرنے لگا۔ تو صوفیوں کے سربراہ شیخ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ نے جلاد کو کہا۔ ٹھہرو۔ پہلے مجھے تختہ دار پر لٹکا دو۔ پھر میرے ساتھیوں کو

قتل کرنا

جلاد نے حیران ہو کر انھیں کہا۔ تمھیں مرنے کی ایسی جلدی کیوں ہے ؟

آپ نے فرمایا۔ "برادر تو اس لذت سے شاید ناواقف ہے۔ میں زندگی کی آخری گھڑی بھی دوستوں پر قربان کرنا چاہتا ہوں۔

یہ بات خلیفہ تک بھی پہنچ گئی۔ اس نے حضرت ابوالحسن کو اپنے حضور طلب کیا۔ اور وہی جلاد والا سوال دہرایا۔

آپ نے ایثار و قربانی پر ایسی تقریر کی کہ خلیفہ پر رقت طاری ہوگئی۔ حضرت اور ان کے تمام ساتھیوں کو رہا کر دیا اور کہا "اگر یہ زندیق ہیں تو پھر صدیق کون ہیں"۔

ایک بار میرے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے یونہی سرگوشی سی سنی کہ ایک مہمان نواز مرید اپنے ایک لاہوری پیر بھائی کا بغیر نام لیے شکوہ کر رہا ہے۔ کہ اس نے میزبانی کے حقوق ادا نہیں کیئے۔ اور میرے ساتھ عدم توجہی برتی ہے۔ پندرہ بیس منٹ بعد آپ نے بغیر کسی تمہید کے حاضرین مجلس سے فرمایا۔

"کبھی یوں بھی ہوتا ہے۔ کہ میزبان اپنی کسی ذاتی تکلیف کی وجہ سے مہمان نوازی سے گریز کرتا ہے۔ مہمان کو اپنے پیر بھائیوں کا شکوہ نہیں کرنا چاہیئے پہلے ہر بات کا روشن پہلو دیکھنا چاہیئے۔ ظنّ المومنین خیراً حکم حضورؐ ہے۔

ازاں بعد کہا مہمان نوازی عربوں پر ختم ہے۔ آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی۔

امام عرب کا ماہر اصمعی بیان کرتا ہے کہ دوران سیاحت ایک قبیلے پر گزر ہوا۔ مرد سب کے سب باہر نکلے ہوئے تھے۔ عورتوں اور بچیوں نے مجھے اھلاً و سھلاً کہا۔ میرا سامان اونٹ پر سے اتارا۔ مجھے اور اونٹ کو کھلایا پلایا۔ میں دو چار دن وہاں ٹھہرا رہا۔

جب چلنے کی تیاری کی۔ میرا اونٹ تو مجھے لا دیا۔ اور پھر آنکھیں پھیر لیں۔ میں نے انہی عورتوں اور بچیوں سے درخواست کی۔ کہ اونٹ پر سامان لادنے میں میری مدد کرو۔ مگر کسی نے معمولی سی توجہ نہ کی۔ میں نے اظہارِ آزردگی کرتے ہوئے تلخی سے کہا میری آمد پر تمہارا رویہ کچھ اور تھا۔ اب وقتِ سفر روانگی یہ سلوک ؟

معاً ایک چھوٹی بچی نے متبسم ہونٹوں سے کہا۔

وان العین الضیف عند حلوله　　　　وعار علینا عونه حین یرحل

(مہمان کی آمد ہمارے سر آنکھوں پر۔ مگر اس کی رخصتی پر اس کی مدد کرتے ہوئے ہمیں شرم محسوس ہوتی ہے۔)

اصمعی کہتا ہے۔ میں اس کی بدیہہ گوئی اور حاضر جوابی سے بہت خوش ہوا۔ اور مہمان سے یہ انوکھا سلوک اور بھی حیرت انگیز تھا۔

ایک بار تدبیر اور تقدیر پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا تدبیر کا نتیجہ بھی اگرچہ مدبر کی نگاہوں سے اوجھل ہی ہوتا ہے۔ پھر بھی اس نے اپنی عقل رسا اور تدبیر پر بھروسہ کرتے ہوئے کچھ نہ کچھ نتیجہ مرتب کیا ہوتا ہے۔ اور اکثر نتیجہ مدبر کے حسب منشا ہوتا ہے۔ الّا یہ کہ تقدیر اس کی راہ میں حائل ہو جائے۔

فرمایا :۔

مجھے ایک حکایت یاد آئی ہے۔ عباسیوں کے اوّلین دور میں جبکہ خلفاء اپنے درباریوں کی تربیت خود کیا کرتے تھے۔ بکثرت نامور اشخاص گزرے ہیں۔ انہی میں ایک ابوجعفر ہمدانی تھا۔ نہایت زیرک۔ عالم۔ تجربہ کار اور جہاں دیدہ تھا۔ ایک رات معتصم کی محفل خاص میں بیٹھا تھا۔ اسے معتصم نے کہا کوئی بات سناؤ۔

اس نے عرض کیا۔ آپ بیتی یا جگ بیتی ؟ خلیفہ نے کہا۔ آپ بیتی !

ایک بار میں مفلسی اور بیکاری کے ہاتھوں سخت مجبور اور زچ تھا۔ بیکاری کے ہاتھوں جمع جتھا سب خرچ کر بیٹھا تھا۔ تدبیر اور عقل کچھ کام نہیں دے رہی تھی اور فاقہ کشی تک نوبت پہنچ گئی۔ کچھ قرض دام کر کے رخت سفر درست کیا۔ اور الو دلق خروجی کی خدمت میں پہنچا۔

چند دن اس کی مہمان نوازیوں سے لطف اندوز ہوا۔ ایک دن اُس نے کہا محمد بن مغیث کے پاس جاؤ   چند دن ہوئے اس کو گرفتاری اور امیر المومنین کے عتاب سے رہائی ملی ہے۔ اور دوبارہ والی بنایا گیا ہے۔ اس کو مبارک باد کہنی ہے تمہارا بھی بھلا ہو گا۔

چنانچہ میں اس سفارت پر فوراً روانہ ہو گیا۔ محمد بن المغیث کی خدمت میں الودلق کا پیام وسلام پہنچایا۔ وہ مجھ پر بہت مہربان ہو گیا۔ اور اپنی سر محفل میں شریک کر لیتا۔ میں ایک دن اپنی قیام گاہ کی چھت پر بیٹھا تھا۔ میرا خادم گوشت بنا رہا تھا۔ اور کوے ادہر اُدہر گھات میں بیٹھے تھے۔ میں نے ایک کوے کے منہ میں موتیوں کی مالا دیکھی۔ غلام نے جب چھیچھڑا ادہر پھینکا تو وہ کوا گوشت پر لپکا اور مالا گرا دی۔ میں نے مالا اٹھا کر دیکھی تو بیش قیمت سچے موتیوں کی تھی۔

چند دن بعد محمد بن المغیث نے مجھے انعامات اور خلعت وغیرہ دے کر رخصت کیا۔ الودلق نے بھی مجھے حق الخدمت عطا کیا۔ وہی مالا میں نے بغداد میں پندرہ ہزار درم میں فروخت کر دی۔ تقدیر کے ایک ہی پھیرے میں مالا مال ہو گیا۔

کچھ مدت بعد مصر چلا گیا۔ وہاں ایک رئیس سے ملاقات ہو گئی جو جلد ہی دوستانہ تعلقات

تک مستحکم ہو گئی۔ بلکہ اس رئیس نے مجھے اپنی دامادی میں لے لیا۔

ایک دن ہم میاں بیوی چھت پر بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارا وہی غلام گوشت بنا رہا تھا۔ مالا ملنے کی وجہ سے وہ اکثر چھت پر بیٹھ کر گوشت بناتا۔ کوّوں کے ساتھ ایک بگلا بھی آگیا۔ اس کے منہ میں سانپ تھا۔ جو اس نے وہاں آکر چونچ سے چھوڑ دیا۔ سانپ نے غلام کو کاٹا جو وہیں مر گیا۔ سانپ کو میں نے مار دیا۔

یہ واقعہ دیکھ کر میری بیوی کوّوں کو کوسنے دینے لگی۔ میں نے کہا سانپ تو بگلا بھگت لائے تھے۔ کوؤں کا کیا قصور؟

اس نے کہا میکے میں ایک دن ہم ماں بیٹی باتیں کر رہی تھیں اور میری مالا میرے قریب پڑی تھی۔ وہ کوّا اٹھا کر لے گیا۔ وہی مالا پچھلے مہینے ہم نے ایک صراف سے اٹھارہ ہزار میں خریدی جو یہ ہے۔ میں نے وہ مالا دیکھ کر سارا واقعہ اپنی بیوی کو سنایا تو وہ بہت متعجب ہوئی۔ میں نے کہا تقدیر کے کھیل نیارے ہیں۔ اب خدا نے مالا کی مالکہ بھی مجھے بخش دی ہے۔

ع خدا کی باتیں خدا ہی جانے۔

تقدیر کی بالادستی برحق۔

ایک دن خدا کی معرفت پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا۔ جس خوش بخت کو خدا کی معرفت نصیب ہو جائے۔ وہ خدا کی مخلوق سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اور خدا کی معرفت کے حصول میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ اِلَّا اَنْبِیَا اللّٰہ۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ آخری عمر میں دریائے فرات کے کنارے رہا کرتے تھے۔ کیونکہ اللہ والوں کو قدرت کی بے لوث صناعی اور حسن ایسی جگہوں پر نظر آتا ہے۔

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

حسن بے پرواکو اپنی خود نمائی کے لیئے ہوں اگر شہروں سے بن پیارے تو شہر اچھے کہ بن

غیر اللہ سے طبع یکسر ہٹ جاتی ہے دیکھیئے کیا بات کہی ہے اقبالؒ نے

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات تو جھکا جب غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من

جناب ہرم بن حسانؒ ایک بار حضرت اویسؓ کی ملاقات کے لیئے آئے۔ اور السلام علیکم کہا۔ اویسؓ نے وعلیکم السلامؑ یا ہرم" کہا۔ ہرم اپنا نام سن کر حیران ہوئے۔ پوچھا آپ کو میرا نام کیسے معلوم ہوا۔ اویسؓ نے کہا ایمان والوں کی روحیں ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں کہیئے کیسے آنا ہوا؟

ہرم۔ سکونِ قلب کی خاطر آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔

اویس۔ اللہ کے سوا کہیں سکون نہیں۔ سکون کی تلاش میں تم غلط جگہ پر آئے ہو۔

ہرم۔ کچھ نصیحت فرمایئے۔

اویس۔ جب سونے لگو تو موت کو سرہانے کھڑے دیکھو۔ بیداری میں آنکھوں کے سامنے۔ گناہوں کو حقیر نہ سمجھو۔ یہ اللہ کی توہین ہے۔ خدا کی رزاقی پر یقین کامل پیدا کرو۔ اور بے نیاز ہو جاؤ۔"

فرمایا:۔

حضرت بایزید بسطامیؒ مسجد میں پہنچے تو جماعت ہو رہی تھی۔ اس لیئے پچھلی صف میں جگہ ملی۔ سلام کے بعد لوگوں نے آپ کو دیکھا تو حلقہ باندھ کر آپ کے پاس بیٹھ گئے۔ امام نے پوچھا۔ یا حضرت آپ کی معشیت کیا ہے؟ بغیر کام کے رزق کیسے مہیا ہوتا ہے۔ بایزیدؒ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اور کہا۔ جو امام اپنے رازق کو نہیں پہچانتا اس کی اقتدا میں

نماز کیسی ؟ اور دوبارہ نماز کی نیت باندھ لی۔

یہ اللہ والوں کی نماز ہے۔ جو کعبہ شریف کو دیکھ کر قبلہ متعین کرتے ہیں۔ ہماری نماز اس کے بغیر بھی ہو جاتی ہے۔ اسی پر یقین رکھو۔ اللہ قبول فرمائے۔

فرمایا :-

مولانا روم کے صاحبزادے سلطان ولد نے ایک دن کہا۔ اور ہر مکان میں درویش باہم مل جل کر رہتے ہیں۔ مگر ہمارے حلقہ میں رہنے والے آپس ہی میں دست و گریبان رہتے ہیں مولانا نے فرمایا۔ کوئی بات نہیں۔

" ہزار مرغیاں اکٹھی رہ سکتی ہیں۔ مگر دو مرغ یک جا نہیں رہ سکتے "

مولانا چونکہ اہل تصوف میں ہیں مگر علم کلام کے بھی ماہر تھے اس لیے مسکت دلیل دے کر لطیفہ بنا دیا۔ حقیقت یہی ہے مومن کی صفت رحماء بینھم میں مغرب افتراق نے ہمیشہ ہی نقصان پہنچایا ہے۔

فرمایا :-

جناب رسول کریم ورحیم شفیع المذنبین رحمتہ للعالمینؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ اسلام کے بارے میں چھ باتوں کو ملحوظ رکھتے تھے جیسا کہ قرآن پاک کا بیان ہے

ھو الذی بعث فی الامیین رسول منھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ دوسری جگہ انا ارسلنا لک شاھدا ومبشرا ونذیرا لتبین ما انزل علیھم

۱۔ اللہ وحدہٗ لاشریک کی گواہی دینا

۲۔ اللہ پاک کی نعمتوں کی بشارت دینا۔

۳. اللہ پاک کی گرفت اور عقوبت سے ڈرانا۔
۴. اللہ پاک کی آیات کو واضح طور پر بیان کرنا۔
۵. پاکیزگی سکھانا۔
۶. علم و حکمت سکھانا۔



فرمایا:۔

پیر اور مرید کے درمیان رشتہ مؤانست جس قدر زیادہ قوی ہوگا۔ اسی قدر اس کے اثرات مرید پر ثبت ہوتے چلے جائیں گے۔ جناب شمس تبریزؒ جب پہلی مرتبہ مولانا روم کے لواحقین کے ناروا رویئے سے آزردہ ہوکر قونیہ سے تبریز چلے گئے۔ تو مولانا کو ان کی جدائی یہاں تک محسوس ہوئی کہ کسی کل چین نہیں پڑتا تھا۔ چنانچہ خود جاکر ان کو واپس لے آئے۔ یہ اشعار اسی واقعہ کی یادگار ہیں۔

ساربانا! بار بکشا از اشتراں شور تبریز است و کوئے دلستان
فر فردوس ست ایں پالیز را شعشہ عرش ست ایں تبریز را
ہر زمانے فوج روح انگیز جاں از فراز عرش بر تبریزیاں!

مولانا کی حکایت کو نو صدیاں گزر گئی ہیں۔ ابھی کل کا واقعہ ہے۔ جناب برادر مکرم حضرت خواجہ غلام دستگیر رحمۃ اللہ علیہ نے جناب آقائے ما پیر صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک ہی عرض کی اور ایک ہی جملہ میں جواب سنا "حضرت میری ایک ہی عرض ہے۔ مجھے اپنے پاس رکھیئے یا آپ میرے پاس رہیئے"۔

"میں ہر وقت تمہارے ہی پاس رہتا ہوں۔"

یہ سوال دیکھو۔ جواب دیکھو اور اس کے اثرات ہزاروں انسانوں نے دیکھے ہیں۔ لا تعداد دیکھنے والے ابھی زندہ موجود ہیں۔ پیر اور مرشد کا باہمی کنکشن اس سے بڑھ کر ممکن ہی نہیں۔ ثانی الشیخ ہونے کو اس سے بہتر نظیر نہیں ہو سکتی۔

مولانا روم کو مدت تک مرشد کی جدائی برداشت کرنا پڑی۔ ایک دن اسی بیقراری کے عالم میں بے مقصد گھر سے نکلے۔ راہ میں صلاح الدین زرکوب چاندی کے ورق تیار کر رہے تھے۔ ہتھوڑے کی ضرب نے طبلے کی تھاپ کا اثر پیدا کیا۔ وجد طاری ہو گیا۔ وہیں کھڑے رہ گئے۔ صلاح الدین نے مولانا کی حالت دیکھ کر ہتھوڑے کی ضربات میں کمی نہ آنے دی۔ اور کتنی ہی چاندی ضائع کر دی۔

آخر شیخ باہر نکل آئے۔ مولانا ان سے بغل گیر ہو گئے۔ اسی جوش و مستی میں دوپہر سے عصر تک یہی شعر گاتے رہے۔ ؎

یکے گنج پدید آید ازیں دکان زرکوبی

زہے صورت زہے معنی زہے خوبی زہے خوبی

شیخ صلاح الدین سید برہان الدین کے حلقہ ارادت میں تھے۔ وہیں کھڑے کھڑے دکان لٹوا دی۔

انہی دنوں مولانا فرماتے ہیں۔

مطربا! اسرار ما را باز گو — قصہ ہائے جانفزا را باز گو

ما دہاں بربستہ ایم از ذکر او — تو حدیث دل کشا را باز گو

بنمائے رخ کہ باغ وگلستانم آرزوست — بکشائے لب کہ قند فراوانم آرزوست

یکدست جام بادہ ویکدست زلف یار — رقصے چنیں میانہ میدانم آرزوست

گفتا زناز بیش مرنجاں مرا برو آں گفتنش کہ بیش مرنجانم آرزو ست

فرمایا :-

کسی بزرگ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی کیا دیکھتے ہیں کہ جنت الفردوس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ تشریف فرما ہیں۔ گفتگو کے دوران حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں۔

حضرت موسیٰؑ :- اولیاء امتی کالانبیاء بنی اسرائیل آپ نے کیوں فرمایا ہے؟

حضورؐ :- ایک لحظہ انتظار فرمائیے۔ (آپ امام غزالی کی روح سے فرماتے ہیں تم اس بات کا جواب دو۔

حضرت موسیٰؑ :- (امام غزالی سے) تمہارا نام کیا ہے؟

غزالیؒ :- ابوحامد محمد غزالی

حضرت موسیٰؑ :- میں نے صرف تمہارا نام پوچھا ہے۔ یہ کنیت اور غزالی کیا؟

غزالیؒ :- جناب میری جسارت معاف فرمائیں اللہ نے آپ سے فرمایا ما تلک بیمینک یا موسیٰ (موسیٰ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟) تو آپ نے صرف "عصا" کیوں نہ کہا۔ یہ کیوں کہا قال ھی عصای اتوکؤا علیہا واھش بہا علی غنمی ولی فیہا مارب اخریٰ (کہ اس سے بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اور اس سے ٹیک لگاتا ہوں۔

حضورؐ :- غزالی! حاادب، حاادب (حضرت موسیٰؑ سے) جناب آپ نے میری امت کے ولی کو دیکھا؟



میاں غلام علی آف سید التحصیل پھالیہ نے بیان کیا۔

ہمارا خاندان حضرت صاحب اور آپ کے بزرگوں کا خصوصی نیازمند رہا ہے۔ مختصر الفاظ میں یوں سمجھئے کہ ہماری ہر مشکل کی مشکل کشائی فقط آپ کے آستان تک ہے۔ کئی بار ایسا ہوا ہے کہ اچانک مصیبت آگھیرتی۔ جس کا حل ہمارے بس سے باہر ہوتا۔ تو میں دست بستہ چکوڑی شریف کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جاتا۔ کیونکہ ہمارے گاؤں سے چکوڑی شریف ۳۴ میل دور ہے۔ اور فوری طور پر وہاں نہیں پہنچ سکتے۔

اسی رات کو خواب میں آپ کی ملاقات ہو جاتی اور آپ کے فرمانے کے مطابق صبح تک ہماری مشکل حل ہو جاتی۔

ایک بار میرے کاروبار میں کچھ اس طرح تعطل پیدا ہوا۔ غربت اور افلاس کا ایسا تسلط جو بیان سے باہر تھا۔ میں حسب معمول ہر طرف سے مایوس ہو کر دست بستہ چکوڑی شریف کی طرف منہ کر کے زاروقطار رو گیا۔ سورج طلوع ہوتے ہی ایک دوست نے پچاس روپے دیئے۔ کسی کام کے لیے موضع برج گیا۔ وہیں بیٹھے بیٹھے ایک ٹاہلی کا سودا کیا۔ وہ بھی اُدھار کھاتے ہیں۔ گھر پہنچا تو ایک شخص نے دوصد روپیہ بطور امانت جمع کرنے کے لیے دیا۔ تیسرے دن ایک لکڑی کا سودا ہو گیا۔ وہ بھی ادھار کھاتے ہیں۔ الغرض پندرہ دن کے اندر اندر کاروبار عروج پر پہنچ گیا۔ روپے کی ریل پیل ہو گئی۔ آپ نے خواب میں مل کر صرف یہی فرمایا تھا۔ "غلام علی! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں"۔

ایک بار پھر ایسا ہی اتفاق ہوا۔ حضرت کی طرف رجوع ہو کر گریہ زاری اور فریاد کی۔ صبح کاذب کا وقت تھا۔ مجھ پر غنودگی طاری ہو گئی۔ خواب میں دیکھتا ہوں۔ چکوڑی شریف حاضر ہوں۔ آپ اپنے حجرے میں رونق افروز ہیں۔ پندرہ بیس آدمی اور

بھی بیٹھے ہیں۔ آپ حاضرین کو فرماتے ہیں۔ سب دوست دعا کرو۔ غلام علی تکلیف میں فریاد کناں ہے۔ اللہ پاک اس کی مشکل آسان فرمائیں۔

علی الصبح ابراہیم گارڈی بان آف برج آگیا اور مبلغ تین صد روپیہ دے گیا۔ پھر کاروبار از سر نو جوبن پر آگیا۔

میاں محمد غوث نے بیان کیا ہے کہ   آف سیدا معیشت کی تنگی کا شکار تھا۔ جس کام میں ہاتھ ڈالتا۔ اسی میں نقصان ہوتا۔ میں اسے اپنے ہمراہ چکوڑی شریف لے گیا۔ اس کی زبوں حالی آپ کے گوش گزار کی۔ آپ نے دعا فرمائی۔

صرف ایک سال کی قلیل مدت میں اس نے ہزاروں روپے کمائے۔ اور زندگی ٹھاٹھ سے گزرنے لگی۔ ان ہی دنوں حضرت صاحب ہمارے ہاں تشریف لائے۔ میں نے اس کو کہا تیل کی ایک شیشی اور صابن کی ٹکیہ دو۔ اس نے کہا تیل کی شیشی نقد پیسے لے کر دوں گا۔ اور صابن کی ٹکیہ گھٹیا مارکہ دے دی۔ مجھے اس کی بے رخی احسان ناشناسی سے بڑی کوفت ہوئی۔ آپؒ دو دن بعد واپس تشریف لے گئے

ایک ہفتہ بعد   بیمار ہو گیا۔ اور چھ ماہ کی قلیل مدت میں کاروبار بھی تباہ ہو گیا۔ اور نہ وہ ٹھاٹھ رہے۔ نہ وہ اکڑ بازی۔ اب نسک سرمہ بیچتا پھرتا ہے۔

آج سے تیس برس قبل کی بات ہے آپ یہاں تشریف لائے۔ غلام حیدر مرحوم کے رشتہ کے لیے ہم سب نے عرض کیا۔ آپ نے کوئی توجہ نہ دی۔ جب آپ واپسی کے لیے گھوڑی پر سوار ہو گئے۔ تو غلام حیدر اور ہم سب نے پھر عرض کیا۔ کیونکہ رشتہ میں کچھ ضد پیدا ہو گئی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا۔ اپنی تیاری کر لو۔ ایک ہفتہ کے اندر ہی کام ہو جائے گا۔ چنانچہ تیسرے دن ہی لڑکی والے خود ہی آگئے۔ اور معاملہ درست ہو گیا۔

میاں غلام علی نے بیان کیا۔ میری اہلیہ فاطمہ بی بی سخت بیمار ہوگئی۔ یہاں تک کہ ہم سب کو موت کا یقین ہوگیا۔ مجھ پر جب مایوسی ہر طرح مسلط ہوگئی میں حسب معمول باوضو ہو کر روبہ چکوڑی شریف ہوگیا۔

خواب میں حضرت صاحب نے مجھے بغل میں لے لیا۔ اور نہایت ہی پیار سے میرے منہ پر ہاتھ پھیرا۔ جب میں بیدار ہوا تو فاطمہ بی بی صحت یاب ہو چکی تھی۔

فاطمہ بی بی نے خواب بیان کیا۔ میں چکوڑی شریف میں ہوں۔ لوگ کہہ رہے ہیں۔ آج یہاں سید کونین رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی کچہری لگے گی۔ اندھیرا بہت ہے۔ یکدم روشنی ہوگئی ہے۔ ہر ایک کی زبان پر ہے حضورؐ تشریف لے آئے۔ حضورؐ تشریف لے آئے۔ آپؐ کے ہمراہ ایک بی بی بھی ہے۔ اچانک میں دیکھتی ہوں۔ کہ آپ رحمتہ اللہ ہیں۔ اور وہ بی بی صاحبہ آپ کی صاحبزادی ہیں۔ آپ مجھے فرماتے ہیں "فاطمہ بی بی تم غلام علی کے پیر کو دیکھنا چاہتی ہو۔ مجھے پہچان لو۔ میں ہوں غلام علی کا پیر۔ اچھی طرح دیکھ لو۔ آپ غلام علی کو فرماتے ہیں۔ کاروبار کی تنگی سے نہ گھبرایا کرو۔ کاروبار چلتا رہے گا"۔

الغرض ہم سب خاندان کے مشکل کشا آپ ہی ہیں اور ہمارا بچہ بچہ آپ کا غلام ہے۔

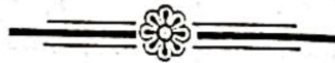
حافظ غلام فرید صاحب آف باگڑیانوالہ فرماتے ہیں۔

میں جب بھی دربار عالیہ میں حاضر ہوتا۔ آپؒ اپنے معمول کے مطابق نہایت شفقت فرماتے۔ تو میرے ذوق کی تربیت اور دیگر حاضرین مجلس کے اصلاح احوال و مقامات کے لیے فرماتے کچھ سناؤ۔

ایسی ہی ایک مجلس میں تعمیل ارشاد کرتے ہوئے میں نے حضرت فریدالدین عطارؒ کے ترجمہ ذیل اشعار سنائے۔

عشق یوسف را ازاں سازِ قلام | تا کہ آرد مر زلیخا را بدام !!
عشق موسیٰ را بکوہ طور برد ! | بہر دیدہ درت سوئے نور برد
عشق احمد را بود معراج دیں | تا مقام او شود حق الیقیں !!
ہر چہ گویم عشق ازاں برتر بود | عشق امیر المومنین حیدرؓ بود
من نخواہم مال و جاہ و طمطراق | سوز خواہم درد خواہم اشتیاق
قدسیاں را عشق ہست نیست | درد را جز آدمی درخور نیست
عشق چہ بود قطرہ دریا ساختن | از دو عالم با خدا پرداختن
ذرہ درد خدا در دل ترا | بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا
سوز صدیقؓ و علیؓ از حق طلب | ذرہ درد نبی از حق طلب

ذرۂ دردم دہ اے درمانِ من
زانکہ بے دردم نمیرد جانِ من



میرا بھائی رشید احمد پٹواری مال عید الاضحیٰ کی چھٹیوں میں سائیکل پر گھر آرہا تھا۔ ان دنوں نہر اپر جہلم کی پٹری ایک مشہور رہزن نے مسافر آزاری اور رہزنی کی اپنی آماج گاہ بنا رکھی تھی۔ بالخصوص مچھیانہ پُلی سے لیکر بنگلہ دھپ پٹری تک تین میل کی مسافت شام کے بعد بے حد خطرناک تھی۔ رہزن مذکور میرے بھائی کا ممنون احسان تھا۔ اِس لیے رشید احمد بے خطر چلا آرہا تھا۔ مچھیانہ سے ایک میل چلا تھا۔ کہ رہزن کی ملاقات ہوگئی باہم علیک سلیک ہوئی۔ میرا بھائی بھی پیدل ہوگیا۔ چند قدم چلنے کے بعد رہزن کی فطرت نمایاں ہوگئی اور کہنے لگا۔

سوٹ کیس کی چابی نکالو۔ مجھے بھی عید منانی ہے"۔

کچھ شرم کرو۔ میں نے کئی مشکلات میں تمہاری امداد کی ہے"۔

ان کو بھول جاؤ۔ اور زندگی چاہتے ہو تو کنجی دے دو"۔

میرے بھائی کے انکار پر اس نے چھرا نکالا اور چمڑے کے سوٹ کیس کو پھاڑ کر دو صد روپیہ نکال لیا اور رفو چکر ہو گیا۔ گھر آ کر رشید احمد نے جب واقعہ سنایا تو ہم سب گھر والے بہت پریشان ہوئے۔ مجھے آدھی رات تک نیند نہ آئی۔ پھر خواب میں دیکھتا ہوں۔ کہ حضرت خواجہؒ تشریف فرما ہیں۔ اور راہزن مذکور دست بستہ کھڑا ہے۔ لرز رہا ہے معافی خواہاں ہے۔ آپ اُسے فرماتے ہیں۔

"ہمارے خادم پر حملہ کرنے کی تمھیں جرأت کیسے ہوئی۔ فوراً رقم واپس کرو"۔

علی الصبح گاؤں کے معززین میرے پاس آئے۔ اور ہم سب رہزن کے گاؤں پہنچ گئے۔ اور رقم کی واپسی کا مطالبہ سختی سے کیا۔ اس پر وہی خواب والی ہیبت طاری ہو گئی اور دست بستہ معذرت کر کے رقم واپس کی اور ہم سب کو دعوت کھلائی۔

ایک بار میں پاک پتن خواجہ مسعود گنج شکرؒ کی زیارت سے مشرف ہو کر حاضر دربار ہوا۔ تو آپ نے فرمایا۔ حضرت باباجیؒ کی خدمت میں حاضری کی کیفیت سناؤ۔

میں نے عرض کیا۔ دو غزلیں وہاں سے نوٹ کر لایا ہوں۔ آپ نے فرمایا سناؤ

من ز سودائے محبت دالا ر دیوانہ ام! عاشق شوریدہ سر محو رخ جانانہ ام

قبلہ گو یم یا پیغمبر یا خدا یا مصطفےٰ! اصطلاح[1] شوق بسیار است من دیوانہ ام

من لقربانت شوم اے ساقی باده فروش از شراب بیخودی لبریز کن پیمانہ ام

عشق آں شوخ پریرو جان صابر سوختہ من ندانم شمع ام یا شمع را پروانہ ام

---

[1] ۔ اصطلاح معنی تلبیہ

امروز شاہِ شاہاں مہماں شدہ ست مارا — جبرئیل بالا ئک درباں شدہ ست مارا

در جلوہ گاہ وحدت کثرت کجا بگنجد ! — پردہ ہزار عالم یکساں شدہ ست مارا

در محفلِ گدایاں مرسل کجا بگنجد — بے برگ بے نوایاں ساماں شدہ ست مارا

احمد بہشت و دوزخ بر عاشقاں حرام ست

ہر دم رضائے جاناں رضواں شدہ ست مارا

غزلیں سن کر آپ بے حد مسرور ہوئے - تیسرے شعر پر بالخصوص محظوظ ہوئے اور جناب حافظ صاحب کا یہ مصرعہ پڑھا (کہ مستحق کرامت گناہگار انند)



ایک بار مجھ پر انگوٹھی اٹھانے کا الزام لگایا گیا۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ دیہاتی طریق تفتیش کے تحت گاؤں کا کوئی شخص میری صفائی دینے پر آمادہ نہ ہوا۔ اسی کشمکش اور پریشانی میں ایک ہفتہ گزر گیا۔ میں نے اپنے خواجہؒ کی طرف رجوع کیا۔ آپ نے بحالت خواب زیارت سے مشرف فرمایا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ دلدل اور پانی میں کمر تک ڈوبا ہوا ہوں۔ آپ کنارے پر کھڑے ہیں۔ آپ کی دستار مبارک کا طرہ بہت بلند ہے۔ فرماتے ہیں "سیدھے چلے آؤ۔ اس مکان پر چڑھ جاؤ اور دوسری طرف کو دجاؤ"۔

علی الصبح مسجد ہی میں ایک شخص نے میری صفائی دے دی اور الزام سے پاک کر دیا۔ حافظ صاحب کا کہنا ہے کہ ہر مشکل میں آپ نے میری مشکل کشائی کی ہے اور آپ کا تصرف تعجب انگیز اور سرور بخش ہوتا تھا۔

چوہدری سردار خاں آف چکوڑی شریف نے بیان کیا

میں ان پڑھ سادہ مزاج ناتجربہ کار تھا۔ مگر حضور خواجہ غلام سرور رحمتہ اللہ علیہ مجھ پر خاص

مہربانی فرماتے۔

ایک بار میں نے دست بستہ عرض کیا۔ کہ جناب میں روشِ زمانہ سے بے بہرہ ہوں اور میری سادگی کی بنا پر ہر کوئی ٹھگ سکتا ہے۔ میرے لیے دعا فرمائیں۔

حضور نے فرمایا: "اطمینان رکھو تمہارے کاروبار کا میں ذمہ دار ہوں۔ سب کام ٹھیک ہوتے رہیں گے۔ تمہیں مصروفیت بھی زیادہ رہتی ہے۔ تم بیرونی پھاٹک سے ایک قدم آگے بڑھا کر میری طرف متوجہ ہو کر کام پر چلے جایا کرو۔"

اس بات کو پچاس یا پچپن سال ہو چکے ہیں۔ مگر زندگی بھر آپ کی توجہ خصوصی سے ہر کام حسبِ منشا ہوتے رہے ہیں۔

چوہدری محمد اشرف صاحب آف وڑائچانوالہ تحصیل کھاریاں نے بیان کیا۔

ایک قتل کے الزام میں جیل یاترا نصیب ہوئی۔ چھ ماہ بعد ضمانت ہو گئی۔ اور دو سال بعد باعزت بری ہو گئے۔ دورانِ حوالات موضع لوڑا پیارا تحصیل گجرات کے پانچ دیگر حوالاتی قتل کے الزام میں ماخوذ تھے۔ انہوں نے مجھے یقین دلا دیا کہ ہم بے گناہ ہیں۔ میں نے ان کے لیے چکوڑی شریف کی طرف رجوع کیا۔ اور آپؒ سے ملتمس ہوا۔

ایک رات خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ہمارے بنگلے کے قریب بہت سے خیمے نصب ہیں۔ میرا ایک دوست وہاں ایک خیمہ میں حاضر ہو کر ان کی رہائی کے لیے عرض کرتا ہے۔ وہاں سے جواب ملتا ہے۔ کہ سردار کو کہو۔ "تمہارا کچھ خرچ ہو جائے گا۔ البتہ کام درست ہو جائے گا۔" صبح میں نے ان سے پوچھا۔ تمہارا کوئی سردار بھی ہے انہوں نے کہا۔ ہاں! ہمارا بھائی ہے۔ اور ہمارے لیے وہی کیس لڑ رہا ہے۔ میں نے انہیں خوشخبری سنا دی۔ تم بری ہو جاؤ گے۔ چنانچہ وہ چند دن بعد ہی بری ہو گئے۔

ایک دوسرا واقعہ یوں ہے کہ آج کل دیہاتی ماحول فتنہ و شر کے سوا کچھ نہیں۔ ہمارے حریف گروپ نے ہم پر ایک اور مقدمہ کھڑا کر دیا۔ ہم پانچ آدمی حوالات داخل کر دیئے گئے۔ ہماری ضمانت پہلے دن ہی ہو گئی۔ میں چکوڑی شریف حاضر ہوا۔ اور نئی مصیبت بیان کی۔ آپ نے میرا بازو ٹٹول کر فرمایا۔ بازو پر تعویذ ہے۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا

"تمھیں کون قید کی سزا دے سکتا ہے۔

باوجودیکہ مخالفین نے بھرپور شہادتیں دلوائی تھیں۔ مگر آپ کی توجہ سے ہم بری کر دیئے گئے۔

ایک تیسرا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا۔ کہ میرے نزدیک تو آنجناب رحمۃ اللہ علیہ ہمہ تن کرامت تھے۔ آپ کی ہر بات پند و نصائح سے لبریز اور نتیجہ خیز ہوتی تھی۔ مسمی محمد خاں ساکن خواجہ میرا بچپن کا دوست تھا۔ باہم ایک دوسرے کے مشغلوں اور کردار سے خوب واقف تھے۔ ایک حسین اور خوبرو سے اس کی محبت کئی مراحل طے کر چکی تھی۔ میں نے اسے کہا: میرے ساتھ چکوڑی شریف چلو اور حضرتؒ سے بیعت کر لو۔ چنانچہ وہ بیعت کی سعادت سے مستفید ہو گیا آپ نے اُسے فرمایا منشی جی! بہت پیارے لگ رہے ہو"

جب وہ واپس اپنے گھر پہنچا اور اپنے محبوب سے ملاقی ہوا۔ تو یک دم غیر متوقع طور پر اس کی طبع لڑکی سے متنفر ہو گئی۔ لڑکی نے ہر چند اس کو منانے اور راہ پر لگانے کی انتہائی کوشش کی۔ مگر وہ اس کی جانب راغب نہ ہوا۔ بلکہ آج تک ہر قسم کے افعال قبیحہ سے تائب ہو گیا۔ حضرت علامہؒ نے سچ کہا ہے۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ہمارے گاؤں میں ایک ملنگ فقیر مردان شاہ تھے۔ ان کی وفات کے بعد چند بھنگی چرسی فقیروں نے ان کے ڈیرے پر قبضہ جما لیا۔ دن بھر گدا گری کرتے اور رات کو صحابہ کبار رضی اللہ عنہم پر تبرا بازی کرتے اور نعرے لگاتے۔

میں نے اس فتنہ و شر کا احساس کرتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا "سب ٹھیک ہو جائے گا۔" اپنے گاؤں واپس آکر میں نے سید عباس شاہ سے ملاقات کی اور اسے ان گداگروں کی حرکت اور اس کے نتائج سے آگاہ کیا۔ چنانچہ عباس شاہ نے ان کو اسی وقت ڈیرے سے چلتا کیا۔

آپؒ کی دعا اور توجہ سے سید عباس شاہ صاحب باباجی کے عرس پر مجلس وعظ اور مجلس سماع مرتب کراتے ہیں اور علاوہ ازیں ہر قسم کی مکروہات بند کرا دی ہیں۔



سائیں رحمت آف وڑائچانوالہ نے بیان کیا۔

میں کئی بار چوہدری محمد اشرف صاحب کی معیت میں حاضر دربار عالیہ ہوتا رہا۔ اور عرض حال کی جرأت نہ کی۔ وہاں جا کر ہم دونوں ہی بھول جاتے۔ مگر میرے دل میں کھٹک بدستور رہتی۔ میں نے چوہدری صاحب کو اس کیفیت سے آگاہ کیا۔ چوہدری صاحب نے کہا۔ "آپ حضرت روشن ضمیر ہیں یہیں سے عرض حال کرتے ہیں۔ اسی رات کو مجھے حضرت صاحب کی خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔

سائیں رحمت! دشمنوں سے نہ گھبراؤ۔ وہ تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتے۔"

آج تین سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ دشمنوں نے میری دشمنی ہی چھوڑ دی ہے۔ گویا تیس سال کی پرانی چپقلش اور عداوت ان کے ذہن سے حضرت صاحب نے نکال

دی ہے۔

دو بچے کافی ہیں :-

ٹھیکیدار چوہدری محمد حسین صاحب بیان کرتے ہیں۔

میری شادی کو چند سال گزر چکے تھے۔ اور میں بے اولاد تھا۔ عام خیال یہ تھا کہ میری بیوی بیمار ہے۔ علاج بھی کرایا گیا۔ مگر نتیجہ صفر رہا۔ میری والدہ محترمہ کو اس محرومی کا شدید احساس تھا۔ ہم دونوں میاں بیوی حاضر ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا ناامیدی کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ یک قلم علاج چھوڑ دو۔ صرف آملے کے پانی میں ایک تعویذ بھگو دیا کرو۔ صبح مع تعویذ پانی پی لیا کرو۔ چنانچہ ایک ماہ کے اندر ہی درج صدف دُرِ آبدار سے منعقد ہو گیا۔

انہی دنوں میری والدہ محترمہ کو خواب میں حضور خواجہ غلام سرور رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے اولادِ نرینہ کی خوشخبری سنائی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا۔ کہ اُس کے بائیں ران پر ہماری مہر ثبت ہو گی۔" چنانچہ میرے بڑے لڑکے کی بائیں ران پر سرکاری مہر آج بھی موجود ہے۔ بچے کی پیدائش پر ہم فی الفور حاضر دربار ہوئے۔ جناب ثانی صاحبؒ نے مولوی محمد حسین کو کہا کہ ان کے ہمراہ سیکر والی جاؤ۔ اور بچے کے کان میں اذان و تکبیر کہو۔ آپ نے بچے کا نام محمد اکرام تجویز کیا۔

دوسرے بچے کی پیدائش پر ہم حاضر ہوئے۔ آپ نے بچے کا نام محمد افضال تجویز کیا۔ اور فرمایا" بس؛ دو بچے ہی کافی ہیں۔"

چنانچہ دس بارہ سال گزر چکے ہیں۔ دوسرے بچے کی پیدائش کے بعد سلسلۂ تولید

ختم ہو چکا ہے۔ بالکل یہی واقعہ ہمارے گاؤں کے نور حسن کشمیری کے ساتھ پیش آیا۔
اینٹوں کے بھٹے کے سلسلے میں کئی بار حاضر ہونا پڑا۔ ہر بار آپ نے فرمایا۔ اطمینان رکھو۔ سب کام ٹھیک ہوتے رہیں گے۔" اب اللہ کی مہربانی اور آپ کی دعا برکت سے۔ جس بھٹے میں چوتھائی حصہ دار تھا۔ تین سال بعد اب میں اس کا واحد مالک ہوں۔ اسے بھی خداوند کریم نے ایک لڑکا عنایت فرمایا۔ اس عطا کے بعد سلسلہ تولید ختم۔

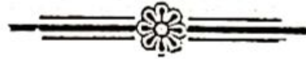
مجھ خطا کار پر آپ کی مہربانیاں لامتناہی تھیں۔ یوں تو اب کا ہر ملاقاتی آپ کے اخلاق عالیہ اور محبت پیار، شفقت کا مداح تھا۔ مگر میں کہتا ہوں۔ کہ آپ کا لطف و کرم میرے لیے خاص انداز رکھتا تھا۔ یوں ارادت مندوں بلکہ عشاق کے ہجوم پریشاں داں و فرحاں رہتا تھا۔ بقول مرزا نوشہ رقابت نہیں تھی۔

سب رقیبوں سے ہیں ناخوش پر زنان مصر سے
ہے زلیخا خوش کہ محو ماہ کنعاں ہو گئیں

آپ کے یوم وصال سے ایک دن بیشتر مع بیوی بچوں کے حاضر دربار ہوا۔ موجودہ سجادہ نشین جناب الحاج صاحبزادہ غلام محی الدین صاحب نے میرا سلام پہنچا دیا اور فرمایا۔ آپ سے ملاقات نہیں ہو سکتی۔ اسی بے بسی اور مایوسی کے عالم میں دربار کی طرف چل دیا۔ ایک منٹ ہی بعد آپ نے صاحبزادہ صاحب سے پوچھا۔ کون تھا۔ انہوں نے کہا۔ محمد حسین آپؒ نے فرمایا۔ تم نے میرے یار کو بھگا دیا ہے۔ اسے بلاؤ میں جب حاضر ہوا۔ قدم بوسی کی اور دونوں بچوں کو گردن سے پکڑ کے حضرت کے پیش کر دیا۔ آپ نے بچوں کے سر پر دست شفقت پھیرا۔ فرمایا۔" میں تمہارے مافی الضمیر کو سمجھتا ہوں۔ اللہ پاک بہتری فرمائیں گے"۔

میں اس کیفیت کو دیکھ کر ضبط گریہ اور جوشِ گریہ کے درمیان لٹک کر باہر نکل آیا۔ بمشکل ایک میل سیکھروالی کی طرف سفر کیا ہوگا۔ کہ آپ کی روح اقدس مالکِ حقیقی سے مل گئی۔

منڈی بہاؤالدین میں میرے چھوٹے بھائی سلطان احمد کا ایک دوست مسمی ہے ایک بار اس کی بس کو ایک انجان نوجوان چلا رہا تھا۔ اس کا ایکسیڈنٹ ہوگیا۔ مالک اور ڈرائیور دونوں گھبرائے۔ ان کی پریشانی دیکھ کر سلطان احمد نے ایکسیڈنٹ کی ذمہ داری اپنے ذمہ لے لی۔ تھانے دار صاحب نے اس ایثار سے بتکرار منع کیا۔ مگر اس نے جذبۂ دوستی کے تحت ذمہ داری قبول کر لی۔ تھانیدار صاحب نے اس کا چالان کر دیا۔ میں نے چکوڑی شریف میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کر دیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ "سلطان کو کہنا آئندہ ایسا نہ کرے۔ اللہ پاک مہربانی فرمائیں گے۔" چنانچہ سلطان احمد پہلی پیشی پر ہی بری ہو کر گھر آگیا۔



خادمِ خاص چوہدری محمد شریف آف فرخ پور نے بیان کیا ہے۔

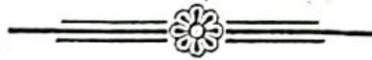
ایک بار آپ رحمتہ اللہ علیہ صوفی احمد دین صراف کنجاہ اور مجھے ہمراہ لیکر کراچی تشریف لے گئے۔ پانچ دن وہاں رہے۔ واپسی پر ٹرین کے جس ڈبہ میں ہم سوار ہوئے۔ اسی ڈبہ میں حیدرآباد سے بیس پچیس آدمی مع دلہن سوار ہو گئے۔ ان کے پاس شادی کا قیمتی سامان تھا۔ انہوں نے ساہیوال ٹرین سے اترنا تھا۔ وہ سفر اور شادی کے ماکولات و مشروبات سے پر شکم اور کسلمند تھے۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی اونگھنے لگے۔ آپ نے انہیں سامان کی حفاظت کے لیئے تاکید کی۔ مگر نیند ان پر غالب رہی۔ اور سب کے سب ٹرین کے ہلکوروں سے راحت کی آغوش میں بے خبر ہو گئے۔

آپ نے جب ان سب کو اس طرح بے ہوش دیکھا تو اُن کے سامان کی حفاظت ہم دونوں کے سپرد کر دی۔ چنانچہ ہم مستعدی سے چوکیداری کرنے لگے۔ تیسرے سٹیشن پر دو نوجوان دو مختلف دروازوں سے ڈبہ میں وارد ہوئے۔ اور الگ الگ بیٹھ گئے۔ آپ نے انہیں دیکھتے ہی مجھے قریب بلا کر فرمایا۔

" یہ دونو نووارد چور ہیں اور ایک ہی گروپ ہے۔ ان سے ہوشیار رہو۔"

چنانچہ میں اپنی چوکیداری ختم کر کے سو گیا اور صوفی صاحب نگرانی کرنے لگے مگر وہ بھی سو گئے۔ ایک نوجوان نے براتیوں کا خوبصورت سوٹ کیس اٹھا لیا اور بھاگنے کی فکر میں تھا۔ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پکڑو پکڑو کا شور مچا دیا۔ میں ہڑبڑا کر اٹھا اور اس کی طرف لپکا۔ مگر وہ سوٹ کیس چھوڑ کر کمال پھرتی سے چلتی ٹرین سے اتر گیا۔ ہم نے دوسرے نوجوان کو پکڑنا چاہا مگر وہ بھی اتر چکا تھا۔ اتنے میں ایک آدھ براتی بھی جاگ اٹھا۔ ہم نے اسے واقعہ سے آگاہ کیا۔ اور آپ نے ان کو سرزنش کی۔ کہ ایسا قیمتی سامان بغیر حفاظت کے چھوڑنا نہیں چاہیئے۔ انہوں نے ہمارا شکریہ ادا کیا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔

" یہ میرا اخلاقی فرض تھا۔ لہٰذا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔"



خواتین دربار عالیہ میں سے ہماری ایک بہن نور بیگم ہے۔ چودھرائن بھی ہے اور عمر رسیدہ بھی۔ اپنے مرشد کے حضور یوں ہدیۂ نیاز پیش کرتی ہے:

ہیں دل نوں بڑا سمجھانی آں   ایہہ سمجھایاں نہیں رہندا

ہر طرح دے طعنے سہندا اے   ایہہ وچھوڑا نہیں سہندا

اہنوں پیار نے مار "جوایا" اے   ایہہ ہُن پشاں نہیں رہندا

ایہنے عشق دا بالن پایا اے   ایہہ سڑنوں بلنوں نہیں رہندا

ایہنے غم دا چرخہ ڈاہیا اے



چوہدری اکبر علی آف چکوڑی شریف نے بیان کیا۔

چوہدری مانک اور چوہدری جہان خاں بسال مرحوم چچا بھتیجا کسی قتل میں ماخوذ تھے چوہدری مانک کی بیوی (جو ایک بہت بڑے زمیندار اور رئیس کی بیٹی ہے۔) جوڑا ریلوے اسٹیشن سے اتر کر پا پیادہ حضرت خواجہ غلام سرور رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ حضورؒ نے اس کی تکلیف کا احساس کرتے ہوئے دو عورتوں کو اس کی خدمت پر مقرر کر دیا۔ تاکہ اس کی راہ کی تھکاوٹ وغیرہ دور ہو جائے۔ صبح اُسے فرمایا: "اللہ پاک کی ذات سے بہتری کی امید رکھو" واپسی پر اس کے لیے گھوڑی منگائی۔ مگر اس نیک بخت بی بی نے گھوڑی پر سوار ہو کر جانے سے انکار کر دیا۔ کہ درویش کی عظمت اور اپنے عجز و انکسار کے خلاف ہے۔ اور حضرت کے اصرار کے باوجود پا پیادہ ہی جوڑا اسٹیشن تک سفر کیا۔

حضرت اعلیٰ کی دعا سے چوہدری صاحبان رہا ہو گئے۔ اور اپنے گھر پہنچ کر ہدیہ تشکر پیش کرنے کے لیے مع ایک سید صاحب چکوڑی شریف آئے۔ حضورؒ سے عرض کیا جناب

ہمارے گلے ہیں تین سو بھینسیں ہیں. آپ اپنے ایک خادم کو ہمارے ہمراہ بھیجیں کہ وہ اعلیٰ ترین بھینس لے آئے۔ آپؒ نے فرمایا.

چوہدری مانک: "تمہاری طرف سے ہمیں بھینس پہنچ گئی۔ تم بھینس ان سید صاحب کو دے دو. ان کے بچے دودھ پیئیں



حافظ غلام محمد صاحب نے بیان کیا۔

میں نے اپنی خورد سال بچی کو قرآن پاک کی تعلیم دینی چاہی اور دو سال تک میں بچی کے ساتھ مغز پچا کرتا رہا. مگر لڑکی کو الف بے کی پہچان بھی نہ ہو سکی۔ میں نے اس کی تعلیم سے بالکل ناامید ہو کر تدریس کا سلسلہ بند کر دیا. چار پانچ دن بعد میں حاضر دربار ہوا. آپ نے مجھے فرمایا.

حافظ: کاپی کے یہ گتے لے جاؤ۔ لڑکی اس میں اپنا سیپارہ رکھا کرے گی۔ میں نے اس کی ذہنی کمزوری بیان کی۔ آپ نے فرمایا: "گتے لے جاؤ اس میں سیپارہ رکھے گی"۔ چنانچہ ڈنگہ پہنچ کر گتے بچی کو دے دیئے. اور اس نے بڑے شوق سے یسرنا القرآن اس میں رکھ لیا. اور سبق پڑھنا از سر نو شروع ہو گیا۔ صرف تین ماہ کی قلیل مدت میں اس نے قرآن مجید ختم کر لیا.

حضرتؒ کی باطنی بصیرت حدِ بیان سے باہر تھی. آپؒ نے بچی کی تعلیم اس کی کند ذہنی میری ناامیدی میرے عرض کیے بغیر جان کر اس کا حل بھی فرما دیا. اللہ پاک آپؒ پر ہزاروں رحمتیں فرمائیں. اور ان کی روح پر فتوح کے طفیل ہماری دنیا اور آخرت سنور

واذا سالك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیومنوا بی لعلھم یرشدون (البقرہ) (ترجمہ) اور جب تجھ سے پوچھیں بندے میرے مجھ کو تو میں نزدیک ہوں۔ پہنچتا ہوں پکارنے کی پکار کو جب مجھ کو پکارتا ہے تو چاہیئے کہ حکم مانے میرا اور یقین لاویں مجھ پر۔ شاید نیک راہ پر آویں

رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ حرام کا رزق کھانے والے حرام کی کمائی سے کپڑا پہننے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ اگر ہر دعا مقبول چاہتے ہو تو رزق حلال کھاؤ۔

اولیاء اللہ کی دعائیں اس لیئے مقبول ہوتی ہیں۔ کہ ان کی گفتار اور کردار اللہ کے لیے ہوتا ہے۔ اللہ کریم کا ارشاد ہے۔ ففروا الی اللہ +



حضرت صدیقؓ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات :۔

آں اَمَنَّ النَّاس برمولائے ما آں کلیم اول سینائے ما :

ہمت او کشت ملت را چو ابر ثانئ اسلام و غار و بدر و قبر

فدائے ہمت آں رند مستم

خدا را گفت مارا مصطفےٰ بس

۱۔ لیس احدٌ اَمَنَّ عَلَیَّ فی نفسہ ومالہ من ابی بکر بن ابی قحافۃ (الحدیث)

الصواعق المحرقہ ص ۲۲

۲۔ ان اللہ ایدنی باربعۃ وزراء اثنین من اھل السماء جبریل ومیکائیل واثنین من اھل الارض ابی بکر وعمر (الصواعق المحرقہ ص ۷۸)

۳۔ لو اجتمعتما فی مشورۃ ما خالفتکما (الصواعق المحرقہ ص ۸۰)

وجہہ معاذاللہ ان یختلف المومنون فی ابی بکر

حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے سوال کیا گیا۔ تمہیں دنیا میں کیا پسند ہے نظر الی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو انگشتری دی کہ اس پہ اللہ کا نام لکھا لاؤ۔ اور کچھ نہ ہو۔ مگر عشق نہ مانا۔ اللہ کے ساتھ آپؐ کا نام گرامی بھی کھدوا لائے۔ آپ نے انگوٹھی کو دیکھا۔ تو اس پر اللہ محمد ابوبکرؓ لکھا تھا۔ آپؐ نے فرمایا میں نے تمہیں صرف اللہ کا نام لکھوانے کے لیے کہا تھا۔ عرض کیا۔ حضورؐ آپ کا نام تو میں نے لکھوایا کہ مجھے پسند نہ تھا کہ اللہ کے نام کے ساتھ آپؐ کا نام نہ ہو۔ اور ابوبکر میں نے نہیں لکھوایا جبرئیل نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ اللہ فرماتا ہے۔ ابوبکر ہم نے لکھوایا ہے۔ ابوبکر کو میرے نام کے ساتھ تمہارا نام پسند ہے۔ اور ہمیں تمہارے نام کے ساتھ ابوبکر کا نام پسند ہے

(تفسیر کبیر ج ا ص ۷۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میں نے جس کسی کے سامنے اسلام پیش کیا۔ اس نے قبول کرنے میں کچھ نہ کچھ توقف یا تردد کیا۔ سوائے ابوبکرؓ کے۔ ابوبکرؓ کی تبلیغ سے چند دن بعد ہی حضرت عثمانؓ بن عفان۔ عثمانؓ بن مطعون۔ طلحہؓ۔ زبیرؓ۔ سعد بن وقاصؓ اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔

عشق کی دو حالتیں۔ غلبہ اور سکون۔ حضرت عمرؓ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے محبت اور عشق کا تقاضہ تھا۔ کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب صلح نامہ مرتب ہوا تو پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے یوں گفتگو کی۔ کیا حضورؐ اللہ کے رسول نہیں؟ کیوں نہیں۔ کیا ہم مسلمان نہیں؟ کیوں نہیں۔ کیا یہ لوگ مشرک اور نجس نہیں؟ کیوں نہیں۔ تو پھر ہم ان سے ہر لحاظ

سے بہتر ہوتے ہوئے کمزوری کیوں دکھائیں۔ اس پر ابوبکرؓ نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔ کیونکہ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ حضورؐ اللہ کے رسول ہیں۔" عمرؓ نے کہا میں بھی گواہی دیتا ہوں۔ کہ حضورؐ اللہ کے رسول ہیں۔ مگر غلبۂ عشق نے خاموش نہ رہنے دیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ اور آپؐ سے بھی اسی طرح گویا ہوئے۔ آپ نے بھی وہی جواب دیا۔ جو ابوبکرؓ نے دیا تھا۔ مزید کہا۔ میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں۔ میں اللہ کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا۔ اور وہ مجھے ذلیل بھی نہیں کرے گا۔"

اس کے بعد بھی غلبۂ عشق ہی نے دستگیری کی۔ خیال گزرا۔ کہ میرے اس گستاخانہ لہجے سے میرا محبوبؐ آزردہ خاطر نہ ہو گیا ہو۔ روزے رکھے۔ غلام آزاد کیے۔ نوافل ادا کیے۔ صدقہ خیرات کیا۔ یہاں تک کہ دل سے محبوبؐ کی آزردگی کا اندیشہ نکل گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زبان سے وہی الفاظ نکلے جو بعد ازاں حضورؐ نے فرمائے۔ صدیق اکبرؓ کو عشقِ محبوبؐ نے سکون بخشا ہوا تھا۔ اسی لیے زبان سے بات ہی وہ نکلتی تھی۔ جو حضورؐ کا منشا ہوتا تھا۔ اور حق کے مطابق ہوتی تھی۔ کاش ہم چودہویں صدی کے مسلمانوں میں عشق کا شمہ ہی پیدا ہو جائے۔

فرمایا :-

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ تفسیر اس کی یوں سمجھو۔ کہ جن امور کی تعمیل کا اللہ پاک نے حکم دیا ہے۔ اس کو ذمہ داری سے کرنا۔ جیسے جیسے اللہ پر یقین بڑھتا جائے گا۔ مکاشفات اور مشاہدات ہوتے جائیں گے۔ اور جب بندہ اپنے تمام کام بحکم افوض امری الی اللہ اللہ کے سپرد کر دے گا۔ اللہ اسے بے نیاز بناتے جائیں گے۔ یہاں تک کہ بیم و رجا کی حدود اس کے سامنے سے ہٹ جائیں گی۔ اور ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کی بشارت کا حق دار بن جائے گا۔ مگر یہ بھی یاد رکھو

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا (الکہف)

الست بربکم یہ نہیں پوچھا میں کون ہوں۔ کیونکہ عقل کی پہنچ سے آگے کی بات تھی۔ دراصل اپنا تعارف خود ہی کر دیا۔ اس لیے کہ کائنات کی ظاہری اشیا کو عقل احاطہ کر سکتی ہے۔ مگر اللہ پاک کا ادراک عقل رسا نہیں کر سکتی۔ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار؛

انما بعثت معلما حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ تعلیم کا پہلا مقصد خدا شناسی ہے۔ دوسرا مقصد تربیت۔ حضرت سعدی فرماتے ہیں۔

پے علم چوں شمع باید گداخت   کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

انسان جب خدا کی طرف رجوع کر لیتا ہے۔ تو اللہ پاک اسے اپنی حفاظت میں لے لیتے ہیں۔ ہوائے نفسانی عقل کے لیے آفت سے کم نہیں۔ غیر اللہ کی محبت میں غلو عقل کو معطل کر دیتا ہے۔ لہذا پاکباز بنو۔

خلیفہ مامون رشید کی تقریر :۔

اعلیٰ کردار میں پختگی اختیار کرو مہذب بنو۔ تجربات سے اپنی فکر پختہ کرو۔ حلم بردباری طبعاً ہونا چاہیے۔ علم و حکمت کے ساتھ فصیح البیان ہونا خدا کی خاص عنایت ہے۔ ذہن رسا ہو۔ فقہا کی سی عقل جو مسائل کے عمق تک فوراً پہنچ سکے۔ احسان شناسی سلیم الفطرت ہونے کی دلیل ہے۔

ایک لطیف نکتہ

بادشاہ کو ظل اللہ کہا جاتا ہے۔ اور ان کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر تم نے دیکھا

ہوگا کہ سایہ ظل، وہی حرکت کرتا ہے۔ جو اصل کرتا ہے۔ اب جو بادشاہ خدائی کام نہیں کرتا۔ اور خدا کے احکام سے روگردانی اور معصیت میں ڈوبا رہتا ہے۔ وہ ہرگز ظل اللہ نہیں اور نہ اس کی اطاعت فرض۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کو جب یہ کہا اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم تو اس سے بادشاہ مصر کی وزارت یا امارت مقصود نہیں تھا بلکہ محض خدمت خلق آپ دیکھ رہے ہیں۔ کہ ہر حکومت اشیاء خوردنی کو اپنے کنٹرول میں رکھ کر عوام کے لیے گوناگوں مصائب کھڑے کر رہی ہے کہیں بلیک میں غلہ بک رہا ہے کہیں سمگلنگ ہے۔ اور آج کی دنیا کا ہر انسان ہر حکومت کا شاکی ہے۔

علامہ عنایت اللہ خاں مشرقی مرحوم نے اپنے خاکساروں کو خدمت خلق کا سبق پھر سے یاد کرا کے گویا حضرت یوسف علیہ السلام کی سنت کو زندہ کیا تھا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث کا ترجمہ مولانا حالی مرحوم کی زبان میں

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں   کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

غرض یہ ہے کہ بے منزد خدمت خلق کا جذبہ ہر مسلمان میں چاہیے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں جا رہے تھے۔ کہ ایک بوڑھا یہودی سائل کی صورت میں سامنے آیا۔ آپ نے پوچھا تم کیوں سوال کر رہے ہو۔ اس نے کہا۔ یہودی ہوں اور جزیہ کی رقم مانگ مانگ کر ادا کروں گا۔ آپ نے فوراً ہی اُسے جزیہ معاف کر دیا اور بیت المال سے اس کا روزینہ مقرر کر دیا۔ اُسے فرمایا۔ اب مت مانگنا۔ تمھاری عمر کا تقاضا ہے کہ باقی ایام بے فکری اور بلا مشقت گزارو۔

الھکم التکاثر حتی زرتم المقابر۔ بعض سطح بیں حضرات اہل علم

الھٰکم کے معنی ہلاکت میں پڑ گئے تم - حالانکہ یہ غلط ہے. اس کا مادہ ہلاکت نہیں بلکہ لہو ہے جس کے معنی عام فہم لہو ولعب ہے. لغو کاموں میں مشغولیت داے انسانو، تم زندگی کے آخری دم تک تکاثر میں مشغول رہتے ہو- عنقریب تم اس مشغولیت کے نتائج دیکھ لوگے. آج سطح زمین پر بسنے والی اقوام میں سے صرف یہی حامل قرآن قوم یہ نتائج دیکھ رہی ہے۔

پر اس قوم غافل کی غفلت وہی ہے
تنزل پر اپنے قناعت وہی ہے
ملے خاک میں پر رعونت وہی ہے
ہوئی صبح اور خواب راحت وہی ہے
نہ افسوس انہیں اپنی ذلت پہ ہے کچھ
نہ رشک اور قوموں کی عزت پہ ہے کچھ

حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کے باغ سینچا کرتے تھے آپؓ کا فرمان ہے.

لنقل الصخر من قلل الجبال   احب الی من منن الرجال

(مجھے پہاڑ کی چوٹی سے پتھر ڈھونے لوگوں کا احسان مند ہونے سے زیادہ پسند ہیں)

حضرت خواجہ اجمیریؒ کاشتکاری کیا کرتے تھے.

علم و حکمت زاید از نانِ حلال   عشق و رقت آید از نانِ حلال

فضل احمد نعت خواں نے بیان کیا کہ ایک بار آپ پڑھ رہے تھے.

ان آنکھوں نے کیا کیا تماشا نہ دیکھا   حقیقت میں جو دیکھنا تھا نہ دیکھا

میں نے اسی غزل کا ایک شعر اور پڑھا۔

ان آنکھوں کے قربان جاؤں جنہوں نے ہزاروں حجابوں میں پردہ نہ دیکھا

آپ بے حد خوش ہوئے اور تکرار سے یہ شعر سنا۔ ایک بار مجھے فرمایا تم سفر کی تھکان سے چور تو بے شک ہو لیکن مجھے کچھ سناؤ۔ تھکان دور ہو جائے گی۔ میں نے حضرت شاہ نیاز احمد کی مندرجہ ذیل غزل سنائی۔

رفتم از خاک نہ انس بتانم باقی ست　　عشق جانم برلبود آفت جانم باقی ست

کاروانم ہمہ بگذشت زمیدان شود !　　ہم چو نقش کف پا نام و نشانم باقی ست

سر و سامان وجودم شرر عشق بسوخت　　سوختم خاک شدم سوز نہانم باقی ست

ہستیم جملہ خیال ست بہ تمثال سراب　　بالیقین من نیم وہم و گمانم باقی ست

طمع فاتحہ از خلق نداریم نیاز
عشق اندر پس من فاتحہ خوانم باقی ست

غزل سن کر بے حد مسرور ہوئے فرمایا پھر سناؤ۔ پھر سناؤ۔ الغرض تین مرتبہ غزل سنی اور فرمایا کہ "اگرچہ غزل ہمارے فہم و ادراک سے بلند ہے۔ مگر پھر بھی خدا انھیں دونوں جہاں میں سرخرو رکھے"۔

میاں غلام رسول ہیڈ ماسٹر آف بھیورانوالی نے بیان کیا کہ میرے حضور حضرت خواجہ غلام سرور رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہو چکا تھا۔ اور میں حضور کے مرقد مبارک پر حاضری کے لیے گھر سے روانہ ہوا۔ راستے میں خیال گزرا کہ اب حضور رحمتہ اللہ علیہ کے بعد چکوڑی شریف کی حاضری کی ضرورت کیا باقی رہی ہے اور کس کے پاس حاضر ہوا کروں گا وغیرہ۔

جب میں فاتحہ خوانی کے بعد ثانی صاحب کی خدمت میں سلام کے لیے حاضر ہوا۔ تو آپ نے فوراً فرمایا۔ "میاں غلام رسول! حضور نے جن پودوں کو اپنے ہاتھ سے لگایا

ہے۔ ان کی آبیاری میرے فرائض میں ہے۔ ان کی پرورش ضرور ہوتی رہے گی۔ مطمئن رہو۔" میں یہ فرمان سن کر خوشی اور مسرت سے بھرپور ہو گیا۔ اور اسی وقت جناب کی دست بوسی کی اور ایسا سرور آیا کہ ہر قسم کے وہم و گمان میرے وجود سے بھاگ گئے۔ اور اطمینان قلب حاصل ہو گیا۔ اور اپنے خیال گمراہی سے سخت پشیمان ہوا جیسے میری آنکھوں سے کئی حجابات ہٹ گئے۔

چوہدری غلام محمد آف گرہٹری بیان کرتے ہیں۔

میرا لڑکا ریاض فوجی بھرتی کے لیے فٹ نہیں تھا۔ مگر میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا چنانچہ آپ نے توجہ کرائی۔ اور اسے گوجرانوالہ چھاؤنی بھیج دیا۔ اور میں اللہ توکل دیگر بھرتی ہونے والوں کی صف میں کھڑا ہو گیا اور مجھے کرنل صاحب اور ڈاکٹر صاحب نے بغیر کسی حیل و حجت اور تنقید کے بھرتی کر لیا۔

میرا بڑا لڑکا محمد اشرف لاہور گیا۔ وہاں ٹھگوں کے نرغے میں پھنس گیا۔ یعنی اپنے مخصوص ٹھگی طریقے سے اپنے ہی گرائے ہوئے روپے اٹھائے اور مجھے حصہ دار بنانا چاہا۔ میں بالکل خوفزدہ ہو گیا۔ اور فوراً جناب رحمۃ اللہ علیہ کا تصور کیا۔ اور طالب امداد ہوا۔ اور فوراً ہی چار آدمی اور آ گئے۔ جو دراصل انہی سے متعلق تھے۔ مجھ سے پوچھ گچھ کرنے کے بعد چور ثابت کر دیا۔ پھر اچانک ہی ایک سفید ریش بزرگ تشریف لے آئے۔ اور انہوں نے مجھے بے گناہ ثابت کیا۔ اور ٹھگوں سے چھڑا کر بھگا دیا۔

لاہور سے واپسی پر حاضر دربار ہوا تو مجھے از خود ہی فرمایا۔ لاہور کیا واقعہ پیش آیا۔ اور کس نکل میں پھنس گئے تھے۔ میں نے کمال حیرانگی اور سرور سے واقعہ بیان کیا۔ آپ نے تسلی دی اور فرمایا۔ ہر مشکل مقام پر اللہ پاک مدد کا ذریعہ بنا دیتے ہیں۔ پردیس میں سو میل دور بیٹھے ہوتے

میری حفاظت فرمانا آپؒ کی بے نظیر کرامت تھی



حبیب صاحب خادم اوّلیں

حبیب صاحب موضع بانیاں (جو چکوڑی سے ۲ میل کے فاصلے پر ہے) کے ایک علمی گھرانے سے متعلق ہیں اور آپ تقریباً ۴۶ سال سے اسی عباسی خاندان سے عملاً منسلک ہیں گویا آپ کے داداجی کی خدمت میں بھی حاضر رہے۔ آپ کو پیر مٹن شاہ صاحب آف آلو مہار سے خلافت ملی تھی۔ آپ مجھ سے بالعموم یہ نعت سنا کرتے تھے۔

دل پیر دے نظارے کولوں رجدا نہیوں   عاشق باہجھ معشوقوں سوہنا لگدا نہیوں

جاناں پیر دے ہیں لوہے   بھاوّیں سٹے وچہ کھوہے

جیہڑا پیر دلوں موڑے بندہ رب دا نہیوں

پھر مستقل طور پر حضرت خواجہ غلام سرور صاحبؒ کی خدمت میں متعین ہو گئے۔ اس دور کے واقعات آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیے۔

زاں بعد حضرت پیر ظفر علی شاہ صاحبؒ کے حضور تعیناتی ہو گئی۔

حبیب صاحب کو کئی سعادتیں حاصل رہی ہیں، منجملہ آپ نے جناب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ کو بحالتِ استغراق بھی دیکھا ہے۔ حبیب صاحب کے اسی مختصر تعارف کے بعد ان کا بیان پڑھیئے۔

ایک بار میں حضور رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے بوقتِ سحر مجھے فرمایا کہ حقہ بھر لاؤ۔ جب میں حقہ بھر لایا تو آپ بلکرار یہ خوش الحانی سے گا رہے تھے۔

پنج پا چوریاں ونڈاں ماہی فیر ولساں تے آدے ۔۔۔ وہاں دے

اس وقت آپ کے چہرہ مبارک سے نوری کرنیں بکھر رہی تھیں۔ فرمایا۔ آج مجھے سید کونین جناب رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہہ مبارک کیسی تھی۔ آپ نے فرمایا جیسے پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کی

ایک بار حضورؒ کی اردل میں موضع آکی گیا ہوا تھا۔ وہاں کیفیت یہ تھی۔ کہ تقریباً سارا گاؤں ایک طرف تھا۔ اور چوہدری جہان خاں صاحب رئیس آف آکی چند احباب کے ساتھ ایک طرف۔ چوہدری جہان خاں بیحد بااصول صاف گو۔ صرف سچ کے حامی اور بہت جابر دھڑلے دار تھے۔ آپؒ اس متنازعہ صورت کو دل سے ناپسند کرتے تھے۔ اور فریقین کے مابین بحکم قرآن وَاَصْلِحُوا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ صلح کرانے کی غرض سے تشریف لے گئے تھے۔

آکی والوں نے آپ کے روبرو منافقانہ طور پر صلح کر لی۔ کہ جب پیر صاحب چلے جائیں گے۔ پھر وہی اسلحہ اور وہی میدان۔ حافظ سراج دین صاحب کی زبانی جنابؒ کو بھی ان ناپاک خیالات سے آگاہی ہوگئی۔ آپ نے اسی وقت مجھے سائیکل لانے کا حکم دیا۔ کہ ہم یہاں ایک لمحہ بھی ٹھہرنے کے لیئے تیار نہیں۔

آکی والوں کے روکنے کے باوجود آپ سائیکل پر سوار ہو گئے۔ اور مجھے فرمایا سائیکل تیز کرو۔ اور تیز کرو۔ آکی کی حدود سے جلد از جلد نکل چلو۔ مطلع بالکل صاف تھا۔ اپریل کی شدید گرمی۔ فصل ربیعہ بالکل پک چکی تھی۔ دفعتاً ایک سفید سی بدلی آسمان پر نمودار ہوئی۔ اور موضع آکی پر بغیر گرج اور چمک کے اولے برسانے شروع کر دیئے۔ اور اس شدت سے ژالہ باری کی کہ سب کی سب فصلیں ٹنڈ منڈ ہو کر رہ گئیں۔

آکی سے ایک میل کے فاصلے پر موضع جیا کما ایک ڈیرہ تھا۔ وہاں آپ کا ایک مرید تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا۔ کہ فوراً اس ڈیرہ کا رخ کرو۔ فرمایا گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔ ہم ڈیرے پر پہنچے اور ایک معمولی سے کچے کوٹھے میں داخل ہوگئے۔ ڈیرے والے زمیندار بھی وہیں آگئے۔ ژالہ باری اس کثرت سے ہوئی کہ ایک فٹ کی سفید تہ زمین پر چڑھ گئی۔ ان کسانوں کو فرمایا۔ کوئی ٹونا ٹوٹکہ ژالہ باری بند کرنے کا کرو۔ میں نے عرض کیا کہ یا حضرت یہ کیا ٹونا کریں گے۔ آپ ہی کچھ فرمایئے۔ آپ نے چارپائی کا بازو دونوں ہاتھوں سے مضبوطی سے پکڑ کر دو مرتبہ اللہ اکبر اللہ اکبر کہا اور فرمایا دروازہ کھول دو۔ حاضرین نے دروازہ کھولا تو ژالہ باری موقوف ہو چکی تھی۔

رات آپ اسی ڈیرہ پر رہے۔ ہلکی ہلکی بارش بھی ہوتی رہی۔ تین بجے صبح آپ نے مجھے جگایا۔ اور حقہ بھرنے کو کہا۔ میں حقہ بھر لایا۔ تو آپ کو چارپائی کے ایک کونے میں دبکے ہوئے دیکھا۔ میرے استفسار پر آپ نے فرمایا۔ کہ رات کو چھت ٹپکتا رہا ہے۔ اسی ٹپکے نے مجھے یہ کونہ بخش دیا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ مجھے جگانا تھا۔ آپ کی چارپائی محفوظ جگہ بچھا دیتا۔ فرمایا تمھیں کیا تکلیف دیتا۔ خود ہی تکلیف برداشت کر لی ہے۔ کیا فرق پڑا ہے۔

فرمایا تمھیں ایک کرامت دکھاؤں۔ مانو گے؟ میں نے کہا۔ ماننے والی ہوئی تو مانوں گا۔ فرمایا۔ تو گویا تم ابھی شک میں ہو۔ لو سنو! آکی والوں کا مزاج بھی درست ہوگیا ہے۔ اور ایمان بھی۔ اب تیار ہو رہے ہیں۔ یہاں آنے اور ہمیں منا کر واپس آکی لے جانے کے لیئے۔ اور طلوع آفتاب سے قبل ہی منہ اندھیرے یہاں آجائیں گے۔ میں نے کہا۔ توبہ وہ کیوں آنے لگے۔

فرمایا" تو بڑی پرچ دل ہے یوں نہیں مانے گا۔ مگر میں تمھیں منا کر چھوڑوں گا۔"

ابھی سورج طلوع ہونے میں کم از کم آدھا گھنٹہ باقی تھا۔ کہ گھوڑوں کے ٹاپوں کی

آوازیں آنے لگیں۔ چند منٹ بعد دروازے کے باہر ہی سے السلام علیکم کی آواز آئی۔ آپ نے فرمایا۔ کون ؟ آواز آئی جی میں ہوں" جہاناں" آپ نے فرمایا" اندر آجاؤ" آپ نے دیکھا کہ سو پچاس آدمی حاضری کے لیے بیتاب ہیں چوہدری جہان خاں صاحب نے اپنے گاؤں کی نمائندگی کرتے ہوئے عرض کی۔ کہ یا حضرت ! ہماری غلطیاں معاف فرمائی جائیں۔ اور ہم سارا گاؤں آپ کو لینے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ مہربانی فرما کر ہمارے گاؤں میں واپس تشریف لے چلیں۔

آپ چند منٹ خاموش رہے۔ آپ کی یہ خاموشی اہالیان آکی کے لیے سوہان روح بن گئی۔ پھر دوچار دیگر صاحبان نے مل کر عرض کی۔ کہ "حضرت! آپ کی ناراضگی اب ہماری برداشت سے باہر ہے۔ ہم تباہ ہو گئے ہماری فصلیں بالکل برباد ہو گئی ہیں۔ اب ہم نے ہر قسم کی دلی کدورتیں صاف کر کے باہم صلح کی ہے۔ بالکل مسلمانوں کی طرح۔ لہٰذا ہمیں مزید ذلت اور تباہی سے بچا لیں۔ اللہ پاک بھی ہمیں معاف فرمائیں"۔

آپ ان کے ہمراہ واپس آکی تشریف لے گئے۔ آپ جب گھر سے چلے تھے تو صرف دو دن آکی رہنے کا خیال تھا۔ مگر آکی والوں نے پندرہ دن وہاں ٹھہرائے رکھا۔ اور عرض کیا کہ حضرت! ہمارا اب کیا بنے گا ؟ ہماری فصلیں تباہ ہو گئی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ "گھبراؤ نہیں۔ ایک تو گورنمنٹ کو مالیہ کی معافی کی درخواست دو۔ مالیہ معاف ہو جائے گا۔ پھر جو "ٹنڈ منڈ ناڑ" کھیتوں میں کھڑا ہے اس کو کاٹ لو اور حسب سابق اس کو گاہ لو"۔

چنانچہ آکی والوں کا مالیہ بھی معاف ہو گیا اور اس ناڑ سے اللہ پاک کی مہربانی سے دانے بھی پہلے جتنے بلکہ کچھ زیادہ ہی نکل آئے۔ آکی والے یہ کرامت دیکھ کر سچے دل سے تائب ہو گئے۔ اور ہمیشہ کے لیے سمجھ گئے۔ کہ صلح اچھی چیز ہے۔ درویش اور اہل اللہ کی مخالفت تباہ کر دیتی ہے۔

بیگم رحمت خاں (پی دار آف مبوچک) نے حبیب صاحب کا واقعہ یوں بیان کیا۔

ایک بار حضرت ثانی صاحبؒ اپنے ڈرائیور حبیب کے ہمراہ گجرات تشریف لا رہے تھے۔ راستے میں آپ نے فرمایا۔ حبیب صاحب آپ دوسری شادی کرلیں حبیب نے عرض کیا۔ یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا اولاد کے لیئے۔ یہ سن کر حبیب نے سائیکل کھڑا کرلیا۔ اور کہا کہ میں آگے نہیں جاوں گا۔ بلکہ اپنے گھر باتیاں جاؤں گا۔ آپ انتہا درجے کے زیرک اور معاملہ فہم تھے۔ اس کے اس گستاخانہ کلام سے ناراض ہونے کی بجائے محظوظ ہوئے۔ فرمایا۔ حبیب صاحب! "یہ کیوں؟" اس نے عرض کیا۔ حضرت میں تیس سال سے اس خاندان کی غلامی کا پٹہ ڈالے ہوئے ہوں۔ اگر اولاد کے لیے دوسری شادی ضروری ہے تو پہلی بیوی کو کیوں آزردہ کروں۔ اگر اولاد ہونی ہے تو اسی سے ورنہ کرمہائے تو ما را کرد گستاخ۔ میں آپ کی ڈرائیوری سے اسی گھڑی مستعفی ہوں۔ آپ نے ایک منٹ خاموش رہ کر فرمایا۔ اچھا یہ بات ہے۔ چلو سائیکل پکڑو۔ حبیب نے سائیکل پکڑ لیا اور منزل کی طرف رواں دواں ہوگیا۔

اللہ کریم کی مہربانی اور ثانی صاحبؒ کی دعا سے میری بیوی کو آثار حمل ظاہر ہوئے۔ اسی دوران آپ نے حبیب کو ۱½ گز کا دوپٹہ کریب کا عنایت فرمایا۔ وقت مقررہ پر لڑکی تولد ہوئی۔ تو مجھے سمجھ آئی ۱½ گز دوپٹہ کا کیا مفہوم تھا۔

میں نے اس واقعہ کی تصدیق حبیب سے چاہی۔ حبیب صاحب نے واقعہ کی تصدیق کی۔ اور مزید کہا۔ جب لڑکی تولد ہوتی تو میرے ذہن میں پھر گڑبڑ ہوگئی۔ میں نے آپ سے مخصوص لہجے میں عرض کیا۔ حضرت لڑکا کہاں گیا۔ لڑکی کے لیے تو میں نے عرض نہیں کیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ آزردہ خاطر مت ہو۔ لڑکے کی کھلائی پہلے چاہیے تھی۔

لڑکا ہی اللہ کی عنایت سے ہوگا۔ چنانچہ لڑکا ہی اللہ نے عنایت کیا۔ جواب ساتویں جماعت میں پڑھ رہا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ بچے پر بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔

طلباء کو نصیحت۔ فرمایا

آج جب کوئی مغربی سائنس دان خدا کا وجود ثابت کرتا ہے تو ہمارے یورپ زدہ مفکر بہت خوش ہوتے ہیں۔ بات بھی خوشی کی ہوتی ہے۔ اس مادہ پرستی اور الحاد کے زمانہ میں "اللہ ہے" کا نعرہ خوش کن ہے۔ لیکن اس میں غور طلب بات یہ ہے کہ ان کے استدلال سے متاثر ہو کر ان کی حکمت اور تفکر سے مرعوب ہو جاتے ہیں۔ اور مغربی فلاسفر کی یہ حکمت اور تفکر ایک بت بن کر ہمارے نوجوان متلاشیان علم کے ذہن پر قابض ہو جاتا ہے۔ پھر ان کی غلط سلط باتیں بھی حقیقت اور قابل تقلید بن جاتی ہیں اور اس طرح ہمارے اکثر ادیبوں دانشوروں کا انداز فکر بدل جاتا ہے۔ بلکہ گمراہ ہو جاتا ہے۔

چونکہ ہمارے نوجوان اپنے مشاہیر اور اکابرؒ کے علمی کارناموں سے ناواقف ہوتے ہیں اسی لیے نتائج بہت دور تک چلے جاتے ہیں۔ دیکھیے آٹھ سو قبل کا ایک فرزند اسلام کیا کہتا ہے۔ خدا کے اثبات کے کئی طریقے ہیں۔

مرشدِ اقبالؒ پیر رومؒ فرماتے ہیں۔

دست پنہان و قلم بیں خط گزار | اسپ جولاں و ناپیدا سوار!
پس یقیں در عقل ہر دانندہ است | اینکہ با جنبیدہ جنبانندہ است

گر تو آں رامی نہ بینی در نظر
فہم کن امّا بہ اظہارِ اثر

(قلم لکھ رہا ہے ہاتھ پوشیدہ ہے۔ گھوڑا دوڑ رہا ہے سوار کا کہیں نشان نہیں۔ ہر عقل مند یقین کرے گا کہ جو چیز حرکت کرے گی کوئی اس کا حرکت دینے والا ہے مگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے۔ اگر تم اس کو آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے تو اس کے اثر کو دیکھ کر سمجھو)

تن بہ جاں جنبد نمی بینی تو جاں لیک از جنبیدن تن جاں بداں

(بدن جو حرکت کر رہا ہے جان کے سبب سے کرتا ہے لیکن تم جان کو نہیں دیکھ سکتے۔ تو بدن کی حرکت سے جانو)

نظامِ کائنات پر غور کرو۔ ہوا چل رہی ہے۔ درخت جھوم رہے ہیں۔ چاند ستارے سورج چمک رہے ہیں۔ کامل ترتیب اور نظم کے تحت۔

مولٰنا رومؒ کہتے ہیں ؎ گر حکیمے نیست ایں ترتیب چیست۔

خیال دماغ سے پیدا ہوتا ہے۔ دماغ مادہ ہے۔ لیکن خیال مادہ سے بَری ہے۔

پیر رومؒ کہتے ہیں۔

صورت دیوار و سقف ہر مکاں سایۂ اندیشۂ معمار داں!

صورت لز بے صورت آید در وجود ھم چناں کز آتشے زاہست دود

حیرتے محض آردت بے صورتی! زادہ صد گوں آلت از بے آلتی

بے نہایت کیش ہا و پیش ہا جملہ ظلِ صورت اندیش ہا!

ہیچ ماند ایں موثر با اثر! ہیچ ماند بانگ نوحہ بے ضرر

برلب بام ایستادہ قوم خوش ہر یکے را بر زمیں ہیں سایہ اش

صورت از فکر ست بر بام مشید واں عمل چوں سایۂ ارکاں پدید

(دیوار اور چھت معمار کے خیال کا سایہ ہے۔ صورت بے صورت سے پیدا ہو گئی جیسے

آگ سے دھواں بے صورتی سے تمہیں حیرت ہوتی ہے۔ سینکڑوں آلات بغیر آلہ کے کیوں کر پیدا ہوتے ہیں۔ بے انتہا مذاہب اور پیشے سب خیالات کا پرتو ہیں۔ کیا اس علت سے معلول کو کچھ مشابہت ہے۔ کیا آواز گریہ کو معدہ سے کچھ نسبت ہے۔ کوٹھے پر کھڑے ہوؤں کا سایہ زمین پر پڑ رہا ہے۔ گویا کوٹھے والے نکتہ ہیں اور سایہ ان کا عمل ہے۔

بیس پچیس سال سے ہمارے بعض کتب فروش ادارے اکابر کی تصنیفات کو اردو کا جامہ پہنا رہے ہیں۔ ان کا مقصد اگرچہ مختلف ہے پھر بھی غنیمت است۔

روایات :۔

میاں اللہ دتہ صاحب گڑھی شاہو لاہور بیان کرتے ہیں۔

میں نے حضرت رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کیا۔ تین چار سال گزر رہے ہیں۔ حضور اعلیٰ کی زیارت کے لیے ترس گیا ہوں۔ اسی رات کو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میدان میں چھڑکاؤ ہو رہا ہے۔ پھر دریاں بچھائی جا رہی ہیں۔ پھر قالین اور غالیچے بچھائے گئے۔ معاً ایک خوبصورت تخت آسمان سے اتر کر ان غالیچوں پر ٹک گیا۔ میں نے دیکھا تو حضور اعلیٰ خواجہ غلام سرور رحمتہ اللہ ہیں۔ حضور کے ہمراہ درجنوں بزرگ ہیں۔ جن کو میں نہیں جانتا۔ حضور بے آواز لب کشا ہیں۔ اور ہاتھ سے ان بزرگوں کو کچھ فرما رہے ہیں۔ سب کے سب بزرگ حضرت کے ارشادات سمجھ کر تعمیل کے لیے جا رہے ہیں۔

جب میں خواب سے بیدار ہوا۔ تو آپ نے خواب کا منظر بیان کرنے کے لیے فرمایا۔ میں نے من و عن سنا دیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ حضور قطب وقت تھے۔ اور ان بزرگوں کو ان کے فرائض سونپ رہے تھے۔

میاں صاحب نے بیان کیا۔ ایک مرتبہ آپ صوفی احمد دین آف کنجاہ کے

مکان پر تشریف فرما تھے ۔ وہیں ایک سید صاحب تشریف لے آئے ۔آپ نے حسب معمول نہایت احترام سے اُسے اپنے پاس بٹھالیا۔ آپ وحدت الوجود پر گفتگو فرما رہے تھے ۔

با وحدت حق نہ کثرت خلق چہ پاک　　　　صد جائے اگر گرہ زنی رشتہ یکے ست

مشکل حکایتے ست کہ ہر ذرہ عین اوست　　　　اما نمی تواں کہ اشارت باو کنند

شاہ صاحب نے کہا جناب ! وحدۃ الوجود عوام کے سامنے بیان نہیں کرنا چاہیئے ۔ یہ دقیق مسئلہ ہے ۔ آپ نے فرمایا۔ شاہ صاحب اس محفل میں کوئی بے شعور نہیں سبھی باشعور ہیں پھر مجھے آواز دی ۔ میں کھڑا ہو گیا۔ شاہ صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا ۔ یہ بالکل ان پڑھ ہے آپ اس سے وحدۃ الوجود کے بارے میں کچھ سوال کریں ۔ اور اس کا تفصیلی جواب سن لیں ۔ مگر شاہ صاحب خاموش رہے ۔

ایک دوسری مجلس میں فرمایا ۔ متقدمین میں سے کسی بزرگ سے عرض کیا ۔ کہ آپ ہمیں کچھ نصائح اور وصایا ارشاد فرمائیں تاکہ ہم غلط روش سے محفوظ رہ سکیں ۔ اُن حضرت نے فرمایا ۔ اللہ جل جلالہ شرک کو ناپسند فرماتے ہیں ۔ لہٰذا شرک سے بچو ؛ سائل نے کہا شرک کیا ہے ۔؟ آپ نے فرمایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک سے الگ نہ سمجھنا

مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن کو اللہ اور اللہ پاک کے ظاہر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاننا چاہیئے ۔

تقریباً بارہ سال قبل میری عادت مستمرہ تھی ۔ کہ نوافل اور وظائف میں راتیں گزرتی تھیں ۔ اور چودہ ماہ تک یہی کیفیت رہی ۔ میں اکثر حضرتؒ کی خدمت میں عرض گزار ہوتا کہ اللہ پاک کی معرفت نصیب ہو ۔ سردیوں کی ایک رات کا قصہ ہے میں نماز عشا کے بعد چارپائی پر

قبلہ رو بیٹھا ہوں۔ اور حضرت کے فرمودہ وظائف پڑھ رہا ہوں۔ آنکھیں بند ہیں۔ ویسے بالکل عالم بیداری ہے۔ یکدم کمرہ جگمگا اٹھتا ہے۔ روشنی تیز اور چاندنی سے زیادہ خوشگوار ہے۔ میں اس روشنی کے منبع کو تلاش کرتا ہوں۔ مگر نہیں ملتا۔ پھر کمرہ کے باہر کا منظر دیکھتا ہوں۔ وہاں بھی بقعہ نور ہے۔ پھر اپنے وجود کو دیکھتا ہوں۔ وہ بھی نور ہی نور ہے میں سخت تحیر اور سرور میں ڈوب جاتا ہوں۔ یہ کیفیت صرف ایک ادھ منٹ رہی،

بابا اسیر کی بیوی تین ہزار کی مالیت لے کر بھاگ گئی۔ حضور نے فرمایا۔ بابا میرا آج جوڑوں کا درد ٹھیک کرا لو یا عورت واپس لے لو۔ بابا نے دست بستہ عرض کی جوڑوں کا درد تندرست ہوتا رہے گا۔ عورت معہ لڑکا واپس آجائے۔ چنانچہ دوسرے دن وہ طلاق نامہ بھی واپس لے کر آگئی۔ پھر بھاگنے کا نام بھی نہ لیا۔

مقبول احمد نے بیان کیا۔ میرے لڑکے کے رشتہ کے بارے میں میرے تمام اہل خاندان میرے خلاف متحدہ محاذ بنا کر مقابلہ پر اتر آئے۔ انہوں نے مجھے مجبور کرنا چاہا۔ کہ میں کسی سابقہ عہد کی خلاف ورزی کروں۔ جو مجھے کسی صورت منظور نہیں تھا۔ یہ ایک ایسا اخلاقی مسئلہ کھڑا کر دیا گیا۔ جو ایفائے عہد کے سراسر منافی تھا۔ اور دوسری طرف خانگی سکھ یا مستقل دکھ تھا۔ میں نے اپنی مشکل حضرت صاحب کے گوش گزار کی۔

حضرت نے مجھے تسلی دی۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ چنانچہ چند دن بعد میرے حسب منشا نتیجہ نکل آیا۔ یعنی درمیانی مفسد نہایت ذلیل ہو کر معافی خواہ ہوا اور اپنی شیطنیت خود ہی بیان کر دی۔ اور آپ کی دعا سے میں بدعہدی اور خانگی فساد سے محفوظ ہو گیا۔

مقبول احمد نے بیان کیا

برادری کے ناسمجھ اور سینہ زور اشخاص نے اپنے غرور اور حماقت جہل سے ہمارے

ساتھ دنگا و فساد شروع کر دیا۔ اور نتیجہ جنگ و جدال اور مار کٹائی تک پہنچ گیا۔ پھر مقدمہ بازی شروع ہو گئی۔ میرے گھر میں کھانے دانے کی سخت قلت تھی۔ بہت پریشانی کا سامنا ہو گیا۔ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنی بے بضاعتی اور مجبوری عرض کی آپ نے فرمایا

مقبول احمد فکر مند نہ ہو۔ اللہ پاک ہر طرح اپنی حفاظت میں رکھیں گے

چند دن بعد ہی آپ کی دعا کے اثرات ظاہر ہو گئے۔ روپے کی تنگی بھی آناً فاناً دور ہو گئی اور مقدمہ بھی ہمارے حق میں ہوتا گیا۔ یعنی پولیس میں ہماری بے گناہی اور مظلومیت واضح ہو گئی۔ اب بھی میرا یقین ہے کہ حضرت کی دعا اور توجہ سے ہمارے لیے کوئی مشکل مشکل نہیں۔

ایک بار ہماری مسجد کی عمارت گر گئی۔ اور دارا بھی تباہ ہو گیا۔ برادری کا کہنا تھا کہ پہلے دارا بنانا چاہیئے۔ تاکہ مہمانوں کے سامنے ہماری سبکی نہ ہو۔ میں نے کہا مسجد کے لیے جمہور مسلمانوں سے معاونت طلب کرتا ہوں۔

میں چکوڑی شریف حاضر ہوا۔ اور اپنے حالات عرض کر دیئے۔ آپ نے فرمایا

"دریوزہ گری کی ضرورت نہیں۔ سب کام درست ہو جائیں گے"۔

میں گھر پہنچا تو پہلے ہی سے مبلغ -/۷۰۰ جمع ہو چکا تھا۔ اور آپ کی دعا سے چند دنوں میں دونوں عمارتیں بن گئیں۔ الغرض حضرت کی دعا سے فوراً حالات درست ہو جاتے تھے۔ بلکہ آپ کے انتقال مقام کے بعد بھی ہماری پکار نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے



حسنِ اخلاق

آپ کے حسن اخلاق کی روایات بیان سے باہر ہیں۔ ساکنان پکوڑی شریف کا کہنا ہے۔ کہ جیسے آپؒ بظاہر حسین و جمیل تھے۔ ویسے ہی آپ کا کردار خوبصورت تھا۔ ہر ملنے والے سے اٹھ کر مصافحہ کرتے بلکہ اکثر معانقہ بھی کرتے۔ حلیم الطبع منکسر المزاج متواضع، مہمان نواز عیب پوش اور سراپا محبت و اخلاص تھے۔

آپ کی گفتگو انتہائی موثر، مدلل اور شیریں ہوتی۔ آپ اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح متبع تھے۔ حضرت سعدیؒ کے مقولہ تواضع زگردن فرازاں نکوست پر عمل پیرا رہتے۔ بالعموم دیکھا گیا ہے کہ جس خاندان کو ہزاروں آدمی سلام کرنے بلکہ سجدہ ریز ہوتے ہوں۔ اس خاندان کے افراد میں احساس غرور و کبر پیدا ہو جاتا ہے۔ مگر باوجود کئی پشتوں سے آپ کے بزرگ علم و فضل کے اعتبار سے علاقہ بھر میں نمایاں رہے ہیں۔ اور ہزاروں ارادتمند ہر روز ہی قدم بوسی کو حاضر ہوتے رہے ہیں۔ مگر آپ نے نفس کو کبریائی کی ہوا تک لگنے نہیں دی۔

چوہدری محمد خاں آف منجو چک چیئرمین کہا کرتے ہیں۔ کہ میرے دل میں کسی پیر یا درویش سے ملنے کی خواہش پیدا نہیں ہوئی۔ مگر آپ اور صرف آپ سے ملاقات اور مجلس میں حاضری شدت سے محسوس ہوتی۔ حالانکہ باقاعدہ طور پر میں آپ کے ارادت مندوں میں شامل نہیں ہوں۔

چوہدری محمد شریف صاحب آف لاہور بیان کرتے ہیں۔ میں ماہ جون ۷۳ء میں حاضر دربار ہوا۔ ان دنوں آپ سخت بیمار تھے۔ ضعف و ناطاقتی کے باعث گھر پر ہی ملاقات کرتے تھے۔ میں جب آپ کے پلنگ کے نزدیک پہنچا۔ تو اٹھنا چاہا۔ مگر نہ اٹھ سکے۔ فرمایا۔

"چوہدری محمد شریف جی! جسمانی کمزوری کی وجہ سے اٹھ کر معانقہ نہیں کرسکا اور ایک کوفت

محسوس کر رہا ہوں"۔

میں آپ کو اس حالت میں دیکھ کر ضبط نہ کر سکا۔ بے اختیار آنسو رواں ہو گئے۔ گھگی بندھ گئی۔ منہ سے بات بھی نہ نکل سکی۔ میرا دل پکار اٹھا۔ کہاں میں ایک خطار کار انسان۔ ایک عظیم انسان، ولی کامل، رشد و ہدایت کا مجسمہ اور سراپا اخلاق کس دل سوزی سے مجھ سے تکلم فرما رہا ہے۔ میں با دل بریاں اور چشم گریاں آپ کے پاس سے اُٹھ آیا۔ اس اشک فشانی کے صدقے۔

گریہ زاری عجب سرمایہ ایست   تا بہ شہر دل قوی تر پایہ ایست
اشک کاں از بہر او بارند خلق   گوہر است و اشک پندارند خلق
اے دریغا اشک من دریا بدے   تا نثار دلبر زیبا شدے

چوہدری محمد شریف آف چک ۱۱۳ نے بیان کیا۔ میں گجرات گیا ہوا تھا۔ وہاں معلوم ہوا آپ کا ورود بھی یہیں ہے۔ جب آپ کی قیام گاہ پر پہنچا تو آپ کار میں سوار چکوڑی شریف جا رہے تھے۔ میں نے بھی اپنے والی کار پیچھے لگا دی۔ آپ کے ڈرائیور کو بذریعہ ہارن کار روکنے کا اشارہ دیا۔ کار رک گئی۔ میں اتر کر حاضر ہوا۔ آپ کار سے باہر آنے لگے۔ تو میں نے باصرار عرض کیا۔ میں ایک گنہگار شخص ہوں۔ آپ باہر تشریف نہ لائیں وہیں بیٹھے بیٹھے میرا سجدہ و سلام قبول فرمائیں

آپ فرماتے ہیں۔ محمد شریف جی!

"کسی بھلے آدمی کی نیک عادت کو خراب نہیں کرنا چاہیے۔

اور باہر تشریف لا کر معانقہ کیا۔

اللہ اکبر! وہ منظر آج بھی یاد آتا ہے۔ تو فخر سے اکڑ جاتا ہوں۔ ارے میرے لیئے

آپ کی یہ شفقت !

راقم الحروف کہتا ہے کہ میں نے بارہ تیرہ سال میں آپ کے اخلاق، فیوضات اور علم و فضل کے بکثرت مظاہرے دیکھے ہیں۔ مختصر بات یوں ہے :-

"جس طرح اللہ جل شانہٗ کی صفات کا کوئی کنارہ نہیں۔ اسی طرح آپ کا اخلاق بھی بے کنار ہے۔ اور آپ کے اخلاق پر کوئی خطِ محیط نہیں کھینچا جا سکتا۔"

جناب الحاج میاں محمد رشید صاحب رئیس مزنگ لاہور نے بیان کیا۔

۱۔ آپ نے فرمایا۔ میاں صاحب! آپ ہمیشہ مجھے یہی کہتے ہیں کہ آپ روشن ضمیر ہیں۔ اب آپ پر دلی واردات عیاں ہے۔" آپ اپنی زبان سے بھی اظہار کیا کریں۔ میں نے پھر بھی یہی کہا آپ روشن ضمیر ہیں

جام جہاں نماست ضمیر منیر شیخ　　　اظہار احتیاج خود آنجا چہ حاجت است

آپ نے فارسی کا ایک شعر پڑھا۔ جس کا مفہوم یہ تھا کہ اللہ پاک نے شریعت کو ظاہر رکھا ہے۔ اس لیے کھلے الفاظ میں بیان کرنا چاہیئے۔

۲ برادرم قاری عبدالحمید صاحب پکے اہل حدیث ہیں۔ گذشتہ سالوں میں مجھ سے عقائد پر اکثر بحث و تمحیص کرتے رہے ہیں۔ اور مجھے پیر پرستی سے منع کرتے میرا سادہ سا جواب ہوتا۔ بھائی! نیک اور صالح العمل بزرگوں کی عزت اور تکریم کرنا تو ہر شریف آدمی کا فرض ہے۔ آپ کو بھی اولیاء اللہ اور بزرگوں کا احترام کرنا چاہیے۔

آپ مجھ سے رشتہ کی تجدید کے طلب گار تھے۔ میں نے انہیں کہا میں اپنے حضرت صاحب سے پوچھ لوں۔ چنانچہ میں نے حضرت صاحب سے گفتگو کی۔ عقائد کا اختلاف بھی بیان کیا۔ یہ بھی کہا کہ قاری صاحب کا برخوردار کراچی میں ہے۔ اور میں

اس سے ناواقف ہوں۔

حضرت صاحب نے فرمایا "یہ رشتہ بہتر رہے گا بے کھٹکے طے کرلیں"۔

چنانچہ رشتہ طے ہوگیا۔ شادی کی تقریبات باحسن تکمیل پذیر ہوئیں۔ آپ کی روشن ضمیری کے صدقے۔ عزیز عبدالوحید بن قاری صاحب نہایت مودب، شائستہ خوش اعتقاد اور صالح العمل نوجوان ہے۔ دو چار مرتبہ دربار عالیہ میں حاضر ہو چکا ہے۔

۳۔ میری بیعت حضور خواجہ غلام سرور صاحبؒ سے ہے۔ بحالت خواب داتا صاحب کے بازار میں جا رہا ہوں۔ آواز آئی۔ حضرت چکوڑی والے تشریف لا رہے ہیں۔ میں دفور مسرت سے ادھر دیکھتا ہوں۔ فی الواقعہ حضورؒ ہیں قدموسی کے لیئے تھوڑا سا جھکتا ہوں۔ پھر کھڑا ہوتا ہوں۔ تو خواجہ ظفر علی شاہ صاحب نظر آتے ہیں۔ حضورؒ فرمایا کرتے تھے۔ میں "ہی ظفر جی" ہوں۔

۴۔ ۱۹۷۰ء میں صاحبزادہ غلام محی الدین شاہ صاحب (موجودہ مسند نشین دربار) حکیم محمد اشرف صاحب اور میں خواجہ ظفر علی شاہ صاحبؒ کے فرمان کے مطابق عمرہ کے لیے حرم کعبہ میں حاضر تھے۔ وہیں خواب میں آپؒ کو دیکھتا ہوں۔ آپ بھی ہمارے ساتھ حرم کعبہ میں ہیں۔ باب جبرئیل تک چلتے ان کو دیکھتا ہوں۔ پھر غائب۔

واپس آکر جب آپ سے ملاقات ہوئی۔ تو آپ فرماتے ہیں۔ وہاں صاحب! وہاں آپ نے کوئی خواب دیکھا۔ میں نے اپنا خواب بیان کر دیا۔ اور آپ کی روشن ضمیری کا پہلے سے بھی زیادہ یقین ہوگیا۔

سید غلام حسین شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر ریٹائرڈ بیان کرتے ہیں۔

۱۔ میں دھوپ سڑی سے ہر روز بلا ناغہ چکوڑی شریف جاتا تھا۔ آپ مجھے ہر روز

اس وقت اجازت دیتے کہ مغرب کی نماز مجھے راستہ میں ہی پڑھنی پڑتی تھی۔ اس صورت میں نماز بڑی جلدی جلدی اور بے توجہ پڑھتا تھا۔ ایک دن چکوڑی باہر صحن میں آپ تشریف فرما تھے۔ اور بھی چند آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے عام گفتگو میں ارشاد فرمایا۔ کہ اگر نماز بے توجہ پڑھی جائے تو رسول کریم ناراض ہوکر واپس دے دیتے ہیں مجھے فوراً سمجھ آگئی۔ کہ یہ میری مغرب کی نماز ہے۔ اس دن بھی آپ نے اجازت بدستورِ سابق اسی وقت دی۔ جبکہ دن غروب ہونے کو تھا۔ جب چکوڑی شریف سے روانہ ہوا۔ کہ آپ اجازت بھی دیر سے دیتے ہیں اور پھر یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ نماز مغرب تسلی سے پڑھی جائے۔ ان خیالات کے زیر اثر حافظ صاحب کا مندرجہ ذیل شعر پڑھنا شروع کیا۔ اور تمام راستہ یہی شعر پڑھتا رہا اور صبح کو چکوڑی شریف جاتے ہوئے راستہ میں یہی شعر پڑھتا رہا۔

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہ　　　باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

دوسرے دن پچھلے پہر آپ باہر بیٹھے تھے۔ اور بھی چند آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ میری طرف دیکھ کر کچھ مسکرائے۔ اور مندرجہ بالا شعر پڑھ دیا۔ میں بھی کچھ مسکرا دیا۔ اور نگاہ نیچے کرلی۔ میں اس لیئے مسکرایا کہ یہ شعر پڑھنے میں حق بجانب تھا۔

۲۔ جب میں چالیس دن کے لیئے دھوپ سڑی آیا۔ تو مجھے ان ایام میں یہ معلوم ہوا۔ کہ مجھے پھر آنے کی ضرورت رہے۔ میں چالیس دن ختم کرکے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے پہلی بات ہی یہی کی کہ پھر دھوپ سڑی آئیں گے۔ میں نے سرِ تسلیم خم کرکے کہا۔ کہ جناب ضرور آؤں گا۔

۳۔ میں چکوڑی شریف ہر روز حاضر ہوتا تھا۔ چار بجے چائے پینے کے لیے ملتی تھی۔ میں چائے پینے کا عادی نہ تھا۔ ایک دن دل میں خیال آیا۔ کہ آپ کی خدمت میں عرض

کروں. میں چائے پینے کا عادی نہیں. جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا. تو آپ نے فرما دیا کہ تمہارے لیے چائے کی بجائے دودھ آیا کرے گا.

۴. میں آپ کے سامنے حقہ نوشی نہیں کرتا تھا۔ ایک دن آپ باہر بیٹھے ہوئے تھے. دیگر آدمی حقہ پی رہے تھے. میرے دل میں حقہ پینے کی خواہش ہوئی. تو آپ نے فوراً فرمایا. کہ تم ساتھ والے کمرہ میں جاکر حقہ نوشی کرلو۔ چنانچہ میں اس کمرہ میں چلا گیا اور حقہ نوشی کرلی.

۵. ایک دن میں دھوپ سڑی سے روٹی کھاکر نہیں گیا تھا۔ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا. آپ صحن میں تھے. اور گھر تشریف لے جارہے تھے. مجھے فرمایا کہ چائے پیوگے یا چھاچھ. پھر خود ہی فرمایا کہ جو کچھ میرے خیال میں آئے گا. میں خاموش ہی رہا. آپ نے گھر جاکر میری روٹی بھجوادی.

۶. میں گجرات گیا ہوا تھا۔ واپسی پر سید شبیر حسین جو میرے لڑکے ہیں. موٹر سائیکل پر مجھے دھوپ سڑی لے آئے. دھوپ سڑی پہنچ کر موٹر سائیکل خراب ہوگیا ہر چند کوشش کی. مگر ٹھیک نہ ہوا. لہٰذا بامر مجبوری سید شبیر حسین دھوپ سڑی رات رہے. صبح اٹھ کر میں اور سید شبیر حسین دھوپ سڑی دربار پر آئے. میں دربار میں فاتحہ خوانی کے لیے حاضر ہوگیا۔ سید شبیر حسین نے جب موٹر سائیکل کے پیڈل کو حرکت دی. تو موٹر سائیکل فوراً ٹھیک ہوگیا. میں چند منٹ میں فاتحہ خوانی سے فارغ ہوکر باہر آگیا. اور موٹر سائیکل پر سوار ہوکر شبیر حسین کے ہمراہ چکوڑی شریف نہر کے پل پر اُتر کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فوراً فرمایا. شبیر حسین آئے تھے. موٹر سائیکل خراب ہوگیا. اور ٹھیک ہوگیا.

۷. میں ہر روز چکوڑی شریف جایا کرتا تھا. ایک دن آپ نے فرمایا. کل کی چھٹی کرلیں.

دوسرے دن میں دھوپ سڑی ہی رہا۔ سید شبیر حسین جو میرے لڑکے ہیں۔ اور سید نقی حسین جو کراچی سے تشریف لائے تھے۔ دھوپ سڑی آ گئے

۸۔ ایک دن آپ نے فرمایا۔ اگر کل موسم خراب ہو تو چھٹی کر لیں۔ چنانچہ دوسرے دن موسم بھی خراب ہو گیا اور ایک ضروری کام کے سلسلہ میں مجھے دھکڑانوالی میں بھی جانا پڑا۔

۹۔ میں بطور وظیفہ پنجابی کے چند خود ساختہ شعر پڑھا کرتا تھا۔ ایک دن آپ نے فرمایا پنجابی میں وظیفہ پڑھ لیا کرو۔

۱۰۔ میں عام طور پر ظہر کی نماز دروازہ بند کر کے پڑھتا تھا۔ ایک دن آپ نے سلسلہ گفتگو میں فرمایا۔ دروازہ بند کر کے وظیفہ کرنا خاص طور پر مفید رہتا ہے۔ اور میری طرف دیکھ کر قدرے مسکرائے۔

۱۱۔ ایک دن ایک حاجی صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور چند اشیا بطور تحفہ پیش کیں۔ جن میں سے ایک تسبیح پر جب میری نظر پڑی۔ تو میرے دل میں خیال آیا۔ کہ آپ یہ تسبیح مجھے دے دیں۔ چنانچہ جب مجھے آنے کی اجازت دی تو وہ تسبیح مجھے عطا فرما دی۔

۱۲۔ دھوپ سڑی گاؤں کے حالات خراب تھے۔ میں نے طرفین میں صلح کرانے کا ارادہ کیا۔ اس وجہ سے میرے خیالات میں یکسوئی نہ رہتی۔ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے خود بخود فرمایا۔ کہ گاؤں کے معاملات میں دخل دینے سے وقت کا بھی ہرج ہوتا ہے اور خیالات پر بھی اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ میں نے وہ ارادہ ترک کر دیا۔

۱۳۔ ایک دفعہ آپ نے لاہور جانا تھا۔ چند دن پہلے مجھے فرمایا۔ کہ فلاں تاریخ لاہور جانا ہے۔ نو بجے روانگی کا ارادہ ہے۔ سویرے آ جائیں۔ میرے پاس لاہور کے سفر

کے سلسلہ میں مبلغات کم تھے۔ میں نے کچھ مبلغات ادھار لے لیئے۔ لیکن دل میں یہی خواہش کہ آپ لاہور مجھے ساتھ نہ لے جائیں۔ چنانچہ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا اگر لاہور جانے کا خیال نہیں۔ تو اجازت ہے نہ جائیں۔ میں نے سر تسلیم کرتے ہوئے شکریہ ادا کیا۔

۱۴۔ موضع دھوپ سڑی کے دو گھروں میں رشتہ کرنے کے متعلق بات چیت اندرونی طور پر ہو رہی تھی۔ میرے دل میں خیال آیا۔ بلکہ میں نے ارادہ کیا کہ پوری پوری کوشش کر کے ان دونوں گھروں کا رشتہ کرا دینا چاہیئے۔ انہی ایام میں جب میں چکوڑی شریف آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا تم کو لوگوں کے رشتہ کرنے میں حصہ نہیں لینا چاہیئے۔

۱۵۔ میں نے موضع دھوپ سڑی میں حافظ صاحب جو امام مسجد تھے۔ ان کے گھر سے ایک کتاب منگائی۔ جس میں روحانیت اور تعویذات کے متعلق کافی رہنمائی تھی۔ چنانچہ میں نے ایک وظیفہ پڑھنے کے لیے انتخاب فرمایا۔ دوسرے دن جب چکوڑی شریف گیا۔ تو آپ نے اس قسم کی گفتگو کی۔ جس سے مجھے صاف طور پر معلوم ہوگیا۔ کہ مجھے آپ کے بتائے ہوئے وظیفہ کے سوا اور کوئی وظیفہ نہیں پڑھنا چاہیئے۔ لہذا انتخاب شدہ وظیفہ کا پڑھنا شروع ہی نہ کیا۔

چوہدری عطا محمد آف منگو نے بیان کیا۔ میں اور میری بھاوج باہم کسی بات پر جھگڑے میاں غلام رسول صاحب نے صلح کرائی۔ اس کی والدہ بھی موجود تھی۔ مگر وہ خاموش رہی ہمارا جھگڑا یوں ہی سا ہوتا تھا۔ جیسے بہن بھائی کا تنازع ہوتا ہے۔ اسی رات آپ نے خواب میں زیارت کرائی۔ اور تین بچے نہایت خوبصورت دکھائے۔ اور فرماتے ہیں کہ

ایک بچہ لے لو۔ اور فوراً واپس ہو جاؤ۔ جب گھر پہنچا۔ تو میرا بھتیجا غلام فرید تولد ہو چکا تھا

چوہدری ثناءاللہ صاحب آف ٹبی نے بیان کیا۔ آپؒ کے وصال سے چار روز قبل اپنی والدہ محترمہ کے ایما پر حاضر دربار ہوا۔ دربار عالیہ میں پہنچ کر آپ کی صحت کے بارے میں مجھے بتایا گیا کہ آپ کی طبع مبارک سخت کمزور ہے۔ اور بالعموم کسی سے بھی ملاقات نہیں کرتے۔ میرے اصرار پر صرف ایک نظر دیکھنے کی اجازت ملی۔ جب میں نے آپ کی پائے بوسی کی۔ تو آپ نے آنکھیں کھولیں۔ اور حسب معمول مجھے بہت پیار سے مخاطب کیا۔ سب سے پہلے میری والدہ محترمہ کی صحت اور عافیت کے متعلق پوچھا۔ میں وہاں آدھ گھنٹے آپ کی خدمت میں حاضر رہا۔ اور تقریباً روتا ہی رہا۔ آخری الفاظ جو آپ نے مجھے فرمائے۔ وہ یہ ہیں۔

"ثناءاللہ جی! یہ دنیا فانی ہے۔ اس جہان کی کسی بھی تکلیف سے پریشان نہ ہونا۔ اور ابدی زندگی سے لاپرواہی نہ کرنا۔ اپنی والدہ کی بے حد خدمت کرنا۔ ان کا مقام بہت بلند ہے۔"

میں نے پچاس روپے نذرانہ پیش کیا۔ مگر آپ نے صاحبزادہ غلام محی الدین صاحب سے فرمایا۔ "پچیس روپے واپس کردو۔ ان کا خرچ بہت زیادہ ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی حاضری یوں ہوئی۔ میری والدہ محترمہ نے موضع منجو چک میں آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ لیکن میرا ذہن آپ کی اس بات کو قبول نہیں کرتا تھا۔ کہ پچیس تیس آدمیوں کو لے کر غریبوں کے گھر دعوت کھائیں۔ کچھ دیر والدہ صاحبہ کی معیت میں بیٹھا رہا۔ پھر والدہ نے واپسی کی اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا لنگر کھانے کے بعد اجازت ہوگی۔" پر لطف بات یہ ہے کہ لنگر قوالوں کے گھر تھا۔

آپ پر میری دلی کیفیات اور شکوک روشن ہو گئے تھے۔ میں مجبوراً آپ کے ہمراہ قوالوں کے گھر گیا اور وہاں دعوت بھی کھائی۔ پھر والدہ صاحبہ کو اجازت مل گئی۔ مگر مجھے آپ نے تین چار دن اپنے پاس ہی رکھا۔ اس دوران مجھے ہر کسی کے گھر جناب کے ہمراہ جا کر لنگر کھانا پڑا۔ میں نے سمجھا کہ آپ میرے ذہن کو صاف کر رہے ہیں۔

آپ مجھے اپنے قریب بٹھا لیتے اور ہر موضوع پر گفتگو فرماتے۔ کوئی بات میں سمجھ سکتا۔ اور کئی مسائل میرے فہم سے بالاتر ہوتے۔ میں آپ سے الگ بیٹھنے کی کوشش کرتا۔ آخر میں نے عرض کر ہی دیا کہ جناب مجھے اکثر باتوں کی سمجھ نہیں آتی۔ آپ نے فرمایا۔ آجائے گی۔

کچھ عرصہ بعد میرے حالات ابتر ہو گئے۔ اور افلاس دیو بن کر مجھ پر سوار ہو گیا۔ میں اپنے بچوں کو ہمراہ لے کر حاضر ہو گیا۔ اور عرض کیا۔ یا حضرت! آپ نے کھوتے کو شیر کی کھال پہنائی ہے۔ اب وہ اُتر رہی ہے۔ یا میری کھال مجھے واپس دے دیجئے۔ یا یہیں مجھے کسی کمرے میں بند کر دیجئے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا۔

"گھبرانا نہیں چاہیئے۔ سب بہتر ہو جائے گا"۔

صرف دس دن بعد ہی حالات نے یوں پلٹا کھایا۔ کہ میں ٹھیکیدار بن گیا۔ کیوں کہ آپ مجھے ٹھیکیدار کہا کرتے تھے۔

میری شادی کا واقعہ بھی آپؒ کی کرامت ہی ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ میری والدہ نے آپ سے شادی کے بارے میں عرض کیا۔ فرمایا "جب اس کا جی چاہے گا ہو جائے گی"۔ میں لائل پور میں ٹھیکیداروں کے گروپ میں بیٹھا تھا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ تم شادی کیوں نہیں کرتے۔ دوستوں نے بھانت بھانت کی بولیاں بولیں۔ میں نے

تنگ آکر ان کو کہدیا کہ "میری شادی اسی ماہ جون کے بعد ہو جائے گی۔" کیونکہ میرے پیر روشن ضمیر کا زمان ہے۔ "جب میں چاہوں گا شادی ہو جائے گی"۔

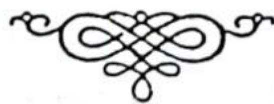
فی الواقعہ جون میں شادی ہو گئی۔

اب بھی بہت ٹھیکیدار اور افسرانِ متعلقہ کہتے ہیں۔ کہ "تمھارا پیر بہت طاقتور ہے"۔

میرے بڑے بھائی فیض احمد ایئرفورس میں ہیں پچھلے سالوں میں ایئرفورس نے ہڑتال کردی۔ فوج میں ہڑتالیں ناقابلِ معافی جرم ہوتا ہے۔ ہڑتالیوں میں فیض احمد بھی تھے۔ افسرانِ بالا کے سامنے چودہ آدمیوں کو ہڑتال کا ذمہ دار گردانا گیا۔ افسران نے یکے بعد دیگرے سات آدمیوں کو طویل المعیاد قید کی سزا سنائی۔ آٹھواں نمبر فیض احمد کا تھا۔ فیض احمد کو چہار جانب تاریکی ہی تاریکی نظر آئی۔ معاً دل میں خیال گزرا کہ میری والدہ کہا کرتی ہیں۔ کہ "ہمارے پیر صاحب مشکل کشا ہیں"۔ لہٰذا ان کی طرف متوجہ ہو کر طالبِ امداد ہوا۔ قربان جاؤں اپنے حضرت پیر۔ اسی گھڑی وہ افسر تبدیل ہو گیا۔ دوسرے افسر نے میری طرف نگاہ اٹھائی۔ اور دیکھتا رہ گیا۔ اور ہم باقی سات آدمیوں کو بالکل بری کر دیا۔

اب فیض احمد وارنٹ افسر کے عہدے پر ہے۔

میری والدہ محترمہ کا ہم چاروں بھائیوں کو صبح و شام یہی سبق ہے کہ ہر گھڑی اپنے پیروں کو یاد رکھو۔ میری والدہ مدظلہا العالی جب بھی ہماری جدائی محسوس کرتی ہیں۔ تو فوراً اپنے "پیر" کو یاد کرتی ہیں۔ قدرتاً ہم جہاں کہیں بھی ہوں۔ ہماری طبیعت اپنے کاروبار سے اُچاٹ ہو جاتی ہے۔ اور ہم والدہ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے ہیں۔



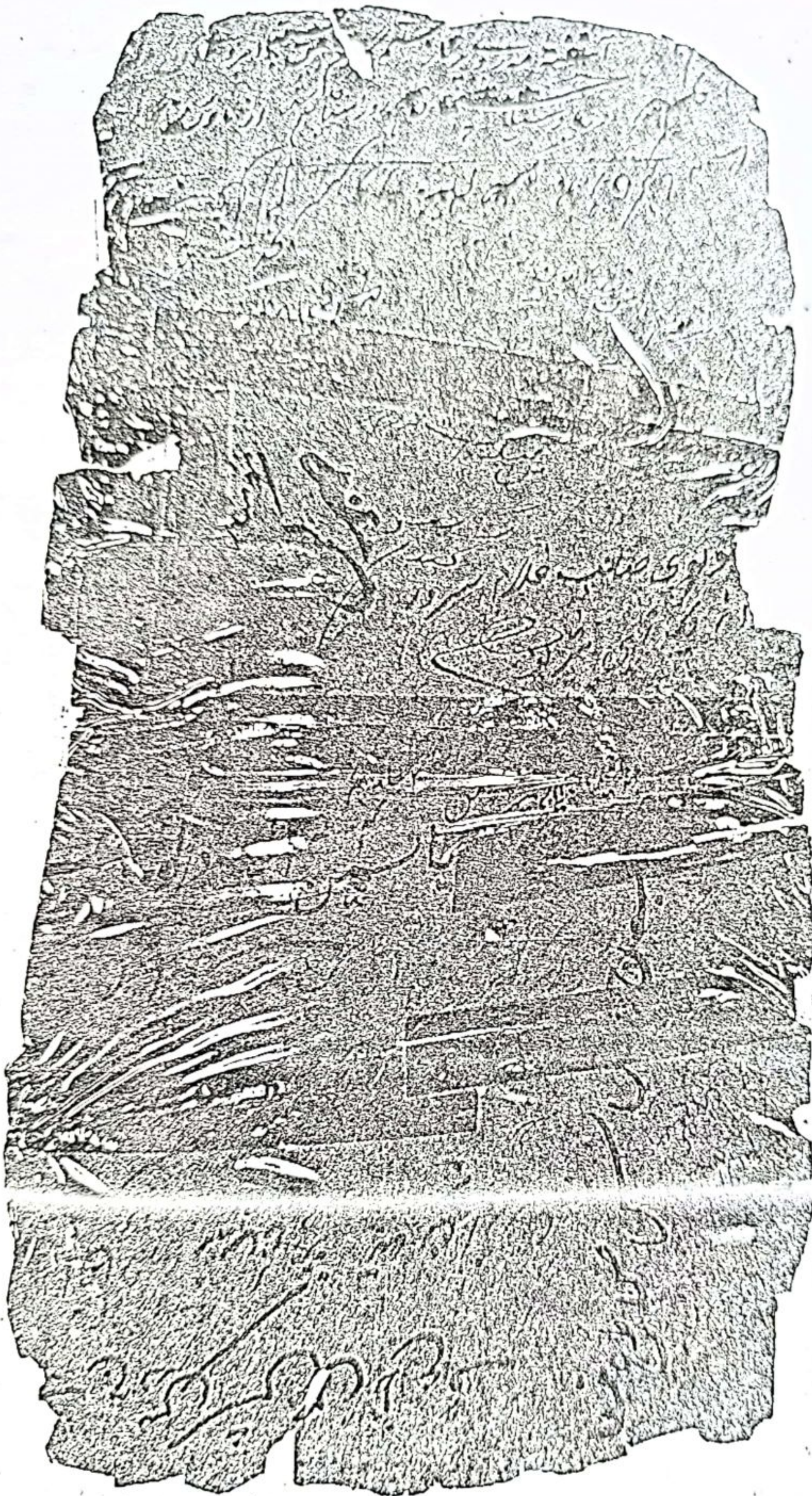
اب

حضرت خواجہ غلام سرور صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خط کا عکس

حق حق حق

ساقیا می دہ کہ امروزم سر دیوانگیست
دور بر گرداں کہ مرگم از تہی پیمانگیست
من برغبت جان دہم تو رحمت آری بر تنم
این عنایت درمیان دوستان بیگانگیست
شمع شیرینی چشیدہ الصبوزد وباکیست
لذت از آتش گرفتن مذہب پروانگیست

رقم غلام سرور عفی عنہ



بمبئی ۱۱

ذوالقعدہ

محترمی و مخلصی فی اللہ محمد انور صاحب اعوان

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا
رسالہ محبت موصول ہوکر باعث مسرت ہوا۔
نعت پاک پاکیزہ جذبات کی حامل ہے۔
حضرت شاہ نیاز علیہ صاحب رح فرماتے ہیں
—

محمدؐ سے صفت پوچھو خدا کی
خدا سے پوچھئے شانِ محمدؐ ——:——

حسب درخواست تعویذ ارسال ہے۔ چاندی میں
منڈھ کر دائیں بازو پر باندھیں۔
باقی سلسلہ وظائف بالمشافہ عرض
کروں گا۔
مبارک ارادہ ہے۔
دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو اپنے
حبیب پاکؐ کی سچی و سرمدی محبت عطا کرے
اوراد متعلقہ میں فتح و ظفر سے حصہ وافر دے
[illegible] شاہ، محمد خیرؒ شاہ سے دعا و سلام

۱۲/۸/۸۹

سبحانہٗ وتعالیٰ

چکوڑی شریف

12.2.69

محبی مخلصی محمد انور صاحب اعوان

وعلیکم السلام۔ آپ کا گرامی نامہ وصول ہوا۔ حالات سے دل کو فرحت ہوئی۔ آپ کے خود ساختہ اشعار سے جن دلی جذبات کا اظہار ہوا۔ وہ قابل قدر ہیں۔ بوجہ علالت طبع جواب دیر سے تحریر کیا جا رہا ہے۔ نیز خود بھی جواب تحریر نہیں کیا۔ بوجہ علالت طبع تا بر مجبوری خود تحریر سے معذور ہوں۔ قدرت کاملہ آپکو دینی و دنیوی مقاصد میں خاطر خواہ کامیابی عطا فرمائے۔ سید شمس الدین صاحب اور سید دل حسن شاہ صاحب اور جملہ احباب کیطرف سے السلام علیکم۔ ورد بدستور سابق جاری رکھیں۔ نیز نماز صبح کے بعد یا ودود ایکصد بار پڑھا کریں۔

عرس مبارک 24/25 چیت کو ہوگا۔ بمطابق 6/7 اپریل 1969ء سہ شنبہ و چہار شنبہ۔ محفل شریف مورخہ 7 اپریل کو ہوگی۔ بموجب ارشاد حضرت جناب حکمت مآب قناعت اياب سید لطف علیشاہ صاحب

نویسندہ غلام حسین شاہ

سبحانہ تعالیٰ

شہ جیلاں ہمہ دستگیر تو باشد
معین الدین غمخوار تو باشد

ذوالوقار

محترمی و مخلصی فی اللہ ملک محمد انور صاحب!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ محبت (مع) تحفہ
شجرہ شریف موصول ہو کر باعث مسرت ہوا۔
احباب نے ازحد پسند کیا۔ اگر اسی جیسے ۲-۳ مزید
تیار کر کے ارسال کریں تو لطف ہے۔
~~رسول خطیب قوم حضرت صاحبزادہ سید نفیس الحسینی شاہ صاحب بھی [illegible]~~
آج کل تشریف لائے ہوئے ہیں ہر شب محفل [illegible]
دل سے دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ سب [illegible] کو
اپنے حبیب پاک کی سچی و ستھری محبت عنایت کرے۔
اور [illegible] تعلق میں [illegible] سے [illegible] اور شر و ہر
زمانہ سے [illegible] محفوظ رکھے۔
غلام محی الدین شاہ، لال حسین شاہ، ریاض حسین شاہ سے تسلیم و دعا!

نیازمند
فقیر [illegible]
ملکوال
۸/۶۹/۱۱

بسمہ تعالیٰ

دربار عالیہ موہڑہ شریف

۷ جون ۶۹ء

میں چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
گلشن میں آ گئے تو بہاروں پہ چھا گئے

عزیز گرامی قدر ملک صاحب زاد عنایتہ

السلام علیکم ۔ آپ کا مکتوب ملا حسب الارشاد آپ کے عریضے کا جواب لکھ رہا ہوں

آپ کی صحت بعد عافیت کے لئے دعا گو رہتے ہیں بعد آپ کی ترقی درجات کیلئے بھی۔

آپ نے جناب حضرت مولانا اجمیری رحمۃ اللہ کی منقبت میں جو طبع آزمائی فرمائی ہے

اس سے جناب بے حد محظوظ ہوئے ہیں بعد آپ نے تمام حاضرین مجلس کو ان سے مستفید

فرمایا ہے ۔ میرے خیال میں بھی اب آپ کی طبیعت موزوں سے موزوں تر ہوتی جا رہی ہے

آئندہ بھی وساطت سے میں پیشتر ازیں بھی لکھا آپ کے اشعار سے لطف اندوز ہوا

کرتے ہیں ۔ اللہ رب العزت زور قلم اور زیادہ دے

آپ کا ... سب کے لئے دعا ترقی درجات ۔ بعد جناب صاحبزادہ خان کا ارشاد ہے

السلام علیکم ۔ حاضرین مجلس سے بھی ۔ تمہارا ۔ (ایک از نیاز مندان دربار عالیہ)

آپ کے مرسلہ شعر بطریق وظیفہ مناسب اور حد پسندیدہ ثابت ہیں ۔ امید ہے ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے ہیں

سبحانہ تعالیٰ

۴ ۔ ۔ ایک فضیل تو کفیل مشاکلم

المکی و رضی
وفقک اللہ

محترمی و مخلصی فی اللہ ملک محمد انور صاحب ۔ اعوان

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ آپ کا محبت نامہ موصول ہو کر باعث مسرت ہوا ، آپ کی ارسال کردہ اشیا بعینہٖ دستی موصول ہو گئی ہیں ، جزاک اللہ فی الدارین خیرا

نعت پاک عمدہ مقبول ہے

دل سے دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جانبین کو اپنے حبیب پاک کی سچی و سرمدی محبت مرحمت کرے ، اور سرورِ زمانہ سے مامون و محفوظ رکھے ،

شمس محی الدین شاہ ، چودھری محمد زمان لاہور گئے ہیں ،

لال حسین شاہ سرسید کا لج گجرات میں ایک اجلاس کو خطاب کرنے گئے ہیں ، وہاں ایک جلسہ تھا ،

ریاض حسین شاہ ایک شادی کے سلسلہ میں موضع پیوال گئے ہیں ،

گلزار حسین شاہ ، سید غلام حسین شاہ صاحب ، محمد شریف سے سلام و دعا ۔

بالا بجز نہ دعا

نیاز مند علاء الدین شاہ

25-8-69

بسمہٖ تعالےٰ

لماکتب و یرضیٰ

وفقک اللہ

محترمی و محبی سلمہ اللہ ملک محمد انور صاحب،

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا محبت نامہ

موصول ہوئے کافی دن ہو چکے، جواب میں کوتاہی

میری دربارشہ آپ پر ظاہر ہی ہے

اس دفعہ بھی عرس مبارک حضرت پیر صاحب قدس سرہ

بتاریخ ۲۴/۲۵ جیٹھ سمت ۲۰۲۶ بمطابق

۶/۷ اپریل ۱۹۷۰ء موافق ۲۸/۲۹ محرم الحرام ۱۳۹۰ھ

بروز سوموار، منگلوار انعقاد پذیر ہوگا،

ان شاء اللہ العزیز

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ جانبین کو اپنے

حبیب پاک کی سچی و اصلی محبت

رحمت فرماوے اور اوقات متعلقین منظور و مقبول

کرے، آمین

منسلم محی الدین و للمحبین و ٹاہ شاہ ؟ سے دعا د السلام

آپ کا
فقیر نیاز ملک علی محی الدین عفا اللہ
مکھڈ شریف

۱۷/۳/۷۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب حاجی فضل احمد صاحب مدیر سلسبیل (ادارہ تصوف) فرماتے ہیں

دنیا ہمیشہ مغالطوں کا شکار رہی ہے۔ سب سے بڑا مغالطہ یہ ہے کہ مقصد حیات انبیا علیہم السلام کی وضاحتوں کے بعد بھی دل میں بیٹھتا نہیں۔ مقصد حیات دار فنا میں دار بقا کے لئے تیاری کرنا ہے اور دار بقا ہمارے سامنے نہیں ہے صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور آسمان کی آخری کتاب قرآن کریم کے اعتماد پر بھروسہ ہے اور یہ اعتماد ہی ہمارے ایمان کا سرمایہ ہے۔ اگر مذہب کے حقائق واقعی حقائق ہیں اور یقیناً حقائق ہیں تو اسلام آخری مذہب، قرآن آسمان کی آخری کتاب، محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری رسول اور نبی ہیں۔ یہ مسلم ہے کہ آخری حکومت ہی حاکم ہوتی ہے اس لحاظ سے اسلام کے اصول عالمی اصول ہیں۔

مذہب کا ایک ظاہر ہوتا ہے ایک باطن۔ جسم و جان کی طرح۔ یہ ملاپ از حد ضروری ہے۔ اگرچہ ظاہر میں جسم نظر آتا ہے لیکن جان کے بغیر جسم کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔ تصوف اسلام جس کا قرآنی نام احسان ہے اور یہ اصطلاح یعنی احسان کتاب و سنت میں بار بار استعمال ہوئی ہے۔ اللہ کے محسوس تعلق کے بغیر مذہب ایک بے جان مجسمہ رہ جاتا ہے۔ یہی تعلق مذہب کی جان ہے اور تصوف کا ہر عنوان اسی تعلق باللہ کی نشان دہی ہے۔ کامل صوفی کو دیکھنا اور بنی اسرائیل کے کسی پیغمبر کو دیکھنا برابر ہے۔ (علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل دالحدیث) تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کوئی کتابی علم نہیں ہے اور نہ اس کے لئے کسی عالم ظاہر کی ضرورت

ہے یہ نظر کے فیض اور اللہ والوں کی صحبت کے اثر سے ہوتا ہے اور تزکیۂ نفس کے بغیر فلاح ممکن نہیں۔

قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا

فلاح مل گئی اس کو جس نے تزکیۂ نفس حاصل کرلیا اور گھاٹے میں رہا وہ شخص جس نے نفس کو گندہ کیا) اولیا اللہ کے درس میں یہی فیض نظر کی کتاب پڑھائی جاتی ہے

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی

سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آداب فرزندی

اولیا اللہ اگرچہ تعداد میں تھوڑے ہوتے ہیں لیکن "

ان ابراھیم کان امۃ قانتًا بیشک ابراہیم علیہ السلام اکیلے ایک فرمانبردار امت تھے) کے مصداق ایک ایک ولی اللہ لاکھوں کے تزکیۂ نفس اور تصفیہ قلب کا ذمہ دار بنایا ہے اور کامل ولی اللہ کی خدمت میں جو بھی آتا ہے وہ فیض ازل کا حصہ پاتا ہے اور کامل کی نگاہ جس طرف اٹھ جاتی ہے۔ اصلاح ظاہری و باطنی کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں۔

مدرسے میں علم ظاہر کے درس دیئے جاتے ہیں اور خانقاہ میں کتاب باطن پڑھائی جاتی ہے اگر اسلام میں مدرسہ ضروری ہے تو خانقاہ اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ خود اللہ والے کو اللہ والا بننے میں مدتیں خرچ ہوتی ہیں اور زندگی کا سب کچھ قربان کرنے کے بعد یہ دولت ملتی ہے اور جب مل جاتی ہے تو ظاہر باطن کی سب کمیاں پوری ہو جاتی ہیں۔ اور فی الحقیقت یہی لوگ ہر قسم کی عزت کے قابل ہوتے

آفتاب من ان کا ترجمانِ حسنِ حق
دید ان کی اے ظفر گویا خدا کی دید ہے



پسندیدہ اشعار !

(حافظ) بیا اے شیخ در خم خانۂ ما ! — شرابے خور کہ در کوثر نباشد
(شاہ نیاز) فارغ از رسم و رہ گبر و مسلماں ساختہ — مرحبا صد مرحبا بر لطف و بر احسانِ عشق
ناقد عیاں کثرت میں وحدت ہو نہ کیونکر — کہ جب اشکال موہومہ کو رم ہے
آب میں دیکھو تو قطرہ اور دریا کچھ نہیں — خاک میں دیکھو تو ذرہ اور صحرا کچھ نہیں
مجز جام عشرتے از کنار خود بگیر — اے اسیر جستجوئے درمیان منزلے
اے اسیر دام کثرت بشنو از من یک سخن — ایں حباب و موج ہائے لاتعد جز آب نیست
(نیاز) جسے دیکھنا ہی محال تھا نہ تھا جس کا نام و نشاں کہیں — ہر ایک ذرے میں عشق نے مجھے اس کا جلوہ دکھا دیا
جس کو جس کی لگن ہے وہی اس کا نام — تن موں توں من موں توں کس کا میں لوں نام
حجابات تعین مانع دیدار سمجھا تھا — جو دیکھا تو حجاب روئے جاناں اپنی ہستی تھی
طور کیا منصور کیا واقف ہیں ہم اس راز کے — ہر جگہ گویا ہے تو بدلی ہوئی آواز ہے
زاہد بھی ڈگمگا گئے جس رہگذار پہ — عاصی تیرے کرم کے سہارے چلے گئے
موحد کہ در پائش ریزی زرش — چو شمشیر ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نباشد زکس — ہمیں است بنیاد توحید و بس
ہمہ را بستہ موئے پریشاں داری — غمزۂ خاص با گبر و مسلماں داری

خلق را جانب خود محو تماشا داری   بارک اللہ چہ خال و خط زیبا داری !

نحن اقرب ہیں وہی ساجد وہی مسجود ہے   خود خدا ہے اور کیا ہے دیکھنا مقصود ہے

اگرچہ باطن ہیں وہی ہر رنگ و صورت سے ہے پاک   دیکھو ظاہر میں کہ ہر ذرے میں خود موجود ہے

کوئی اس کو دیکھ ہی سکتا نہیں اس واسطے   آپ ہی اپنا ہے شاہد آپ ہی مشہود ہے

یہ عبارت خاص ہے حق الیقیں سے جاننا !   اپنا عابد آپ ہے خود آپ ہی معبود ہے

ثم وجہ اللہ کا اس کو شرف حاصل ہے میاں
جس کے دل میں وہم غیر اللہ کا نابود ہے

جام چلنے لگے ، دل مچلنے لگے انجمن جھوم اٹھی بزم لہرا گئی
بعد مدت کے محفل میں کیا آ گئے جیسے گلشن میں فصل بہار آ گئی
زندگی اک چمن ہے چمن ہے مگر اس چمن کی بہار و خزاں کچھ نہیں
وہ نہ آئیں تو سمجھو خزاں کے ہیں دن وہ جو آئیں تو سمجھو بہار آ گئی

یہ تخیل ہی میرا باعثِ تخلیق بنا   وہی ہوتا ہے میاں جس کا گماں کرتا ہوں

شود قطرۂ خون ز درد محبت   دلم را چو یاد آید عہد بہارے



ھوالحق

بندہ احقرالعباد کو درگاہ عالیہ سرور یہ چکوڑی شریف حاضری کا شرف ۱۹۳۹ء
۱۹۴۰ء میں نصیب ہوا۔ مختصراً قطب العالم اعلیٰ حضرتؒ نے نہایت شفقت فرمائی جو
بیان سے باہر ہے۔ اور اپنی موجودگی میں ہی میری تربیت حضرت ثانی صاحب کے
سپرد کردی۔ آپؒ کی ذرہ نوازی تحریر سے بالاتر ہے۔ اور بندہ زنجیر غلامی میں بیان کو
بھی پسند نہیں کرتا۔ یوں سمجھو

ھ میں مرزے دی سداں صاحباں مینوں ایہو فخر کمال

قلم اٹھانا بھی پسند نہ تھا۔ مگر بموجب فرمان حضرت حاجی صاحبزادہ مدظلہ العالیٰ مجبوراً قلم
پکڑ لی۔ اب اللہ جل شانہٗ سے دعا ہے۔ کہ اپنے فضل و کرم سے بطفیل بزرگان دین
و حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ و آلہٖ الامجاد توفیق بخشے تاکہ غلطی سے بچ سکوں۔
مجھے آپ کی اکثر مجالس میں جو کہ عام طور پر سننے میں آئی ہیں۔ تین چیزوں کے
تذکرے کثرت سے فرماتے سنا۔ توحید۔ تعلیم اخلاق اور صحبت بزرگان دین۔ اس کو
ہی تحریر کرنے کا حکم فرمایا گیا۔ سو حسب استطاعت آپ کے فرمودہ الفاظ و ارشاد
جو اس حقیر کو یاد رہے۔ اور جو دلائل یا مثالیں آپ حضرت ثانی صاحبؒ نے بیان فرمائیں
تقریباً وہی ہوں گی لفظوں کی کمی بیشی میرے بس سے باہر ہے۔ سوائے عاجزی و
انکساری چارہ نہیں۔ توحید کے بارے میں حضرت ثانی صاحب نے ایک واقعہ حضرت
مولانا شیخ شبلیؒ کا بیان فرمایا۔ وہ یہ ہے کہ جب آپ مرض وفات میں مبتلا ہوئے

تو ارادت مندوں نے عرض کیا۔ کہ ہمیں کچھ نصیحت فرمائیں۔ مولانا شیخ شبلیؒ نے فرمایا کہ شرک نہ کرو۔ کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

ان الشرک لظلم عظیم

ارادت مندوں نے عرض کیا کہ جناب تشریح فرمایئے۔ تاکہ ہم کوئی غلطی نہ کر بیٹھیں حضرت مولانا مذکور نے فرمایا۔ کہ توحید اور رسالت کو دو نہ جاننا۔ چونکہ کلمہ شریف میں واؤ عاطفہ نہیں ہے۔ اگر دوئی ہوتی تو واؤ عاطفہ ہوتی۔ دیگر کلمہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایک لفظ جو بامعنیٰ ہو۔ اور اگر دو لفظ بامعنیٰ ہوں تو کلام ہوگا۔ حالانکہ کلمہ شریف توحید و رسالت دو نام بامعنیٰ ہیں۔ مگر آج تک کسی نے کلام نہیں کہا۔ کلمہ ہی کہا دوسرے خدا کے وجود کے سوا دوسرا کوئی وجود نہ تسلیم کرنا۔ چونکہ خدا کے ساتھ کوئی کسی کام میں شریک نہیں۔ اور اگر وجود تسلیم کیا گیا تو خدا کے ہونے میں شریک ہوگا۔ کہ ہم بھی ہیں اور خدا بھی۔ یہی شرک ہے۔ اور آپ کا ارشاد ہوتا تھا

ولکل عبارۃ و انت المعنی

قطرہ گرداب و حباب و موج و دریا ایک ہے　　　لاکھ شکلیں ہیں مگر سب کا ہیولیٰ ایک ہے۔

اس پر آپ یوں تمثیل فرماتے تھے۔ ایک بیج ہوتا ہے اور اس میں بالقوہ تمام درخت موجود ہوتا ہے اور اسے مرتبہ ما بہ الاشتراک حاصل ہے وہاں پر درخت کی جڑ، شاخ، پتے، کانٹا، پھول یہ سب کچھ موجود ہے۔ مگر اسے الگ الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اور جب بیج ظہور میں آتا ہے تو جڑ، شاخ، پتے، کانٹا، پھول وغیرہ مختلف نام ہوتے ہیں۔ یہاں پر پھول کو پھول اور کانٹے کو کانٹا نہ سمجھنا زندیقی ہے۔ جیسا کہ کسی بزرگ کا فرمان ہے۔ گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی۔ مگر یہ بات محقق ہے

کہ یہ سب صورتیں جو مذکور ہیں۔ بیج کی ہیں۔

دوسری تمثیل فرمایا کرتے کہ جس طرح سورج ابھی کنارہ آسمان سے دور ہوتا ہے۔ تو رات کا اندھیرا ذرا اور بڑھ جاتا ہے اسے ہم صبح کاذب کہتے ہیں۔ اور یہ سورج کی ہی ایک صفت سے ظاہر ہے اور جب ذرا اور قریب آجاتا ہے تو اجالا ہو جاتا ہے۔ اسے صبح صادق کہا جاتا ہے۔ اور جب اور قریب ہوتا ہے تو شفق (سرخی) پھیل جاتی ہے۔ اور جب طلوع ہوتا ہے تو ایک ٹکیہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس ٹکیہ سے متراضی شکل کی عمودی شعاعیں جو زمین کی طرف آتی ہیں۔ اُسے شعاع کہتے ہیں۔ اور جو مفرش کی طرح زمین پر پھیل جاتی ہے۔ اُسے دھوپ کہا جاتا ہے۔ یہ سب صفات سورج کی ہیں۔ اور صفت موصوف کی غیر نہیں ہوتا۔ بالکل عین ہوتا ہے۔ چونکہ صفت موصوف سے الگ وجود نہیں رکھتی اور عکس صاحب عکس کا فرق صرف اتنا ہوتا ہے۔ کہ ان صفات کو ظہورِ صفت کی وجہ سے غیر بھی نہیں کہا جا سکتا اور عین بھی نہیں کہا جا سکتا ہے۔

تیسری مثال آپؒ یوں بیان فرماتے۔ کہ ایک باپ نے اپنے بیٹے کو سمجھانے کے لیے اپنے ہاتھ پر دانۂ گندم رکھا۔ اور اُسے کہا کہ اسے اچھی طرح سے پہچان لے پھر وہ دانہ گندم زمین تر میں ملا دیا۔ اور کہا کہ بیٹا یہ دانہ گندم نکل آئے گا۔ جب دانہ گندم نے انگوری کی شکل میں ظہور کیا تو باپ نے بیٹے سے کہا کہ یہ دانہ گندم ہے۔ شکل بدل جانے کی وجہ سے لڑکا نہ مانا۔ بتدریج انگوری اپنے مراتب طے کرتی رہی۔ اور ہر مرتبہ پر باپ یہی کہتا رہا کہ بیٹا یہی گندم کا دانہ ہے مگر لڑکا چونکہ صورت بھول چکا تھا۔ نہ مانا۔ آخر اوپر جا کر بشکل سٹہ پختہ ہوگیا۔ تو باپ نے کہا

کہ بیٹے یہ وہی گندم ہے۔ لڑکا نہ مانا۔ باپ نے سٹہ توڑ کر اور اُسے ہاتھوں سے مل کر پھونک لگائی۔ بھوسہ الگ ہوگیا۔ اور دانہ الگ۔ اس وقت بیٹے نے تسلیم کر لیا کہ یہی گندم ہے۔ اسی طرح بندہ جب اپنے آپ کا پردہ اٹھا دے تو وہی ذاتِ حق ہی ہے۔ اور کچھ نہیں۔ اسی لیے فرمان ہے خلق آدم علیٰ صورتہٖ

چوتھی تمثیل یوں بیان فرماتے کہ جیسے سیاہی سے ایک نقطہ پہلی شکل ہوتا ہے۔ پھر اسی نقطے سے ہی "الف" سے لے کر "ی" تک تمام حروف نقطے ہی کی مختلف شکلیں ہیں۔ اسی طرح :-

ذاتِ مطلق ہے روشنائی، تعین اُس کے حروف سارے

تمثیل یوں فرماتے ہیں۔ کہ اگر دریا کے پانی کو دیکھا جائے تو پانی کی مختلف شکلیں نمود کرتی ہیں۔ جن کے مختلف نام ہوتے ہیں۔ قطرہ۔ گرداب۔ حباب موج وغیرہ۔ ان شکلوں کو اگر دیکھا ہو تو قائم نہیں رہتیں۔ اگر ہیں تو پانی میں نمود ہوتی ہے ورنہ نہیں۔

اک نظر کا ہے بدلنا اور اس جا کچھ نہیں　　　درمیانِ موج و قطرہ غیرِ دریا کچھ نہیں

ھو الاول والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شیٍ علیم ۵

اگر اللہ تعالیٰ اوّل بھی ہے۔ اور آخر بھی ہے اور باطن بھی ہے تو ظاہر کس طرح سے ہے۔ اور ظاہر کی تعریف یوں ہے جس کی کوئی جہت مقرر ہو سکے۔ تو بات واضح ہے کہ تشبیہ میں بھی وہی ہے اور تنزیہہ میں بھی وہی۔

ہے جو تشبیہ ہے وہی عین تنزیہہ

یہی نقشہ ہے یہی رنگ ہے سامان ہے یہی　　　یہ جو صورت ہے تیری صورتِ جاناں ہے یہی

کفر و اسلام سے کچھ کام نہیں تیرے سوا | عاشقوں کا تو یہی دین ہے ایمان ہے یہی
اپنی ہستی کے سوا غیر کو سجدہ ہے حرام | مذہب پیرِ مغاں مشرب رنداں ہے یہی
دونوں عالم میں نہیں کوئی سوا تیرے اثیر | یہی دانست یہی بوجھ ہے عرفاں ہے یہی
دید اپنی کی تھی اُسے خواہش | آپ کو ہر طرح بنا دیکھا

وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن
وہی قرآن وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ
یک شان تو خلق است دگر شان خدائی
از جملہ مبرائی و از جملہ در آئی ! !

ایک قول فرمایا کرتے تھے۔ جو غالباً حضرت شاہ عبدالرحمٰن لکھنوی کا ہے۔

ان وحدۃ الوجود ثابت العقل والنقل کلا علیہما و لا تغائروا بینہ سبحانہ تعالیٰ الا اعتبارا و وھما۔

اور فرمایا کرتے تھے" اے برادر تو ہمہ اندیشہٗ فرماتے نظر کو جب غلطی لگتی ہے تو عقل راہنمائی کرتی ہے اور جب عقل کو غلطی لگتی ہے تو وحی الٰہی درستی کرتی ہے اور نظر کو غلطی بہت ہوتی رہتی ہے۔ اس کو آپ یوں بیان فرماتے مثلاً اگر چاند آسمان پر ہو اور بادل مشرق کی جانب حرکت کر رہے ہوں۔ تو معلوم ایسا ہوتا ہے کہ چاند مغرب کی طرف دوڑ رہا ہے۔ اس نظر کی غلطی کو عقل درست کرتی ہے۔ کہ چاند نہیں بلکہ بادل مشرق کی طرف جا رہے ہیں۔ یا موسلا دھار بارش ہو رہی ہو تو نظر کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بارش کی دھاریں زمین پر اتر رہی ہیں۔ عقل کہتی ہے نہیں ایک ایک بوند زمین پر آ رہی ہے۔ البتہ تجھے غلطی سے معلوم ہوتا ہے کہ دھاریں

یا پلیٹ فارم پر گاڑی میں سوار ہوں تو دوسری گاڑی جب کراس کرتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری گاڑی چل رہی ہے۔ حالانکہ واقعی ایسا نہیں ہوتا۔ یا جب گاڑی برق رفتاری میں آتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زمین، درخت یا مکان وغیرہ سب دوڑ رہے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ یا شعلہ جوالہ دائرہ سا معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ دائرہ کا وجود نہیں ہوتا۔ صرف نظر کو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جس نظر کو غلطی پر غلطی لگتی رہے اس کا اعتبار کیا۔ عقل درستی کرتی ہے۔ اور جب عقل غلطی کرے تو وحی الٰہی درستی کرتی ہے۔ اور وحی الٰہی کا ارشاد ہے: اللّٰہ نور السموات والارض

یا ھو الاول والاخر والظاھر والباطن بات متحقق یہ ہی ہے۔ کہ :۔

یہ جو کچھ دیکھتا ہے تو فریب خواب ہستی ہے — تخیل کے کرشمے ہیں بلندی ہے نہ پستی ہے

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا — ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

خیال زندگی اک شعبدہ معلوم ہوتا ہے — مرا ہونا نہ ہونا خواب سا معلوم ہوتا ہے

اٹھا کر دیکھ لو قرآن سمجھ لو نحن اقرب کو

خدا در پردہ بندوں میں چھپا معلوم ہوتا ہے

الوجود بین العدمان عدم دو نہ ہونے ہیں جو وجود ہو نہ ہونے کے مترادف ہے۔

؎ تو خود حجاب خودی حافظ از میان برخیز

فرمایا کرتے ہر کہ اذکار و افکار و مراقبات و توجہات کہ مشائخان طریقت وضع کردہ اند از برائے رفع اثنینیت موہومہ است :

اسی وہمی دوئی رفع کرنے کا نام فقر و تصوف ہے۔ تصوف کی ایک اور تعریف

التصوف ھی الادب و اخلاص فی العمل

مخلصانہ عمل کرنے سے خداوند عالم کا تقرب حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ احساس پہلے ہونا چاہیے کہ میں صرف اپنے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے عمل کر رہا ہوں چونکہ احساس دعوت عمل ہے۔ اور عمل وہ خضر راہ ہے جو راہرو کو منزل سے ضرور روشناس کرتا ہے۔ ایسے مخلصانہ عمل و عبادت سے ہی تقرب نصیب ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی ہے (بخاری شریف) حضرت ابن عباس مروی ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میرا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یقول ما زال عبدی یتقرب الیّ بالعبادۃ حتی احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی یبطش بہا و رجلہ التی تمشی بہا و لئن سألنی لاعطینہ و ان استعاذنی لاعیذنہ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ مخلصانہ عبادت سے میرا تقرب حاصل کرلیتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اُسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔ پس میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اور میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کام کاج کرتا ہے۔ میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا پھرتا ہے۔ جب وہ مجھ سے کوئی سوال کرتا ہے میں عطا کرتا ہوں اور جب مجھ سے پناہ مانگتا ہے۔ میں پناہ دیتا ہوں۔ یہ شرف محبوبیت ہے۔ آدمیت دراصل یہی ہے۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ آپ فرما

کہیں عقل، کہیں فہم، کہیں ادراک بنتی ہے۔
یہ صحبت کا اثر ہی ہے۔ فرمایا کرتے

با محباں باش دائم ہمنشیں — تا توانی رُوشنی احمدا رامبیں!
قال رابگزار مردِ حال شو — پیش مردِ کاملے پامال شو!
یک زمانہ صحبتِ با اولیاء — بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا
ہر چہ خواہد ہم نشینی باخدا — او نشیند در حضورِ اولیاء
اولیا اللہ ، اللہ اولیا — ہیچ فرقِ درمیان نہ بود روا
چشم روشن کن زخاکِ اولیا — تا بہ بینی ز ابتدا او انتہا!

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ حدیثِ قدسی
اسی حدیثِ پاک کو مولانا رومؒ

مثنوی شریف میں یوں رقمطراز ہیں۔

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است — من نہ گنجم ہیچ در بالا و پست
در زمین و آسمان در عرش نیز — من نگنجم ایں یقین داں اے عزیز
در دلِ مومن بہ گنجم اے عجب — گر مرا جوئی ازاں دلہا طلب!

ترجمہ :- پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ سچ فرمایا اللہ تعالےٰ نے کہ میں نہ بلندی پر نہ پستی پر آتا ہوں۔ نہ زمین، نہ آسمان نہ عرش پر میری کسی جگہ گنجائش نہیں۔ البتہ مومن کے دل میں آجاتا ہوں۔ اگر مجھے ڈھونڈنا ہو تو ایسے دلوں کو ڈھونڈو

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

سبحان اللہ مومن کامل کا بہت بڑا مقام ہے۔

عالم ہے فقط مومن جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں

مومن کی تعریف یوں فرمایا کرتے

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی!

دو عالم سے بیگانہ کرتی ہے دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

مومن بغیر عشق کے نہیں ہوتا اور عشق عطا الٰہی ہے۔ ذٰلك فضل اللّٰه يؤتيه من يشآء عشق کی دکان کوئی نہیں جہاں سے خریدا جا سکے۔ اگر ہے تو یہ ہے جیسا کہ علامہ اقبال مرحوم نے فرمایا ہے۔

زندگی را شرع و آئین است عشق
اصل تہذیب است دیں دین است عشق

ظاہر او سوزناک و آتشیں
باطن او نور رب العالمین!

دین نگردد پختہ بے آداب عشق
دیں بگیر از صحبت ارباب عشق

فکر میں لگے رہو۔ چونکہ رسالتمآبؐ نے فرمایا ہے۔ کہ فکر کی ایک گھڑی ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ اور فکر

فکر آں باشد کہ بکشاید رہے
راہ آں باشد کہ بنماید شہے!

شاہ آں باشد کہ از خود شہ بود
نے ز مخزن ہا و گوہر شہ بود

کبھی احساس کے بارے میں یوں ارشاد فرماتے۔

میرے احساس کی تخلیق ہے جو کچھ کہ ہے ساقی
جسے محسوس کرتا ہوں وہی موجود ہوتا ہے۔

انسان کے وجود میں کچھ حِسّیں ہیں۔ کہ محسوس کرتی ہیں۔ مثلاً قوتِ باصرہ۔ قوتِ شامہ
قوتِ سامعہ۔ قوتِ ذائقہ۔ قوتِ لامسہ۔ قوتِ متخیلہ۔ قوتِ قلب۔ جب اس کائنات کے
بارے میں قوت باصرہ سے پوچھا جائے کہ کائنات کیا ہے۔ تو جواب دیتی ہے۔ کہ مختلف
الوانوں اور شکلوں کے مجموعہ کا نام کائنات ہے۔ اور جب قوتِ شامہ سے سوال
کیا جائے۔ تو شامہ کہتی ہے۔ کہ خوشبو یا بدبو۔ اور جب قوتِ ذائقہ سے سوال کیا جائے
تو کہتی ہے۔ کہ مختلف مزے ہیں۔ میٹھا، پھیکا۔ کڑوا، کسیلہ۔ اور جب قوتِ لامسہ سے
پوچھا جائے تو کہتی ہے، کہ کوئی چیز سرد ہے اور کوئی چیز گرم۔ اور جب متخیلہ سے سوال
کیا جائے۔ کہ کائنات کیا ہے تو جواب ملتا ہے نہایت مبالغہ آمیز شیخ چلی کی
طرح ایک انڈے سے بادشاہ اور پھر سب کچھ تباہ۔ اور رونا نصیب۔ جب قلب سے پوچھا
جائے۔ تو اگر گناہ کی آلودگیوں سے نجس ہو تو اس کے نزدیک فرشتہ سیرت بھی گنہگار۔
اور اگر قلب اللہ تعالےٰ کے نور سے مزین ہو تو۔ اس کا یہ کلمہ ہوتا ہے۔ لا موجود الا اللہ
لا مقصود الاّ اللہ لا مطلوب الاّ اللہ۔ لا الہ الا ھو۔ سوال ایک ہے مگر جواب
مختلف۔ حقیقت یہ ہے کہ جن کے دلوں میں اللہ کا نور ہے۔ وہی حق پر ہیں اور اپنے
مقصد میں کامیاب و کامران ہیں۔ چونکہ دل پر ہی دارومدار ہے۔ دوسری حِسّیں جب بند
کرلی جائیں تو ہر چیز فنا ہوجاتی ہے۔ مگر قلبِ منور کا جواب فانی نہیں۔ جو فانی نہیں وہی ذاتِ
باری تعالیٰ ہے۔ احساس بدل جائے تو دنیا بدل جاتی ہے۔ کل شیئ ھالك الا
وجھہٗ ——— اللہ تعالیٰ فال کو حال بنادے آمین ثم آمین

اخلاق کے بارے میں ارشاد فرمایا کرتے۔ تخلّقوا باخلاق اللہ نبی
کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ میری بعثت کے دو مقصد ہیں۔ ایک

اعلائے کلمۃ اللہ۔ دوسرا تعلیم اخلاق۔ ایک دفعہ نبی اکرمؐ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ اس نے سوال کیا کہ اسلام کیا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ خُلق۔ اس نے بار بار کئی مرتبہ سوال کیا۔ مگر آپؐ نے فرمایا کہ خُلق۔ اگر تو مجھ سے لاکھ مرتبہ بھی پوچھے گا تو میں یہی کہوں گا خُلق۔ خلق رذیل خصلتوں کی بجائے اوصافِ حمیدہ کا نام ہے۔ جن میں اوصاف حمیدہ پائے جاتے ہیں۔ ان کی مثالیں کافی ہیں۔ مگر چند ایک تحریر کی جاتی ہیں۔ نبی اکرمؐ نے دشمنوں سے مروّت کی۔ پتھر مارنے والوں کے لیے دعائیں فرمائیں۔ کوڑا ڈالنے والی عورت پر مہربانی فرماکر اسلام قبول کروایا۔ دشمنانِ مکہ پر فتح یاب ہونے کے بعد لَا تَثْرِیبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ فرماکر معافی عام دی۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام کے متعلق فرمایا۔ کہ ایک دفعہ چند معزز مہمان تشریف لائے۔ اور آپؐ ان میں تشریف فرما تھے۔ جب غلام کھانا لے کر آیا تو اتفاقاً غلام کا پاؤں پھسلا اور سالن والا برتن حضور کے لباسِ مبارک پر گرتا ہوا جھولی میں گرا۔ جناب امامؑ پاک نے تادیباً نگاہ سے دیکھا۔ تو اس نے قرآن پاک کی آیت کو ڈھال بناکر پڑھا وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ۔ اس پر جنابؑ امام پاک نے فرمایا۔ میں نے غصے کو پی لیا۔ اس نے آگے پڑھا۔ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ آپؑ نے فرمایا۔ میں نے معاف کیا۔ اس نے کہا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔ امام پاکؑ نے فرمایا۔ تجھے آزاد کیا۔ تیرا اور تیرے اہل وعیال کا خرچ بھی میرے ذمے آیا۔ یہ ہیں اوصافِ حمیدہ۔ حضرت امام حسن علیہ السلام نے گالیاں دینے والے اعرابی کو گھر لے جاکر خوب خاطر و مدارات کی۔ صبح اسلام قبول کراکے باایمان وداع فرمایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے کافر کو چہرے پر تھوک دینے کی وجہ سے قتل نہ کیا۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں

چوں خیو انداخت بر روئے علیؑ   افتخارِ ہر نبی و ہر ولی

کافر نے سوال کیا کہ جنابؒ میں نے تھوک اس لیے چلائی تھی۔ کہ مجھے سخت بے رحمی سے قتل کیا جاوے۔ آپؒ نے فرمایا۔ اس وقت میرے نفس کو غصہ آگیا۔ اور میں تجھ کو خدا کے لئے قتل کرنا چاہتا تھا۔ اب اس فعل میں میرے نفس کو دخل ہے۔ میں بندۂ نفس نہیں۔ بندۂ خدا ہوں۔ کافر کے دل میں خیال آیا۔ کہ جو لوگ صرف خدا کے لیئے کام کرتے ہیں۔ اپنے نفس کے لیے نہیں کرتے وہ حق پر ہیں۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ اسلام قبول کر لیا۔ ایسے پاک لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بارش ہوتی ہے۔

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا　　　دلِ دشمناں ہم نہ کردند تنگ

ترا کے میسر شود ایں مقام　　　کہ با دوستانت خلاف است و جنگ

جن لوگوں کے خصائل حمیدہ ہیں۔ وہ مخلوق پر نہایت مہربان ہوتے ہیں۔ اور اس شعر کے مصداق ہوتے ہیں۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیرؔ　　　سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر　　　خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

الخلق عیال اللہ　اگر تو چاہتا ہے کہ خدا مجھ پر مہربان ہو تو مخلوقِ خدا پر رحم کر۔ اور کسی کی دل آزاری نہ کر۔ کئی بار جنابؒ واقعہ سنایا کرتے تھے کہ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ پالکی پر سوار ہو کر بازار سے گزر رہے تھے۔ کہ ایک ہندو نے نہایت خوبصورت پان لگا کر جناب کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت روزہ دار تھے۔ مگر پان لے کر چبا لیا اور روزہ توڑ دیا۔ ہمراہیوں کے دل میں خیال گزرا کہ روزہ توڑنے کا کفارہ۔ ساٹھ روزے پے در پے۔ یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ یا ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ آپؒ نے روزہ توڑ دیا۔ اب دیکھیں کیا ہوتا ہے۔

جب آپ اپنی منزل پر پہنچے تو ہندو زادہ مع اپنے اہل و عیال حاضرِ خدمت ہوا۔ اور اسلام قبول کرلیا۔ بعد میں جناب نے روزے کے کفارے کا مسئلہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں ساٹھ روزے رکھ لوں گا۔ مگر اس کی دل شکنی پسند نہیں کی۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ کام (اس کا اسلام قبول کرنا) نہ ہوتا۔ اِسے خوبی کہتے ہیں۔

کبھی حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ کا واقعہ بیان فرمایا کرتے۔ ایک فاضلہ عورت کسی مسئلہ کے بارے میں جناب کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ جب وہ جناب کے پاس بیٹھنے لگی تو اس کی ہوا آواز کے ساتھ خارج ہوگئی۔ اس ناشائستہ حرکت پر سخت نادم ہوئی۔ اور پسینہ آگیا۔ حضرتؒ نے اپنے کان کو پکڑ کر فرمایا۔ بات اونچی کرنا۔ میں بہرہ ہوں۔ کم سنتا ہوں۔ اس پر اس کے دل کو تسلی ہوئی کہ جناب نے وہ آواز بھی نہ سنی ہوگی۔ وہ نہایت متانت کے ساتھ بیٹھ گئی۔ اور اپنے مطلب کا حل پالیا۔ اور چلی گئی۔ اس روز سے آپ ہمیشہ کیلئے اصم بن گئے۔ جب بھی کوئی شخص آتا۔ اس سے اونچی آواز کیساتھ بات سنتے۔

ایک دفعہ مکان کے کونے میں جالا لگا ہوا تھا۔ اس میں مکھی پھنس گئی۔ اس کے پروں کی بھنبھناہٹ سن کر آپ نے توجہ فرمائی۔ تو کسی شناسا نے عرض کیا کہ جناب ہمارے لیئے تو آپ اصم ہیں اور مکھی کے پروں کی آواز سن لی۔ آپ نے فرمایا۔ خبردار۔ اس بات کا علم اگر اس عورت کو ہوگیا۔ وہ شرمندہ ہوگی۔ اسی وجہ سے ہی آپ کا اسم حضرت حاتم اصم مشہور ہوگیا۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ

کس بلا کے تھے وہ لوگ کہ گناہ بھی نہ کیئے اور گنہگار رہے۔

احقر کی طبیعت دنیا کی محفلوں سے اکتا گئی۔ جی چاہتا تھا۔ کہ کسی مکان

میں علیحدہ بیٹھ کر باقی ماندہ زندگی گزاروں۔ اسی تمنا پر حضرتِ ثانی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا۔ جناب نے فرمایا۔ نہیں مخلوق میں رہ کر مخلوق کے جور و ستم برداشت کر کے اپنے سلسلے کی توسیع کرو۔ یہ جملہ فرمانے کے بعد واقعہ بیان فرمایا کہ حضرت شاہ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ نے جب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں اسی طرح حاضر ہو کر عرض کی۔ تو جناب نے یہی ارشاد فرمایا۔ حضرت شاہ نصیر الدین محمود چراغ کے حاسد نے موقع پا کر آپ پر بحالتِ استغراق چاقو سے پے در پے وار کیئے۔ بعد میں لوگوں نے اُسے پکڑ لیا۔ اتنے میں آپ کا غلام خاص حاضر ہو گیا۔ جناب نے فرمایا۔ کہ ان لوگوں پر میں اعتماد نہیں کرتا۔ اس مجرم کو کچھ نہ کہا جائے۔ اور میرے جسم پر جتنے زخم آئے ہیں۔ وہ گن کر اسی قدر اشرفیاں دیکر میرے دروازے سے وداع کر دے۔ حضرت کے جسم مبارک پر بیس زخم تھے۔ بیس اشرفیاں دیکر وداع فرما دیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ میں اپنے پیر و مرشد کی تعمیل حکم کروں گا۔ اللہ! اللہ! ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اخلاقِ محمدیؐ کی سراپا تصویر بن کر اپنی چھب دکھائی۔ اور لوگوں کی راہنمائی کی۔ ایسے لوگوں کی سیرت پاک کے مظہر۔ جناب قبلہ عالم قطب الزمان، اعلیٰ حضرت پیر و مرشد جناب غلام سرور، حضرت غلام دستگیر اور حضرت کعبہ دارین واقفِ اسرار و رموز تصوف صاحب عرفان الٰہی حضرت ثانی صاحب نے مجسم بن کر ایک جہاں کو منور فرمایا۔ جو کہ احاطہ بیان سے باہر ہے۔ اس کی دلیل ہزاروں ارادت مندوں میں موجود ہے۔ جس کسی سے پوچھا جائے۔ تو یہی کہے گا۔ کہ جس قدر مجھ پر آں جناب کی عنایات تھیں کسی پر نہیں۔ اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا معترف ہوں۔

جو مجھے مشاہدہ یاد نہیں لکھ بھیجوں۔ مگر پھر رک گیا۔ کہ ممکن ہے میں جو لکھوں بات اس طرح نہ ہو اور کہیں پکڑا جاؤں۔ کیونکہ صاحب امر حضرات عقل عوام کی سمجھ سے اپنی ہر حرکت اور حالت میں بالاتر ہیں۔ ان کی نسبت جو کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اور جو کچھ قیامت تک لکھا جائے گا۔ سب اس عقل سے ہے جو مخلوق ہے۔ اور وہ حضرات عالم امر کے شہسوار ہیں۔ اس لیے مخلوق ہونے کی صورت میں عقل غیر جنس ہے۔ اور صاحب امر کی بابت جو عقل کہے ناقابل اعتماد ہے۔

چنانچہ حضرت انسؓ بن مالکؓ حضور نبی صلعم کے تمام عمر کے صحابی ہونے کے باوجود فرماتے ہیں کہ جب میں نے چاہا۔ کہ چل کر حضور کے پاس بیٹھوں۔ آپؐ نیند فرما رہے ہوں گے بیٹھنے پر معلوم ہوا کہ آپؐ مصروف نوافل ہیں۔ اور جب خیال کیا۔ کہ حضورؐ اس وقت مشغول عبادت ہونگے۔ تو حضورؐ کو سوتے پایا۔ اور تمام عمر یہی معاملہ ہوتا رہا۔ جب ایک اولوالعزم صحابی جو خود بھی صاحب امر اور صاف باطن ہے۔ نہیں سمجھ سکتا۔ تو ہم نے جو کچھ بھی آپ کی بابت اس عقل سے نظریہ قائم کر لیا ہے سراسر غلط ہی ہوگا۔ کچھ اس قسم کے دلائل نے مجھے لکھنے سے باز رکھا۔ اب چونکہ بخاری صاحب کا بھی خط آیا ہے۔ میں انشاءاللہ چند دنوں کے اندر حاضر ہو جاؤں گا۔ میں نے خط میں مندرج اشارہ کی تعمیل کر دی ہے۔ محمد شریف کو مطلع فرما دیں۔

غلام حسین

چھٹی نمبر ۲

از ٹیوب ویل ۱۵/۲   ۷۸۶

قبلہ و کعبہ جناب صاحبزادہ صاحب

نہایت بندگانہ سلام۔ درگاہ عالیہ پر اس عاصی کی جانب سے سجدہ سلام۔ کل پھر بخاری صاحب کا خط ملا۔ تعمیل کرتے ہوئے جواب ارسالِ خدمت ہے خواجہ غلام دستگیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، خواجۂ خواجگان غلام سرور شاہ صاحب و خواجہ ظفر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر بھر حاضریاں دیں۔ انہوں نے ہر پریشانی میں کمالِ شفقت سے نجات دلائی۔ جو تمام داستانیں اور ان کی تفاصیل اگر تحریر میں لاؤں تو تمام عمر لکھتا ہی رہوں۔ بہر صورت بخاری صاحب کے اصرار پر چند واقعات تحریر کر کے ارسالِ خدمت کرتا ہوں۔

صاحبِ حال بزرگان کی نسبت قالی لوگوں کا تحریریں مرتب کرنا میرے نزدیک تو عیب ہے۔ ہاں لکھنے والا بھی اگر صاحب حال ہو تو کلام با اثر بھی ہوگا۔ اور شایانِ تحریر بھی۔

ہم ہیں سے چونکہ بخاری صاحب بھی ماشاء اللہ نہایت قابلِ قدر ہستی ہیں۔ اس لیے ان کی مدد کرنا بھی کارِ ثواب سے خالی نہیں۔ صاحبزادہ فضل حسن شاہ صاحب کی خدمت میں اور لعل حسین و ریاض حسین شاہ صاحبان کی خدمت میں سلام۔

سب اہل خانہ کی جانب سے جملہ حاضرین کی خدمت میں سلام

میرا خط پہنچ چکا ہوگا۔ مبلغات بھی بذریعہ منی آرڈر بھیجے ہیں

بندہ درگاہ عالیہ

غلام حسین

۱۔ مجھے اس خاندان عالی شان سے بیعت ہونے سے پہلے موروثی طور پر عقیدہ میسر آ چکا تھا۔

۲۔ ۱۹۴۳ء میں غالباً میں نے خواجہ غلام سرور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کی۔

ان ایام میں پیرو مرشد خواجہ ظفر علی شاہ صاحب عموماً خدمات لنگر اور مہمانوں کی دیکھ بھال وغیرہ امور پر مامور تھے۔ علاوہ معمولات وظائف۔

۳۔ قبلہ حضرت غلام سرور شاہ صاحب کے وصال کے بعد آپ جلوہ افروز سجادہ ہوئے۔ تو بندہ نے حضور سے تجدید بیعت کی۔

تمام عمر سے اس خاندان عالی شان کا خدمت گار رہوں۔ اور آئندہ بھی خدا یہ سعادت نصیب فرمائے۔ میری جملہ زندگی ان پاک ہستیوں کی کرامات اور عطا سے کچھ اس طرح لبریز ہے کہ ان گنت مہربانیاں فرمائیں جو بیان نہیں ہو سکتیں میں اپنے ماحول اور آبائی علاقہ میں عجیب دشمنیوں کے چکر میں پھنس گیا اور عسرت نے شدت سے پکڑ لیا جو اس دباؤ سے افاقہ کے لیے ضلع ملتان میں معیشت کی پریشانیوں میں گرفتار چلا آیا۔ یہاں اسی حالت میں اپنے بھائی کے ہاں رہتا۔ مگر دربار عالیہ سے دوری ہر وقت دل پر چرکا لگاتی رہتی۔

اس حالت میں کئی سال گزر گئے۔ اور ہمیشہ آپ سے مخاطب ہو کر دل

ہی دل میں اپنی تکالیف اور پریشانیاں عرض کرتا رہتا۔

۵۹ء میں مجھے خواب میں حضرت خواجہ ظفر علی شاہ صاحب نے قبلہ حضرت صاحبزادہ غلام محی الدین شاہ صاحب مسند آرائے گولڑہ شریف کی خدمت میں اپنے ڈیرہ چکوڑی شریف پر پیش فرمایا اور عرض کی کہ غریب نواز یہ ہمارا مخلص مرید ہے۔ جو معیشت کی پریشانی سے ہم سے بہت دور پڑا ہے۔

میری درخواست تحریری پیش فرمائی۔ جس پر حضرت اعلیٰ نے فرمایا کہ مجھے دیکھنے کی فرصت نہیں جو آپ نے عرض کی۔ قبلہ آپ درخواست کو اپنے پاس رکھ لیں۔ مناسب موقعہ پر غور فرمالیں۔ حضرت اعلیٰ نے فرمایا قلم دوات لاؤ۔ میں ابھی فیصلہ کر دیتا ہوں۔ چنانچہ قلم دوات آئی۔ آپ نے اس پر کچھ تحریر فرمایا اور فرمایا کہ اس کو بتلادو۔ مجھے بیحد مسرت ہوئی۔ اور یقین پختہ تھا۔ کہ کوئی اہم واقعہ پیش آنے والا ہے۔ اور مشکلات رفع ہو جائیں گی۔

بڑی بے صبری سے انتظار شروع ہوا۔ کہ دس بارہ روز کے بعد جناب ظفر علی شاہ صاحب کو بھی اپنے صاحبزادہ غلام محی الدین شاہ کے خواب میں احاطہ کچہری ملتان میں ایک برہنہ جسم مجذوب قمر دین نامی کے پاس کچھ کاغذات لیے کھڑا دیکھا حیران ہو کر پیر نے عرض کی۔ غریب نواز اگر حضور نے ملتان تشریف لانا تھا۔ تو مجھ غریب کو بھی یاد فرمایا ہوتا۔ اب تو میں اتفاقاً ہی آپ سے کچہری میں مل پایا ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ مجھے ان کاغذات پر دستخط سائیں قمر دین کے کرانے کے لیے جناب سجادہ نشیں صاحب گولڑہ شریف نے مامور فرمایا ہے۔ چنانچہ صاحبزادہ غلام محی الدین صاحب سے فرمایا کہ سائیں صاحب کے کاغذات پیش کریں۔ سائیں قمر دین مجذوب نے ان میں سے ایک کاغذ کا کونہ پکڑ کر چھوڑ

دیا۔ چنانچہ آپ تشریف لے گئے۔ جب بیدار ہوا تو اور بھی انتظار بڑھ گئی اور ہر گھڑی کسی طرح کا واقعہ عمدہ میسر آنے کا خیال بڑھتا رہا۔

چند دنوں کے بعد مجھے ایک نجی کام کے لیئے ملتان جانا پڑا۔ احاطہ کچہری میں بیٹھا تھا کہ عدالت C . D صاحب سے ایک آدمی واقف کار بھاگا بھاگا آیا۔ اور کہا کہ آج ٹیوب ویل کی چھ چھ مربعہ والی الاٹوں کی قرعہ اندازی ہوئی ہے۔ اس میں تمہارے نام ایک لاٹ زمین چک نمبر ۵۳ 10-R تحصیل خانیوال میں نکلی ہے۔ درخواست تو میں نے بھی اپنے بھائی کے ذریعے دی تھی۔ مگر قطعاً کوئی امید نہ تھی کیونکہ اس کام کے لیے بڑے بڑے با اثر اور صاحب حیثیت آدمی کوشاں تھے۔

اس اطلاع پر میں اندر گیا تو واقعی معاملہ کو اپنے حق میں درست پایا۔ واقعی ہم تین آدمیوں کی درخواستیں تھیں۔ مگر سائیں صاحب نے ایک پر دستخط کیئے تھے۔

پھر سوال اس زمین کے آباد کرنے کا تھا۔ جو بڑے خرچ کا کام تھا۔ وہ بھی حضور نے فرمایا کہ دیکھنا بہت عمدہ آباد ہوگی۔ چنانچہ اب میں دیکھ رہا ہوں کہ ایسا ہی ہوگیا۔ میرے جیسے نادار کے لیئے یہ کارنامہ محال تھا۔

علاوہ ازیں بھی بے شمار واقعات ہیں۔ گویا میری تمام عمر ہی آپ کی مرہون عطا ہے۔ چوہدری صاحب کے لفظ سے اپنے اس نالائق کو یاد فرمایا تو تمام ماحول نے بھی اسی نام سے پکارنا شروع کردیا۔ یہ بات بھی محض کرامت ہے۔

جو اہتمام میری خورد و نوش کا حضرت قبلہ غلام سرور شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے تجویز فرمایا۔ تمام عمر مجھے اسی طور سرفراز فرمایا۔

دنیا دار ہونے کی وجہ سے عموماً پریشانیاں پیش آتی رہیں اور جب سے طرف

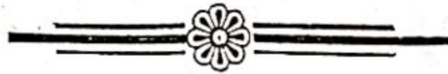
سے مایوس ہو کر خدائے پاک کو زاری کرتا تو حضرت خواجہ غلام سرور شاہ صاحب خواب میں مجھے حضرت اعلیٰ گولڑدی کے پیش کر کے مداوا فرماتے۔ اور بعد میں ایسی حالت ہوئی تو جناب ظفر علی شاہ صاحب غلام سرور شاہ صاحب کی خدمت میں پیش کر کے میری معروضات پیش فرماتے۔

چنانچہ مجھے حالی طور پر یہ معلوم کرایا گیا۔ کہ جو کچھ بھی ہے اپنا پیر و مرشد ہے۔ اس کے علاوہ سب اندھیرا ہے۔ اب میرے اس عقیدہ کو دنیا کی کوئی دلیل کمزور اور متزلزل نہیں کر سکتی۔

جس عقل، کتاب وغیرہ میں سے کوئی چیز سبق اندر نہیں ڈال سکتی مگر قربِ شیخ عجیب نسخہ ہے۔ جو بدقسمتی سے اب میسر نہیں

میرے ساتھ حضور کا ظاہری معاملہ شریعت حقہ کے مطابق تھا۔ اور باطنی طور پر اللہ پاک جیسا۔

رویا میں ہمیشہ ایسے واقعات سے نوازا کہ اطاعتِ شیخ کا درس حاصل ہوا۔



حضرت خواجہ کی شاعری

آپ کی شاعری کے متعلق نامور ادیب مولانا حامد علی خاں مرحوم (برادر اصغر مولانا ظفر علی خاں مرحوم) رقمطراز ہیں۔

"نعرہ حریت" یا "صور اسرافیل" حضور پر نور صاحبزادہ سید ظفر علی صاحب کی ولولہ خیز اور قومی جذبات سے لبریز نظموں کا مجموعہ ہے۔ حضور ایک عالی خاندان کے چشم و چراغ اور صوفی بزرگ ہیں۔ لیکن ان صوفیوں میں سے نہیں جو بقول سعدیؒ صرف "گلیم خویش" کو طوفانی موجوں سے بچائے رکھنا کافی سمجھتے ہیں۔ اُن کا مطمع نظر اس سے کہیں بلند ہے۔ کیونکہ وہ دوسرے طوفان زدوں کو بھی کنارِ عافیت تک پہنچانا اپنی زندگی کا مقصد بنائے ہوئے ہیں۔

حضور کے پاکیزہ خیالات میں اقبالؒ کے پیام زندگی کی گونج ہے اور وہ قائدِ اعظم مرحوم کے مقصدِ زندگی یعنی اعلائے کلمۃ اللہ اور عروجِ دینِ مبین کو اپنی حیاتِ مستعار کا بلند ترین نصب العین خیال کرتے ہیں۔ ملّتِ پاکستان کو اقتصادی خوشحالی، دفاعی استحکام اور حربی قوت کی ترقی کی ضرورت کا احساس دلاتے ہیں۔

وہ منہ سے اللہ اللہ بھی کہتے ہیں اور اس مقدس کلمہ کی گونج کو دائمی طور پر بلند رکھنے کے لیے کلمہ گویوں کو اپنی حفاظت اور ارجمندی کے گُر بھی سکھاتے ہیں۔

سیّد صاحب گوشہ نشینی اور عافیت طلبی کی زندگی کے شیدا نہیں۔ بلکہ وہ

قوم کو گرداب بلا سے لڑنے، مشکلات کا مقابلہ کرنے اور عزّت و سربلندی کی منزل تک پہنچنے کی تلقین کرتے ہیں۔ جو واقعی بہت بلند اور پاکیزہ مقصد ہے۔ آپ کا مقصد پیغام زندگی کی تبلیغ ہے۔ شاعری ہرگز نہیں۔ اسی لیے وہ علامہ اقبالؒ کے ہم زبان ہو کر کہہ رہے ہیں ؎

نغمہ کجا و من کجا سوزِ سخن بہانہ ایست
سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را!



حق

خطاب بہ ارکانِ قوم و افرادِ ملّت

ملّت از تدبیر اعدائے بے خبر
صبح دیدی شامِ اُو را ھم نگر

عیش را بگذار و محنت را گزیں
قوم را مضبوط کردن شرطِ ایں

نظمِ ملّت را دگر اندیشہ کن
روبہی بگذار و شیری پیشہ کن

انفرادی منفعت را دُور دار !
از تعاونِ قوم را کن اُستوار

اَلْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ را یاد گیر
از برائے قوم زندہ شو و مُیر

قوتِ اسٹیٹ[1] ما از صنعت است
دَورِ حاضر را تمول حرفت است

عسکری تنظیم را از کف مدہ
ہم چو ٹیپو جان را بر کف بنہ

پس بآلاتِ حرب طیّار شو
عصرِ حاضر ورنہ میگوید بَرو

جملۂ علمِ ارتقا آموختن !
بایدت بر فوجِ باطل تاختن

در جہاں خیرالامم گر دیدۂ !
روزِ ہیجا پس چرا خوابیدۂ

کوسِ جنگی را شنیدہ خفتن است
آبروئے فوجِ یزداں بردن است

از تو مے خواہد جہاں تعمیرِ نَو
فطرت از تو خواہد ہم تفسیرِ نَو

جملہ اقوام و ملل را پاک کُن
ایں زمینِ تیرہ را افلاک کن

بر تو باشد ناز پاکستان را !

فخر بر تو عرب را ایران را !

[1] اسٹیٹ

خطاب بہ نوجوانانِ آزاد مملکتِ پاکستان

مرکزی تنظیم را کن استوار
اتحادِ ملّت خود را بدار !

برق و آہن را دگر تخلیق کن !
جملہ اجزائے جہاں تحقیق کن

از زمینِ تیرہ آور نورِ خور !
برق و ایٹم[1] اسلحہ کن مردِ حُر

قوتِ گردوں ہمہ تسخیر کن
قصرِ ملّت آہنیں تعمیر کن !

ملک از آلاتِ نو آباد کن
آفتابِ تازہ را ایجاد کن.

از نوائے آفتاب و ماہتاب
سرِّ یزداں را بروں آر از حجاب

مظہرِ تقدیر شو، تدبیر شو
محرِ حق بتقریر شو. تنویر شو !

پس تمدنِ عالم از انصاف تو
مجلس اقوام از انصاف تو

ملک و ملّت چوں شود گردوں فرے .
جُملہ عالم را شود ہم راہبرے

آفتابِ تازہ تعمیرِ نَو
جلوہ گر ہم گردد از تصویرِ نَو

از سیاست قوم را بیدار کن
بہرِ اعدا ملک را تیار کن

مستقر برقی و حربی در کشاب .
کارخانہ ہائے صنعت را بیاب

قوتِ پرواز را تحصیل کن
حکمِ قائد را ہمہ تعمیل کن

از فنونِ غربیاں غافل مشو
در نظامِ مملکت کاہل مشو

کشورِ کشمیر را تحصیل کن
امرِ قائد را بجاں تعمیل کن

[1] ایٹم .

از شمولِ کشورِ جنت نظیر ملک تو فردوس گردد زود گیر

از نظامِ باطلے انکار کن
دینِ فطرت بر ہمہ اظہار کن

از کتابِ حق اخوت را بیاب از مساوات و حریت ظفر یاب
جملہ عالم را حیات اُمّ الکتاب اصلِ تہذیب و تمدن آں کتاب
آفتابِ حکمت از انوارِ او جملہ عالم از تقالہ اسرارِ او

امنِ عالم را ضمانت از وے است
جملہ ملت را امانت از وے است

ہمچو مجنوں قدم را بردار زود منزلِ مقصود در خود آر زود
قدم را بردار چوں آزادگاں سوئے منزل ہم چو دور اُفتادگاں
از معیشت قوم را معمور کن از شرابِ خدمتِ مخمور کن
قوتِ پروانہ را آزاد کن از تجارت قوم را آباد کن

رازِ فطرت را بگیر از مہر و ماہ
تا بیابی در جہاں تخت و کلاہ

جاھِدُوا را یاب ز اُمّ الکتاب مقصدِ اسلام را فی الفور یاب
از عمل مسحور کن اقوام را از ضیا پُرنور کن افہام را
مردِ مسلم را خدا حر آفرید رُوحِ اُو را زندگی آید مزید
امتیازِ اسود و احمر مکن القیادِ ابیض و اصفر مکن
برتر از انساب کامِ مسلم است برتر از گردوں مقامِ مسلم است

تکیہ عالم برایں اُمّ الکتاب　　از درونِ اوبیا درلعلِ ناب

تا قیامت موسسِ تعمیرِ نو

راہبرِ تنویرِ نو ، تصویرِ نو !



ترجمانِ حقیقت حضرت علامہ اقبالؒ

صاحبِ جاوید آں اقبالِ قوم　　عارفِ اسرار ، پر و بالِ قوم

ریزہ ریزہ از ضربِ او اصنامِ عصر　　از زبورش شد دگر افہامِ عصر

انقلابِ دہر ما اشعارِ او　　شورشِ میدانِ محشر نارِ او

ز آفتابِ شعرِ او ظلمات رفت　　گفت آں سرّے کہ صد آفتاب رفت

قوم از سرمایۂ او مفتخر !　　درجہادِ زندگی چالاک تر

پیرِ رومی را صدائے بازگشت

بر نگاہِ او فدائے ہرچہ ہست



صوم (روزہ)

رباعی

پختہ کرتا ہے اِرادوں کو دلوں کو عزم کو　　آہنیں دیوار سے سنگین ہو جاتی ہے قوم

سبق دیتا ہے جہادِ زندگی میں فتح کا　　صبرِ تسلیم و رضا و شکر سکھلاتا ہے صوم

جہاد فی سبیل اللہ

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وَسَلَّمَ

۱۔ (افضل ترین) وہ مومن ہے۔ جو اپنی جان سے اور مال سے راہ خدا میں جہاد کرتا ہے

۲۔ جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور خدا خوب جانتا ہے جو (سچے دل) سے اس کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جو دن بھر روزہ رکھتا ہے اور رات بھر نماز پڑھتا ہے۔ اور اللہ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والے کے لیئے اس بات کی ذمہ داری لے لی ہے کہ جب اُسے موت آئے گی تو اُسے جنت میں داخل کروں گا۔ یا اُسے زندہ سلامت لوٹاؤں گا تو اُسے اجر دوں گا اور مال غنیمت بھی۔

۳۔ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے کہ خدا کی راہ میں صبح و شام چلتا رہے۔

۴۔ جو شخص اس لیے لڑے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے۔ وہی مجاہد فی سبیل اللہ ہے

۵۔ جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کا سامان درست کر دے گویا اس نے خود جہاد کیا۔ اور جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے پیچھے اس گھر کی خبرگیری عمدہ طریقے سے کرتا ہے۔ گویا اس نے خود بھی جہاد کیا۔

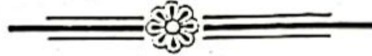
۶۔ دشمن سے مقابلہ کی آرزو نہ کر اور اللہ سے عافیت طلب کر۔ مگر جب (مجبوری) تم دشمن کے مقابلہ میں ڈٹ جاؤ۔ تو صبر کرو۔ اور سمجھ لو کہ جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے۔

۷۔ (فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) قسم ہے اُس ذات کی جس کے

قبضہ(قدرت) میں میری جان ہے کہ کوئی شخص اللہ کی راہ میں زخمی نہ ہوگا۔ اور خدا اس شخص کو جانتا ہے۔ جو (فی الحقیقت) اس کی راہ میں زخمی ہوتا ہے مگر یہ کہ وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا۔ کہ اس کے زخم سے (ایسا) خون نکلتا ہوگا۔ جس کا رنگ تو مثل خون کے ہوگا۔ مگر خوشبو مثل مشک کے ہوگی۔ حدیث شریف

حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا (حدیث شریف)

اپنا محاسبۂ نفس کرو۔ پیشتر اس کے تمہارا محاسبہ کیا جائے۔



یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا!



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق حق حق !

حمد ذات باری تعالیٰ عز اسمہٗ

از قلم جواہر رقم قدوۃ العارفین حضرت مولوی حافظ صاحبزادہ
محمد چراغ شاہ صاحب عباسی الہاشمی

ایکہ ذاتت برتر است از درک ادراکات ما
کُلّ وصفٍ مِنْكَ وَ كُلّ اِلَيكَ الْمُنْتَهٰى
ذات پاکت چوں بشانات جہاں بنہفتہ
بَلْ ظَهَرْتُمْ وَجْهَكُمْ لَمَّا خَفَيْتُمْ فِى الْغِطَا
جملہ ذرات افراد ذوات الکائنات
با تو باشد نیست ممکن را جز از واجب بقا



سلام

بحضور سرکارِ دو عالم سید المرسلین و رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

ایضاً منہ

السّلام اے سیّدِ والا گہر دریائے جود
السّلام اے تازہ تر سرو گلستانِ وجود

السّلام اے آنکہ از روئے تو مے تابد ضیا
آنچہ آدم راز بہرش قدسیاں بردہ سجود

ذاتِ والائے کہ بر کون و مکاں آمد محیط
دیدۂ بر قلب واسع خویش با عین و شہود

یعلم اللہ تا نہادم سر دریں محنت سرا
در سرم سودائے تو در جاں تمنائے تو بود

چشمِ تو گیسوئے تو، جادوئی تو زنجیرِ تو
صبرِ دل آرامِ جانم راز جان و دل ربود!

در لباسِ زلفِ شبگوں ماتمِ پروانہ چیست
صد چراغ از مہرِ صبحِ طلعتت قرباں نمود



فلکل عبارة دانت المعنی

جملہ اوراق جہاں را آں کتاب — جملہ ذرات جہاں را آفتاب!
کل ہست آں جملہ عالم جزوِ او — جملہ گلشن ہائے گیتی گردِ او!
قطرہ ہائے آب جملہ بحرِ او — روشنی و شفق جملہ مہرِ او!
ہر کجا بینی بیاید در نظر — غیر او ہرگز نیاید در نظر
پرتوِ مہرِ منور را نگر — صورت صنع مصور را نگر
کوہ ہا و دشت ہا و بحر ہا — ملک ہا و صوبہ ہا و شہر ہا
عاشق و عشق و حسن رانیز بیں — گیسو و ابرو و چشم سرمگیں
ہست ایں جملہ حجاب آں صنم — بلکہ خود ہست آں حجاب محترم

حرفہا در روشنائی محو داں



حجۃ اللہ آیتہ من آیت اللہ

قبلۂ عالم سیدنا و مرشدنا حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحبؒ الجیلانی القادری
چشتی النظامی، باعثِ افتخار ملک و ملت گولڑہ شریف دام شرفہ و عزّہٗ
ضلع راولپنڈی

"آفتاب درمیان ذرّہ"

مصدرِ حسنات آں شاہ من است
منبع اخلاق آں ماہ من است

شہبازِ اوجِ قدس مَنْ رَاٰ
شمعِ بزمِ تاجدارِ ھَلْ اَتیٰ

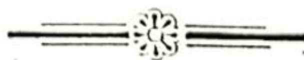
آفتاب معرفت را مطلع است
بوستانِ عشق را لبس مقطع است

نامۂ رنگیں سحر را زیور است
پنبۂ قلب حزیں را اخگر است

شعلۂ طور است گلروئے نگار
از جمال او پری را دل فگار!

در لبشر رو پوش شد نورِ ازل
خامشی مسنور در بانگِ دُہل

ذرّہ دیدی در برش صد آفتاب
در نقابش حسن مطلق بے حجاب



قدوۃ العاشقین زبدۃ العارفین

حضرت صاحبزادہ پیر سیّد غلام دستگیر شاہ صاحب مرحوم عباسی الہاشمی

چشتی النظامی، چکوڑی شریف ضلع گجرات !

منبعِ زہد و عبادت شانِ عشق

آں غلام دستگیر آں شاہِ فقر — تافتہ بر کاخِ گردوں ماہِ فقر

آں فریدِ وقت شبلیؒ روزگار — عاشقاں را شد امامِ باوقار

گشت از اولادِ عمّ مصطفےٰ ! — حضرت عباسؓ عمِ مرتضےٰ

ماہِ فقرش تافتہ بر ملک ایں — از ضیائے مہرِ فقر و علم و دیں

مادرِ گیتی مثالش کم بزاد ! — ہیچ صدیقے دُرِ مثلش کم بداد

بیشۂ زہد و عبادت را اسد — ہر ارادت مند را نورِ احد

چشمِ ساقی مست از دیدارِ او — شفق رنگیں از شب بیدارِ او

از شرابش عشق مست و طور مست — وز جمالش حسن مست و حور مست

آفتابِ معرفت را نور شد
جسمِ پاکش طالباں را طور شد



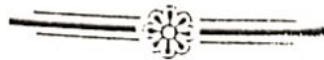
قبلۂ کونین حضرت صاحبزادہ پیر سید

غلام سرور شاہ صاحب

عباسی الہاشمی سجادہ نشین چکوڑی شریف ضلع گجرات



آں غلام سرور آں کان دُر — ہست بہر برفِ عصیاں نور خور
گفتگوئے او مثال نور داں — ذات او راہم چو شمع طور داں
بدرِ او از مہر کامل فیضیاب — نور او برتافت در جملہ شہاب
آں امامِ فقر داں دریں جہاں — ذات او ملجأ و ماوئ زماں!
در چکوڑی یادگارِ چشتیاں — بلکہ در پنجاب رشک مہوشاں
رازدارِ لی مع اللہ وقت ہست
ہم انا الحق را بیاب اے نیک بخت



قدوۃ السالکین و زبدۃ العارفین حضرت پیر

سید محمد قاسمؒ شاہ صاحب

عباسی الہاشمی سہروردی القادری۔ گولیکی ضلع گجرات

آں محمد قاسمؒ آں پیرِ زماں
سید والانسب فخرِ جہاں!
سرو بستاں حضرت عباسؓ بود
درمیان خویش خیر الناس بود
شہبازِ اوجِ سدرہ بود او
رازدارِ لِیْ مَعَ اللہ بود او
سہروردی خاندان را زیورے!
بہرِ مہر را صورت او پیکرے!
طالباں را ذات او نورِ خدا!
واقفِ رمزِ اَلَسْتُ وَھَلْ اَتیٰ



مهر و ماه

در تصور ماه را آورده ام — در تخیّل شاه را آورده ام

در بشر من نورِ یزداں دیده ام — خاطر خود را مجلّٰی کرده ام

از مقامِ خضرؑ و موسیٰؑ بگذرم — نیز از اعجاز عیسیٰؑ بگذرم

از درونِ پرده نورِ مطلق است — و ز برونِ پرده انوارِ حق است

این همه اشکال در ظاهر وجود

هست مر باطن وجودش را نمود



همتِ من شرحِ روزِ اولیاء است — آفتاب ماهِ کنعان را ضیا است

من قبائے فیض در بر کرده ام — مر غلامِ سرورِ شاه برده ام

هست آں شهبازِ اوجِ سترِ هُو — هر کجا بینم به بینم روئے او

شمعِ بزمِ تاجدارِ هَلْ اَتیٰ — مرتضیٰؑ، مشکل کشاؑ، شیرِ خدا

در چکوڑی زیبِ بزمِ اولیاء

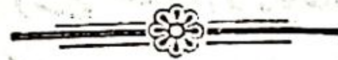
مرکزِ پرکارِ عشقِ مهر را



نعت مبارک

خدا کے فلک کا ستارا محمدؐ — خدا کی ہے آنکھوں کا تارا محمدؐ
وہ محبوبِ خالق وہ مطلوبِ خالق — خدا کے عرش کا سہارا محمدؐ
وہ رحمت جہاں کیلئے بن کے آیا — گنہگاروں کا ہے سہارا محمدؐ
وہ نبیوں کا سرتاج ختم الرسل ہے — خدا کو ہے سب سے پیارا محمدؐ

نہیں فرق احمدؐ، احد میں ظفرؔ کچھ
زباں مَنْ رَاٰنِیْ ہے رَاۓ محمدؐ



"میں ہوں"

زمانہ میں فطرت کا اک ساز میں ہوں — جہاں میں انا الحق کی آواز میں ہوں
جو مسجد میں دیکھو تو میرے کرشمے — ہوں ساجد بھی مسجود کا راز میں ہوں
جو بت خانہ جاؤ تو مجھ سے مزیّن — بت و بت پرست اور بت ساز میں ہوں
ہے میخانہ مجھ سے ہی مخمور سارا — مے و جام و ساقی و طنّاز میں ہوں

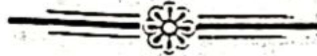
ظفرؔ ماہ و پرویں میں ہے میری رفعت
کہ اِک شاخِ سدرہ کا شہباز میں ہوں

مثنوی مولانا رومؒ

از لسان الغیب آمد مثنوی
از مقام مَا رَمَیْتَ است مثنوی
شب گریزاں گشت از انوارِ او
قطرہ دریا گشتہ از دیدارِ او
درمیانِ کاغذ آمد اختراں
در زمینِ زر تو گوئی گوہراں
نورِ ایزد در لباسِ حرف وصوت
ز آبِ حیوانش گریزاں گشت موت
زندگی را چشمہ او زندگی
منکرش دائم ہمہ شرمندگی
حرف حرفش چشمہ ہائے نورِ حق
سطر سطرش جلوہ ہائے طورِ حق!
بابِ عشق وسطرِ عشق وحرفِ عشق
جملہ اوراقِ کتابش صرفِ عشق
متنِ او را جملہ عالم حاشیہ

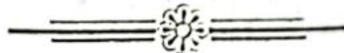
صورتِ بے حد

صورتِ او صورتِ ذاتِ احد ۔ نورِ او شد نورِ اَللّٰہُ الصَّمَد
ایں ہمہ ہیہاتِ عالم عکسِ او جملہ موجوداتِ ہستی نقشِ او
ذاتِ بے رنگ را ہمہ رنگ آمدہ از برائے آشتی جنگ آمدہ
دیدہ بکشا نورِ او را صاف بیں
بر افق بیں صورتِ روح الامیں



اشعار

گلشن گل ہائے رنگیں جلوہ اش
مخزنِ انوارِ یزداں عمامہ اش
محرم رازِ الست آں نازنیں
بر درش شاہاں نہادندے جبیں



انسانِ کامل

پاکبازاں را سعادت از وے است — دستِ حاتم را سخاوت از وے است
ذاتِ حیدرؓ را شجاعت از وے است — چوبِ موسیٰ را کرامت از وے است
آتشِ سیال از وے احمر است — آب انگور از دمِ او اخگر است
خونِ عاشق بر ادائے او حلال — نورِ یزداں از وفائیش پر جمال
بدرِ کامل پیشِ رویش چوں ہلال — ہم چو کارد پیشِ او تیغِ کمال

از وجودش تابناک آمد قمر
از ضیائے او شبِ یلدا سحر

آفتابِ معرفت را نور شد — کفر و بدعت از طلوعش دور شد
بر جمالش مست و شیدا حور شد — قلبِ طالب از دمِ او طور شد

شد مکان و لامکاں تسخیرِ او
شد زبوں روح الامیں نخچیرِ او



مجاہد

مجاہد ہے زیبائشِ انجمن — مجاہد سے سرسبز کشتِ وطن
مجاہد ہے رنگینیٔ کائنات — مجاہد ہے رعنائی کائنات!
مجاہد ہے ملت کا روحِ رواں — مجاہد ہے سرمایۂ کارواں!
مجاہد کی ٹھوکر سے دریا دو نیم
مجاہد ہے اعجازِ حسنِ قدیم



بہ مفسدِ قوم و غدارِ ملت!

علمِ حق را در قفا انداختی — خود را ہمسر چو مار و کژدم ساختی
شرم دارد وحشی از افعالِ تو! — لرزہ بر تن شمر از اعمالِ تو
کشتِ ملت از تو آتش بر دل است — قومِ مسلم، آہ از تو بسمل است
دشمنِ حریت خود بودۂ! — زخمِ کاری بر دلِ خود خوردۂ
آہ پنداری ہلاکت را حیات
آہ کردی در لحد عزم و ثبات



انقلابِ اسلام

وہ آیا جہاں میں نظامِ حیات — کیا جس نے سب کو غلامِ حیات
مجاہد کا روحِ رواں انقلاب — وہ غازی کا رنگیں سماں انقلاب
وہ مردانِ غازی کی آوازِ حق — وہ شیرانِ باریؓ کا پہلا سبق
پلٹ کر دکھائی بساطِ کہن ! — اُلٹ کر سجائی ردائے چمن !
قبائل سے مضبوط ملت بنی — صفیں مل کے باہم جماعت بنی
وہ بانگِ بلالیؓ مساوات کی — وہ تیغِ ہلالی فتوحات کی
بدلتا ہے قطرے سے دریا یہاں — بدلتا ہے ذرّے سے صحرا یہاں
بدلتی ہے تخریب تعمیر سے — بدلتے ہیں یاں خواب تعبیر سے
تمدن کے گلشن کا ہے باغباں — اخوّت کی دولت کا ہے پاسباں
جہانِ تمدن کا ہے آفتاب — نظامِ تصرف کا ہے ماہتاب
وہ نفاذ قانونِ فطرت کا ہے — وہ نقارہ زن فتح و نصرت کا ہے

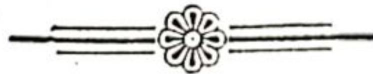
پلٹتا ہے قیصر کا یہ تخت و تاج
یہ کسریٰ ایراں سے لیتا ہے باج



کہ جو کچھ پاس ہے رکھ دو۔ ہمارے پاس سائیکل تھے۔ میری توجہ فوراً آپ کی طرف مبذول ہوگئی۔ ایک ڈاکو گھوڑے سے اتر پڑا۔ مگر فوراً ہی دوسرے سوار نے کہا۔ چھوڑدو۔ ان کو جانے دو۔ ایک لحظہ میں رہزنوں کے خیال میں تبدیلی کس کا تصرف تھا۔

اس سے پہلے بھی میرے ساتھ رہزنوں کی ملاقات ہو چکی تھی۔ میں اکثر براستہ لالہ موسے ہی چکوڑی شریف جایا کرتا تھا۔ ایک دن آپ نے فرمایا۔ جمیل صاحب! ہماری نہر آپ نے نہیں دیکھی۔ نہر ضرور دیکھو۔ میں گجرات سٹیشن سے اترا۔ شام کے بعد تانگہ کہاں ملتا۔ کنجاہ والے تانگے پر سوار ہوا۔ اور رسارو کی پل پر اُتر گیا۔ اس سے اگلا سفر آٹھ میل نہر کے کنارے چلنا تھا۔ میں نے خیال کیا۔ "آپ مجھے نہر دکھا رہے ہیں"۔ سمن پنڈی کے قریب چند گھوڑے سوار ملے۔ انہوں نے پوچھا "اوئے کہاں جا رہے ہو"۔ میں لرز گیا۔ کہ یہ ڈاکو کپڑے بھی اُتار لیں گے۔ میں نے کہا "چکوڑی شریف" چکوڑی شریف کا نام سن کر ایک نے کہا "بالو جاؤ۔ مگر رات کو سفر نہ کیا کرو۔"

چکوڑی شریف میں ابھی نماز تراویح ادا کی جا رہی تھی۔ کہ میں آپ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ آپ نے فرمایا۔ جمیل صاحب چکوڑی شریف آنے والے زائرین عموماً رہزنوں سے محفوظ ہی رہتے ہیں۔ پھر بھی رات کو سفر نہ کیا کرو۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت جب آپ محافظ ہوں۔ تو خطرہ کیسا۔ میں آپ کے کشف اور محافظت پر دل ہی دل میں قربان ہو رہا تھا۔



دست و گریباں۔ ان کی زبان ایک۔ دل ایک۔ امام ایک۔ وہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا پر عمل پیرا۔ ہم فرقہ بندیوں میں جکڑے ہوئے۔ قبائل اور ذاتوں میں منقسم علاقائی اور لسانی تعصب کے اسیر۔ ہماری ان سے کیا نسبت

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں　　موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

غبار آلودہ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے　　تو اے مرغ حرم اڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا

ایک دن فرمایا :-

ہمارے مشائخ سلسلہ ارادت مندوں کی تربیت میں خاص توجہ فرماتے۔

حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کمال حاصل کرنے کے لیے چار اصول ابتدائی سبق سمجھنے چاہئیں کم کھانا۔ کم سونا۔ کم بولنا۔ کم میل جول رکھنا۔

فرمایا :-

جب لطف الٰہی کی نسیم خوشگوار چلتی ہے تو لاکھوں شرابی درویش بن جاتے ہیں۔ اور خدانخواستہ جب باد سموم کا پھیرا آجائے تو شیخ عطارؒ جیسے بزرگ بھی تاتاریوں کی شمشیر ستم کی زد میں آجاتے ہیں۔

فرمایا :-

حضرت شیخ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر فرماتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے ہاں جب مہمان وارد ہوتا۔ تو خود اس کے لیے غلام بن جاتے اور فرماتے امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہی ہے۔ امام مالکؒ بھی سنت حضورؐ پر کاربند رہتے اور دوسروں کو ہدایت کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل پیرا رہو۔ تاکہ بروز حشر حضورؐ سے ندامت نہ ہو۔ بس وہ ہے مغرب کے رہنے والے مسلمان کو کانٹا چبھے تو مشرق کے رہنے

والے کو اس کی تکلیف کا احساس ہو۔ ایسے مومن کو تکلیف پہنچانا اللہ پاک کو آزردہ کرنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود پڑھنا گناہوں کو معاف کراتا ہے۔ صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد و سلم چغل خوری سے اجتناب کرو۔

حضرت خواجہ نظام الدینؒ فرماتے ہیں۔ بوڑھوں کی عزت کرو۔ ہمسائے کے حقوق کی حفاظت کرو۔ ادھار مانگے تو دو۔ بیمار پرسی کرو۔ مصیبت میں اُسے تسلی دو۔ صدقہ دو۔ صدقہ کئی بیماریاں دور کر دیتا ہے۔

میرے حضرت اکثر فرمایا کرتے تھے تخلقوا باخلاق اللہ بنی نوع انسان کی خدمت کرنا معمول ہونا چاہیئے۔ بلا تمیز مذہب و ملت۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ بعثت لاتمم مکارم الاخلاق حضورؐ کے اخلاق عالیہ کی تعریف خدا نے فرمائی ہے انک علیٰ خلق عظیم آپؐ کے اخلاق کی تصویر مولانا حالی نے یوں کھینچی ہے۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا!
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا! بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
یتیموں کا والی ضعیفوں کا ماویٰ

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر یہ ہے کہ اس کی نعمتوں کو معصیت کا ذریعہ بنایا جائے۔ اور اللہ کی نافرمانی نہ کی جائے۔

خواجہ باقی باللہؒ اور جوگی :-

حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے سینے میں جب عشق نے اپنا مقام کیا۔ تو بیقراری حد سے فزوں ہو گئی۔ ان کی والدہ نے بارگاہ رب العزت میں دعا مانگی " اے ہادی

مطلق : "اسے صراطِ مستقیم دکھا یا اِسے موت دے" والدہ محترمہ کی دعا قبول ہوئی اور خواجہ امکنگی" نے تین دن اور تین رات میں یقین اور فقر کی دولت سے بھر پور کر دیا۔ اور فرمایا ہندوستان جاؤ۔ کیونکہ وہاں تمھاری ضرورت ہے۔ چنانچہ آپ کابل و پشاور سے گزر کر دلی پہنچ گئے۔ حضرت خواجہ بختیار کاکی" کے مزار پر معتکف ہو گئے۔ حضرت قطب صاحب سے روحانی فیوض حاصل کیئے ازاں بعد آبادی سے ہٹ کر جہاں اس وقت آپ کا مزار ہے مقیم ہو گئے۔

ان کے مرشدؒ کی چشم دور بیں نے مغل بادشاہ اکبر کی لادینی ذہنیت دیکھ لی تھی۔ اسی لیے آپ کو ہندوستان بھیجا تھا۔ اکبر ہندو راجاؤں کا داماد بن کر سخت غیر اسلامی حرکات کرتا تھا۔ ماتھے پر تلک لگاتا۔ داڑھی منڈوا دی۔ دھوتی پہن لی۔ ہندو رانیوں اور دوشیزاؤں کے جھرمٹ میں مندروں میں جاتا۔ ہندو پنڈتوں کی کتھائیں سنتا۔ ہندو جوگیوں اور استھانوں کے وظائف مقرر کیئے۔ الغرض ہندوؤں کی آنکھ کا تارا بنا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ ایک نیا دین بنام "دین الہیٰ" رائج کر دیا۔ مگر چند جرأت مند درباری امرا حسین خاں مکریہ، ملا عبدالقادر بدایونی کی سخت تنقیدیں اس کے نئے دین کی راہ میں سنگِ گراں ثابت ہوئیں۔ اور اس کا دین وہیں گھٹ کر مر گیا۔ یہ امرا انہی حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ سے متاثر تھے۔

ایک بار مرزا عبدالرحیم خان خاناں نے آپ کی خدمت میں دس ہزار اشرفیاں بھیجیں۔ مگر آپ نے قبول نہ کیں اور واپس لوٹا دیں۔ پھر ایک بار دربار اکبری میں ایک ہندو جوگی نے بڑی اثر انگیز تقریر کی۔ اکبر نے بطور انعام ایک طشت مہروں سے بھر کر دینا چاہا۔ مگر جوگی نے غلام کو وہیں روک دیا۔ اور کہا کہ اگر یہ مہریں میرے لیے ہیں۔ تو

ناشر : آستانہ عالیہ سروریہ چکوڑی شریف ضلع گجرات

باہتمام

صاحبزادہ سید غلام محی الدین شاہ صاحب عباسی الہاشمی سجادہ نشین
دربار سروریہ چکوڑی شریف ضلع گجرات

طباعت : چوہدری محمد شریف ہڈیاریہ، لاہور
چوہدری محمد یعقوب امرتسری